9

واصف علی واصف

گفتگو-۹

واصف علی واصف

گفتگو-۹

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن-لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب گفتگو-۹

مصنّف .... واصف علی واصفؒ

سال اشاعت ۲۰۰۱ء

بار .... اول

ترے ایک سجدے سے واصف علی
یہی دیر ہو گا حرم دیکھنا

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

اس دنیا میں آتے ہی انسان اپنا سفر ایک سوال سے شروع کرتا ہے پھر جوں جوں وہ اس دنیا سے گزرتا جاتا ہے ہر مرحلے پر نئے نئے سوال سے دوچار ہوتا ہے اور سوالوں کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔ ذی احساس انسان جب شعور کے دور میں داخل ہوتا ہے تو اس کا خیال جوان ہونا شروع ہوتا ہے۔ خیال کی بیداری اسے ان سوالوں سے آشنا کراتی ہے جو قدم قدم پر اس کے لیئے مسئلہ بن کر سامنے آتے ہیں اور پھر اپنے سوالوں کا جواب پا کر وہ علم؛ عرفان اور آگہی کی نئی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ نئے سوالوں سے متعارف ہونے والا نئے جواب ڈھونڈنے لگ جاتا ہے۔ اس طرح وہ انفس کی دنیا سے نکل کر ذاتِ حقیقی کے آفاق سے تعارف حاصل کرتا ہے۔ یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے اور ہر زمانے کے جو اپنے سوال ہوتے ہیں' ان کا جواب لے کر ذاتِ حقیقی کی طرف سے کوئی نہ کوئی صاحبِ ارشاد تشریف لاتا ہے۔ ہمارا دور پیچیدگی کا ایسا زمانہ ہے کہ لوگ اپنے ذاتی، سماجی اور دینی مسائل کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور ان کا حل نہ پا کر نا اُمیدی، پریشانی اور ڈیپریشن کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس دور کے سوالوں کی مناسبت سے جب قبلہ واصف صاحبؒ کو مسندِ ارشاد پر فائز کیا گیا تو انہوں نے ہر سوال کا اس صراحت سے جواب دیا کہ پوچھنے والے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا

اوراس کے لیئے آسان عمل کے دروازے بھی کھلتے گئے۔ انہی سوالوں اوران کے جوابات پرمشتمل سیریز یعنی ''گفتگو'' کی یہ نویں جلد ہے۔اس ''گفتگو'' کا اعجاز یہ ہے کہ اس کے سارے سوال اور جواب آج کے دن میں بھی پہلے جیسی تاثیر اور تاثر رکھتے ہیں۔امید ہے کہ ہمارے قارئین اس سلسلے کی کاوش کے بارے میں ہمیں اپنی رائے سے حسبِ سابق ضرور مطلع رکھیں گے۔

☆☆☆

فہرست

﴿۱﴾

﴿۲﴾

﴿۳﴾

﴿۴﴾

﴿۵﴾

﴿٦﴾

﴿۷﴾

۱ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال کریں؟

۲ انسان محبت سے بھی عبادت کرتا ہے اور خوف سے بھی تو کیا اطاعت بالخوف ٹھیک ہے؟

۳ روحانی ترقی کا دعا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

۴ مسلمان کو اس دنیا میں آخرت کا یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

۵ اگر کوئی اپنے ساتھ برائی کرنے والے سے بدلہ نہ لے سکتا ہو اور اسے معاف کر دے تو کیا یہ بھی معافی کہلائے گی؟

٦ معاشرے میں ہر طرف خرابیاں ہیں تو ہم اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

۷ کیا ظہور مہدی علیہ السلام کا وقت قریب آ رہا ہے؟

۸ عاجزی کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟

سوال :

سر! ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال کریں؟

جواب :۔

غور والی بات یہ ہے کہ یہ زندگی اپنے تمام مسائل کے ساتھ' کوشش کے ساتھ' کمائی' خرچ اور حالات کے ساتھ موجود ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ انسان ذاتی طور پر کتنا مطمئن ہے' سماج میں اس کی کیا قدر و قیمت ہے' وہ کتنا متعارف ہے اور اس کی کمانے کی صلاحیّت کیا ہے؟ پھر ذاتی طور پر اس کی کیسی طبیعت ہے یعنی کیا وہ مطمئن اور خوش ہے۔ زندگی گزارنے کے لیئے وسائل تک انسان کی رسائی ہے کہ نہیں ہے کیونکہ وسائل بھی ضروری ہیں۔ ان سب چیزوں پر غور کے بعد غور والا مقام یہ ہے کہ آپ مذہب میں داخل ہو گئے اور مذہب کا ایک اپنا سلسلہ ہے۔ مثلاً" یہ کہ مرنے کے بعد پھر زندگی شروع ہو گی۔ یہاں کی تکلیف تو اپنی جگہ پر مگر پھر آگے خطرہ ہے۔ اس آنے والے خطرے سے بھی ڈرنا ہے اور بچنا ہے تاکہ خدانخواستہ دوزخ یا عذاب کا سامنا نہ ہو اور پھر جنّت میں جانے کا راستہ Sure' یقینی ہونا چاہیئے۔ یہ اس لیئے ہے تاکہ

بندہ اطمینان سے مر سکے۔ جس دین میں آپ داخل ہیں اس دین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی نہ کوئی ایسی وضاحت ہونی چاہیئے کہ آپ اطمینان سے یہ کہہ سکیں کہ ہم دین میں پورے شامل ہیں۔ ان باتوں پر آپ کا بڑا غور ہونا چاہیئے۔ پھر یہ سوچنا ہے کہ اس وسیع کائنات میں آپ تھوڑے عرصے کے لیئے آئے ہیں۔ اس سفر میں یہ پہچانا ہے کہ ہمیں اتنی سی زندگی کیوں ملی ہے اور اس نے اتنی بڑی وسیع کائنات میں ہمیں کیوں بھیجا ہے۔ پھر بھیجنے والے کے بارے میں جاننا پڑے گا۔ تو یہ ساری Assignment انسان کے پاس ہے اور وہ اس پر غور کرتا ہے۔ اب اگر راستے میں کوئی سوال ان کے ذہن میں ابھرے تو اس کے بارے میں وہ غور کر لیتا ہے، پھر مل جل کے بحث کر لیتا ہے تو بات سمجھ آ جاتی ہے اور پھر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ تو پھر انسان سکون کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ ان باتوں پہ غور کرتے ہوئے اگر آپ کے اپنے بارے میں آپ کے پاس کوئی سوال ہے تو آپ اس سوال کا جواب پوچھو۔ یہ زندگی وسیع مضمون ہے، یہ وسیع Field یعنی میدان ہے، یہاں پر ایک کے دل میں سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر سارے جوابات ڈھونڈتے رہے ہیں ----- لہٰذا اب آپ سوال پوچھو۔

سوال :-

بعض اوقات انسان محبت سے اطاعت کرتا ہے اور بعض اوقات خوف سے اطاعت کرتا ہے تو کیا اطاعت بالخوف ٹھیک ہے؟

جواب :-

اصل میں بات یہ ہے کہ کسی زمانے میں یہ سوال ہوا تھا کہ جن

لوگوں کے لیئے اللہ تعالیٰ نے سند عطا فرمائی کہ ان کے لیئے خوف نہیں ہے لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون تو وہ لوگ ہمیشہ دیکھے گئے کہ وہ خوف میں ہیں جب کہ حکم یہ ہے کہ ان کے لیے کوئی خوف نہیں ہے۔ وہ ڈرتے رہے' جن کو بخششوں کی گارنٹی ہے۔ اب یہ سوال باقاعدہ بڑی ہستی' یعنی حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہوا کہ آپؐ کو تو بخشش کا ڈر نہیں کیونکہ آپؐ کا نام ہی بخشش کا ذریعہ ہے تو آپؐ ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے ہیں' روتے بھی رہتے ہیں' یہ سب کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا اس کی رحمت کے لیئے' جو اتنا مجھ پر احسان ہوا' کیا مجھے اس کا شکر نہیں کرنا چاہیئے! اگر یہ گارنٹی ہو جائے کہ آپ کی اطاعت منظور ہو گئی ہے تو آپ مزید اطاعت کریں۔ یہ سوچیں کہ شوق کی دنیا میں خوف کیوں آتا ہے؟ خوف اس لیئے آتا ہے کہ کہیں اچانک کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے اور سب کچھ ضائع نہ ہو جائے۔ مثلاً" جس کے پاس سر پر بھرا ہوا پیالہ ہے وہ پھر سنبھل کے چلتا ہے کیونکہ اس کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ٹوٹ نہ جائے۔ آپ کا پیالہ تو جاتے ہی بھر دیا گیا ہے اور اس پر آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ یہ عطا کیا ہوا پیالہ کہاں ٹوٹتا ہے کیونکہ اس میں عطا ہی بھری ہوئی ہے اور یہ ضائع نہیں ہو گا۔ تو پھر وہ شخص سنبھل سنبھل کے چلے گا' خوف یہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ چیز چھن نہ جائے' اور خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ اس بے پرواہ ذات کے ساتھ انسان کا تعلّق ہوتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے لیکن وہ ذات تو ہے ہی بے پرواہ اور بے نیاز۔ اگر اس بے نیاز کے ساتھ دوستی ہو جائے تو وہ اپنے چاہنے والوں کو سولی پر چڑھا دیتا ہے' کربلا سے گزار دیتا ہے' اور کسی کا تو ویسے

ہی کچھ پتہ نہیں چلنے دیتا۔ یعنی جو اس کی نوازش ہے وہ ستم ہی ستم ہے۔ تو اس لیئے پھر انسان بعض اوقات نوازش پر بھی ڈرتا رہتا ہے کہ مہربانی ہو رہی ہے تو ذرا ڈر کے چلو' کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت سی نوازشوں کے باوجود کچھ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ بعض اوقات جن پر نوازشیں ہوتی ہیں ان کے ساتھ اور بھی بہت کچھ ہوا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہمیں سونا پہننے کا شوق ہے تو پھر اس کے کان تو چھدیں گے۔ یعنی اگر بالیاں پہنو گے تو کان میں سوراخ تو ہو گا۔ تو شوق کی دنیا میں خوف ساتھ ساتھ چلتا ہے' خوف نعمت کے چھن جانے کا ہوتا ہے' اور اپنی کوتاہی کا ہوتا ہے' خوف یہ ہوتا ہے کہ ہم کب تک اس رفتار سے چلتے رہیں گے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ناشکری ہو جائے اور یہ نعمتیں چھن جائیں۔ بالخوف اطاعت ہی اطاعت بالشوق ہے۔ جتنا تقرّب ہوتا ہے اتنا ہی خوف ہوتا ہے۔ تو وہ شخص لاخوف ہی ہوتا ہے اور اس کو دنیا کا کوئی خوف نہیں ہوتا مگر اللہ کے ساتھ چلنے کا شوق جو ہے یہ خوف کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ وہ شخص سنبھل کے پاؤں رکھتا ہے اور شوق کے مسافر ہی خوف کے مسافر ہوتے ہیں' ہوتا شوق ہی ہے لیکن ڈر ڈر کے چلتا ہے۔ اس لیئے اطاعت بالمحبّت جو ہے دراصل اطاعت بالخوف ہے۔ اگر آپ کو اس کا ڈر نہیں ہے تو اس سے محبّت ہی نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی واحد ذات ہے کہ وہ کبھی آپ کو بے باک نہیں ہونے دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور محبّت کرنے والے کے پاس بے شمار گارنٹیاں ہوتی ہیں کہ تمہارے حالات اچھے ہیں اور تمہارا آنے والا وقت بھی اچھا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ وللاٰخرۃ خیرلک من الاولیٰ اور آپ کا آنے والا

زمانہ آپ کے گزرے ہوئے زمانے سے بہتر ہے۔ اگر آپ ترقی کرتے جا رہے ہیں اور آپ پر انعامات ہی انعامات ہیں تو اتنا ہی خوف بڑھتا جائے گا۔ خوف بھی آگے جا کر شوق ہی کا ایک نام بن جاتا ہے۔ شوق جو ہے یہ ہے ہی خوف۔ ایسا خوف جس کو آپ چھوڑ نہ سکتے ہوں وہ بھی شوق بن جائے گا۔ قرب کا خوف یہ ہے کہ جتنا آپ قریب ہیں اتنا زیادہ خوف کی شدّت ہوتی ہے۔ تو خوف کا پیدا ہونا جو ہے وہ محبّت کا ایک تقاضا ہے۔ میرؔ نے کہا ہے ؎

دُور بیٹھا غبارِ میرؔ ان سے
عشق بِن یہ ادب نہیں آتا

ادب ہمیشہ خائف ہو گا' وہ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے' اور خوف سے ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی نشانی ہے کہ انسان کہتا ہے اللہ جہاں چاہے اپنے قریب بلا لے۔ اگر مسجد میں آپ آ گئے تو آپ کو اور کیا چاہیئے۔ اتنی بڑی اور بھری دنیا سے آپ سب کو چھوڑ کر مسجد میں آ گئے تو یہ بڑے فخر کی بات ہے۔ نصیب والا کہتا ہے کہ یہ اتنا بڑا نصیب کہ میں کہاں اور میرا یہ نصیب کہاں؟ تو پھر وہ ادب سے اطاعت کرتا ہے' اس کی یہ اطاعت شوق کے ساتھ ہے۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ یہ عطا ہے۔ چونکہ عطا ہے لہٰذا اس کے چھن جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ غلطی کی وجہ سے چھن جاتا ہے اور بعض اوقات بغیر وجہ کے چھن جاتا ہے۔ تو یہ عطا کرنے والے کے مزاج کی بات ہے۔ مثلاً" اس نے خود ہی بلایا اور پھر چھوڑ کے چلا گیا' یہ کہہ کر کہ تم ٹھہر جاؤ' انتظار کرو' ہم آپ کو اگلے سال پھر دیدار کرائیں گے۔

اب یہ اس کی مرضی ہے کہ پچاس سال بعد آ جائے۔ تو شوق والا وہاں کھڑے ہوئے کانپ رہا ہوتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔ اللہ ایسا کرتا رہتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبّت کی اور کنوئیں میں ڈال دیا۔ لیکن اب محبّت شروع ہو گئی اور وہ پکی محبّت ہے۔ پھر وہ ابھی کنوئیں میں ڈال کر بھی مطمئن نہیں ہوا بلکہ ان پر الزام بھی لگا دیا۔ پھر جیل میں بھی ڈلوا دیا۔ لیکن یہ محبّت سرخرُو ہو گئی۔ نبوّت جیل میں پروان چڑھی۔ پھر اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کا یہ قِصّہ قرآن میں لکھا جائے کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ قِصّہ ہے "احسن القصص" ہے یعنی سب قصوں سے خوب صورت قِصّہ ہے اور بہت اعلیٰ قسم کا قِصّہ ہے۔ تو یہ سارے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ نُوح علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ ان کی اولاد ہی پانی کی نظر ہو گئی۔ بے شمار لوگوں نے کہا کہ ایسا کیوں ہے۔ مگر جتنے بھی قابل ذکر نام ہیں سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہوا۔ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ آدم علیہ السلام کو شوق سے بنایا اور کہا کہ تم اور تمہاری بیوی جنّت میں رہو۔ اسکن انت و زوجک الجنۃ مگر پھر زمین پر بھیج دیا۔ اور سب سے بڑا واقعہ جو ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے جا رہے ہیں' محبت کرتے جا رہے ہیں' مگر اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کے ساتھ ہر طرح کے واقعات ہو رہے ہیں مثلاً" طائف کی وادی سے گزار دیا جاتا ہے۔ اب جو کربلا ہے' یہ بڑی ابتلاءوالی بات ہے لیکن یہ بڑے حق والی بات ہے اور جن کو ملی ہے ان سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو بڑا انعام ملا۔ اور جو دیکھنے

والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کربلا میں یہ کیا ہو گیا؟ غم کے لحاظ سے اور عروج کے لحاظ سے اتنا بڑا واقعہ کسی کے ساتھ نہیں ہوا یعنی غم اور عروج بیک وقت اکٹھے ہیں۔ تو اگر غم کو نکال دیں تو عروج بھی نکل جاتا ہے۔ اب یہ بات ایسی ہے کہ کوئی جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی خوف زدہ ہے! یعنی کہ اللہ اگر اور قریب کر لے تو اس کے آگے پتہ نہیں کہ کیا کرے گا۔ جس اللہ نے جتنا عروج دیا اتنا ہی اس نے تکلیف سے گزار دیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ ایسا ہی ہے کہ جتنا لوگ اس سے محبّت کرتے ہیں اتنا ہی وہ بادشاہ ہے، مالک ہے، بے نیاز ہے یعنی کہ اللہ جو چاہے کر دے۔ اللہ نے کسی کے ساتھ کچھ کر دیا، کسی کے ساتھ کچھ اور کر دیا، اس لئے اس کی طرف لوگ چلتے ہی رہتے ہیں اور ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ بس یہی کھیل ہے اور یہی تو رونق ہے! تو اطاعت بالمحبّت ہی اطاعت بالخوف ہے اور یہ اچھا ہی ہے۔ خوف کا نہ ہونا تو اچھا نہیں ہے۔ محبّت یہ خوف خود ہی سکھاتی ہے۔ یہ خوف خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ خوف نہ ہو تو وہاں پر کوئی آہِ سحر گاہی نہ ہو، اور آہِ سحر گاہی نہ ہو تو کوئی عروج نہ ہو اور کوئی عرفان نہ ہو۔ اگر یہ عرفان نہ ہو تو پھر کیا ہے؟ کچھ لوگ بغیر عرفان کے عبادت کرتے ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے ٹکریں مار رہے ہوں کیونکہ یہ لوگ اصل بات کو تو سمجھتے نہیں ہیں اور جس کو یہ بات سمجھ آ گئی ہے اس کو ضرور خوف میں رکھا گیا ہے۔ عرفان جو ہے وہ خوف میں زیادہ پلتا ہے اور خوف میں اس کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔ خوف کا ہونا اچھی بات ہے اور یہ اللہ کی اطاعت کا حِصّہ ہے اور یہ صحیح ہے ـــــــ آپ لوگ اور سوال کریں!

سوال :۔

رُوحانی ترّقی کا دعا کے ساتھ کیا تعلّق ہے؟

جواب :۔

اصل میں جو رُوحانی ترّقی ہے یہ وہاں سے ملتی ہے جہاں سے روحانیّت کا آغاز ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی واقعہ سے اللہ حاصل ہو گیا' کسی کو کسی شخص سے مل گیا اور کسی ذات سے روحانیّت حاصل ہو گئی۔ تو رُوحانی عروج عام طور پر وہیں سے ہوتا ہے جہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ دعا جو ہے یہ مانگنے کی صلاحیت ہے' اچھی بات ہے اور ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں Approach کرنا چاہیئے' دعا سے رابطہ کرنا چاہیئے۔ آپ وہ کام کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور وہ کام یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت زیادہ درُود شریف پڑھتے رہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبّت کرتے رہیں۔ اس سے اللہ کی رحمت کو ویسے ہی جوش آ جاتا ہے۔ اور آپ اس کے علاوہ کوئی کام نہ کریں۔ کوئی بزرگ مل جائے تو بڑے نصیب کی بات ہے۔ یعنی اگر آپ کو کامل پیر مل جائے تو یہ بھی بڑے نصیب کی بات ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ وہاں جا کے سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر تو وہ جانتا ہے تو خود ہی سوال پورا کر دے گا اور اگر نہیں جانتا تو سوال کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی کہ اگر وہ جانتا ہے تو اسے خود ہی پتہ ہو گا کہ آپ کس کام کے لیئے آئے ہیں اور اگر اس کو پتہ نہیں تو پھر آپ اسے بتا کے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور اللہ تو ہر حال میں سب کچھ جانتا ہے اور اللہ کو بار بار Remind کرانا' یاد دہانی کرانا اور کہتے رہنا' کمزور ایمان

کی بات ہے کیونکہ اسے سب معلوم ہے اور وہ سب جانتا ہے کہ ایسے میں سوال کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ اس نے آپ کے پاس کیا بھیجا ہوا ہے۔ اب یہ کہہ دینا کہ جناب یہ تکلیف آپ نے بھیجی ہے اور اسے دور کریں تو یہ عرفان کی بات نہیں ہے۔ یہ تو پھر عام سی بات ہے۔ عرفان کا مطلب یہ ہے کہ آپ چلتے جائیں اور چلتے جائیں بلکہ دعا سے بھی الگ ہو کے چلتے جائیں، فرض ادا کرتے جائیں، اس کی طرف رجوع کرتے جائیں، اللہ اپنا کام کرتا جائے اور آپ اپنا کام کرتے جائیں۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہم تیرے ہی خیال میں ہیں، تیری نماز ادا کرتا ہوں اور تو بے شک ذکر حبیبؐ میں محو رہے۔ تو دُعا رحمت کو جوش دلانے والی بات نہیں ہے، بلکہ اس کی رحمت پہلے ہی آپ کے ساتھ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے آپ کو انسان بنایا۔ وہ اللہ جو چھپکلیاں بناتا ہے، چمگادڑ بناتا ہے، ہر شے بناتا ہے، آپ کو اس نے انسان بنایا اور پھر مسلمان بنا دیا۔ پہلے آپ کو اچھا تخلیق فرمایا، پھر اپنے راستے کا شوق دے دیا۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے! اللہ کی رحمت اور اس کا عرفان حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کی رضا پر راضی رہیں۔ بزرگوں نے اس کا عرفان حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی بتایا ہے کہ کسی انسان کی اللہ کے سامنے شکایت نہ کرو اور تقاضا نہ کرو کہ یہ دے دے اور وہ دے۔ وہ دے تو اس کی مرضی، نہ دے تو اس کی مرضی۔ اللہ ہنساتا ہے تو ہنستے جاؤ، رلاتا ہے تو روتے چلے جاؤ، چیزیں دیتا ہے تو قبول کر اور اگر چھین کے لے جاتا ہے تو راضی ہو جاؤ۔ بس اگر آپ اللہ کے ہر حکم پر راضی رہنا سیکھو تو پھر عرفان ہی عرفان ہے۔ تو

عرفان کے نو درجے زبان بندی میں ہیں اور بولنے میں عرفان کا ایک درجہ ہے۔ جیسے بھی حالات سے گزر جاؤ، چپ چاپ گزر جاؤ، حالاتِ زمانہ کیا سے کیا ہو گئے ہیں لیکن آپ خاموشی سے گزرتے جائیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نو حصے عافیت کے خاموشی میں ہیں۔ تو عرفان یہی ہے کہ دنیا کا دھیان کرو کہ اس دنیا میں آپ کی وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو چاہے آپ ڈسپلن ہی قائم کر رہے ہوں۔ مثلاً" آپ یہ ڈسپلن قائم کرتے ہیں کہ میرا نوکر گستاخ تھا اس لیئے سزا تو دینی تھی۔ تو ایسا شخص فقیر نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگوں کو سزا دینے کی بات اپنی طرف سے نکال دو بلکہ لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ اور معافی دیتے جاؤ۔ آپ کا پیغام ہی معافی کا ہو اور آپ کے اندر کوئی انتقام نہ ہو بلکہ آپ انصاف کی حد سے بھی آگے نکل جاؤ اور لوگوں کو معاف کر دو۔ تو انسان کو معاف کرنے والا اپنی معافی کا انتظام کرتا ہے کیونکہ ہر انسان ایک بڑا راز ہے۔ پھر اپنے خالق کی کائنات کو غور سے دیکھو کہ تیرے اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ٹکرانا نہیں ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ہر وقت دوسروں سے جھگڑتے رہتے ہیں تو ایسے شخص کی وجہ سے ہر طرف جھگڑا پیدا ہوتا رہتا ہے اور صلح کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے کہ جنت کی وادی سے گزر رہا ہے۔ وہ کوئی جھگڑا نہیں کرتا۔ وہ زندگی میں چپکے سے چلتا جاتا ہے۔ اگر کوئی مر جائے تو اچھا آدمی یہ کہتا ہے کہ تو نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا مگر ہم تیرے لیئے دعا کرتے ہیں کہ تیرا بھلا ہو جائے۔ وہ یہ اس لیئے کہتا ہے کہ وہ یہ راز جانتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ بنانے والے نے اس کو ایسے ہی بنایا ہے۔ تب آپ کو پتہ چلے گا کہ لوگ بُرے نہیں ہیں بلکہ

مجموعی طور پر اچھے ہیں۔ اگر برا آدمی آ جائے تو لوگ بُرے ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگوں سے بدتمیزی کرے گا۔اور اچھا آدمی کہے گا کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ وہ سائل کو خیرات بھی دے گا اور لوگوں کو دعا بھی دے گا کہ سب سلامتی سے بستے رہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ دعا دینے والا جو ہے۔
آپ لوگ اس کائنات کی آبادی ہیں۔ لہٰذا اس کے اندر خوشی سے رہیں۔ انسان سے جھگڑا نہ کریں تو پھر خدا راضی ہے۔ انسان کو تکلیف نہ دیں تو اللہ راضی ہے! ماں باپ کی خدمت کرو اور اپنی ہستی سے باہر جا کے بھی کرو تو اللہ راضی ہے۔ ماں باپ میں سے کوئی مل جائے' بس پھر اس کی خدمت کی انتہا کر دو۔ یعنی ماں باپ کی اتنی خدمت کرو کہ وہ کہیں کہ ہم دس دفعہ تم پر راضی ہو گئے۔ پھر آپ ان سے کہو کہ ابھی ہم آپ کو اور راضی کریں گے حتیٰ کہ وہ بے حد راضی ہو جائیں۔ بس پھر آپ کامیاب ہیں۔ ماں باپ کے ساتھ انصاف نہ کرنا بلکہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بچپن میں جب کہ تجھے مانگنے کا شعور نہیں تھا' سلیقہ نہیں تھا' تو تمہارے ماں باپ نے تجھے مانگے بغیر تمہاری خوراک اور آسائش مہیّا کی۔ اب بڑھاپے میں ان کے پاس شعور نہیں ہے تو اب تم ان کے باپ بن جاؤ یعنی کہ ماں باپ کے بھی ماں باپ بن جاؤ اور ان کو اتنا آرام پہنچاؤ جیسے ان لوگوں نے تمہارے بچپن میں تمہیں پہنچایا تھا۔ اگر آپ ایسا کر لیں گے تو پھر یہ سارا ہی عرفان ہے۔
اور یہاں پر آپ کو عرفان مل جائے گا اور جتنا اللہ نے ظاہر کرنا ہے اسے ظاہر کر دے گا۔ تو عرفان یہ ہے۔ عرفان یہ ہے کہ اپنی ہستی کو پہچانو' اپنے فرائض کو پہچانو' اپنے حقوق کو پہچانو اور اپنا Stay پہچانو کہ یہاں پر کتنی

دیر اور رہنا ہے کیونکہ اس کے بعد یہاں نام و نشان کوئی نہیں ہو گا۔ کچھ عرصہ اخبار میں ذکر ہو گا کہ فلاں بزرگ کا چہلم شریف ہو گیا ہے اور اس کے بعد سب کچھ غائب۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد لوگ دن منائیں گے۔ پھر اس کا End ہو جائے گا' سب ختم ہو جائے گا۔ اور عام آدمی کا تو ویسے ہی End ہو جاتا ہے' خاتمہ ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی پیسے والے کا ہوتا ہے۔ جب وہ مرتا ہے تو پھر لوگ کہتے ہیں کہ کاغذات تیار کرو کہ اس کی کتنی پراپرٹی ہے' کتنی زمین ہے' انسان زمین بھی ساتھ نہیں لے جا سکتا اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے' نہ ہی پیسہ ساتھ لے جا سکتا ہے کیونکہ پیسہ بھی ساتھ نہیں جا سکتا۔ انسان کے ساتھ صرف اللہ کی جستجو جاتی ہے۔ تو ساتھ کچھ نہیں جاتا بلکہ ساتھ صرف اعمال جاتے ہیں اور اعمال کی خوشبو جاتی ہے۔ کیا جاتا ہے؟ اعمال کی خوشبو جاتی ہے۔ تو عرفان بہت آسان چیز ہے۔ سب سے زیادہ آسان بات یہ ہے کہ آپ ہر شے کے ساتھ مطمئن ہو جائیں اور سب سوال باہر نکال دیں۔ اللہ جو عطا فرماتا ہے وہ لیتے جاؤ۔ کیا آپ کو کوئی چیز شکر کرنے والی نہیں نظر آتی؟ چلو اتنا شکر ادا کرو کہ اس کائنات کو دیکھنے کے لیئے اس نے تیری آنکھیں بنائیں' اس کا شکر ادا کرو کہ تمہیں بولنے والا بنایا' کھانے والا بنایا' خوشبو عطا فرمائی' ذائقہ عطا فرمایا' اس نے سماعت دی' اپنے آپ کو دیکھو' چلو آئینے میں ہی دیکھ لو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے میرا ظاہر اچھا بنایا ایسے ہی میرا باطن بھی اچھا بنا۔ تو باطن جو ہے وہ اس کی لگن کا نام ہے یعنی اللہ کی لگن کا نام ہے۔ تو اس کائنات میں چار دن کی بات ہے کیونکہ اس کے بعد تو رہنا کچھ نہیں ہے۔ آپ تو وہ دن بھی اللہ کے ساتھ جھگڑا

کر کے گزارتے ہیں۔ تو انسان اس چھوٹی سی زندگی میں ایسا ہو جائے کہ اللہ پر راضی ہو جائے تو پھر سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے مگر وہ تو ہر ایک سے لڑتا ہے۔ بچوں کے ساتھ' بیوی کے ساتھ' سب کے ساتھ حتیٰ کہ اپنے آپ کے ساتھ اور اپنے خیال کے ساتھ لڑتا ہے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد Irritate ہو جاتا ہے' تنگ آ جاتا ہے۔ تو عرفان جو ہے یہ Irritation سے نہیں آتا' جھگڑے سے نہیں آتا۔ اور جس کو عرفان مل گیا وہ کہتا ہے کہ ہمیں اس کا پتہ چل گیا۔ کیا پتہ چلا؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہمیں اللہ کا پتہ نہیں چل سکتا اور اللہ کو ہم نہیں جان سکتے۔ بس یہ کہنا ہی عرفان ہے۔ جتنے عارف آئے انہوں نے عرفان کے بارے میں یہ کہا کہ ہمیں یہ عرفان ہو گیا ہے کہ اللہ کو انسان نہیں سمجھ سکتا۔ تو یہ اصل عرفان ہے۔ شوق یہ ہے کہ اللہ کا شوق رکھو۔ اللہ کے بارے میں یہ کہو کہ ہم اسے جانتے نہیں ہیں لیکن ہم اسے مانتے چلے جا رہے ہیں' بس وہ ہمارے قریب ہے اور ہم اس کے کیا قریب ہو سکتے ہیں۔ محبت اسی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور ہماری طرف سے کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ہم تو ویسے ہی نامکمل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر مل جائے تو دعا کیا مانگنی چاہیئے؟ میرا خیال ہے کہ اس وقت دعا کا رجسٹر بند کر دینا چاہیئے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ دعا بتائی تھی کہ یا اللہ جو تو نے دینا ہے وہ تو مانگے بغیر دے دے اور جو تو نے نہیں دینا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ بس یہ دعا کافی ہے کہ جو تو نے دینا ہے وہ تو ویسے ہی دے دے اور جو تو نے نہیں دینا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے اور ہم راضی ہیں' ہمیں ایسی زندگی دے دے کہ ہم بھی خوش رہیں اور تو بھی خوش اور راضی

رہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ زندگی کی خوشیاں مناتے جائیں اور کل کو پتہ چلے کہ اللہ ناراض تھا' یا کسی کو خوش کرتے جائیں اور آپ کی زندگی میں مصیبت پڑ جائے۔ اللہ سے عرض تو یہ ہے کہ ایسی زندگی دے کہ ہمارا خوشی سے سفر کٹ جائے اور اللہ بھی ہم پر راضی رہے۔ تو یا اللہ ایسی زندگی دے کہ ہم بھی خوش اور تو بھی خوش یعنی زندگی دینے والا بھی خوش رہے اور زندگی لینے والا بھی خوش رہے۔ یہی عرفان ہے! تو عرفان کیا ہے؟ ماں باپ اور اولاد کو خوش رکھو۔ اولاد کو خوش رکھو گے تو آپ کی دنیا درست ہو جائے گی اور ماں باپ کو راضی کرو تو آخرت صحیح ہو گئی اور عرفان بھی صحیح ہو گیا۔ سر اگر زمین پر آ جائے تو انسان عروج میں جاتا ہے اس لیئے آپ بس سجدہ کرتے جائیں اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ رہیں وارکعوا مع الراکعین؁ اور یہ کہ واسجدوا مع الساجدین۔ تو آپ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو۔ اس طرح اس راہ پر چلنے والوں کے ساتھ راستہ بنا لو۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کدھر چلے ہیں' کہتا ہے کہ اللہ کی طرف چلے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلو وہ کہتا ہے کہ یہ سفر لمبا ہے' اس راستے میں جو مر گیا وہی منزل پہ پہنچ گیا کیونکہ یہ منزل ہی ایسی ہے کہ اس راستے میں جو اللہ کے رجوع میں مر گیا وہ اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ تو عرفان کے راستے میں مرنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ منزل سے مل گئے' لہٰذا آپ اپنا رُخ ٹھیک رکھو اور چلتے جاؤ۔ صحیح رُخ کی Indication کیا ہے؟ Indication یعنی نشانی یہ ہے کہ اللہ کے محبوب پاک ﷺ کی طرف جانا ہے اور یہی صحیح راستہ ہے۔ آپ

اللہ کے پاس جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے محبوبؐ سے محبت کرو اور جب اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جائیں تو حضور پاکؐ اللہ کی محبّت کی تعلیم دیتے ہیں یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ کہو لَا اِلٰہ الا اللہ اور اللہ کا فرمان ہے کہ محمدّ رسول اللہ۔ تو زمین سے اُوپر آواز جاتی ہے لَا اِلٰہ الا اللہ اور آسمان سے آواز آتی ہے محمدّ رسول اللہ۔ بس یہ زمین اور آسمان کا راز ہے۔ تو آپ نے اس طرف جانا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا ہے۔ آپ عرفان کا جھگڑا نہ کریں لیکن آپ صرف چلتے جائیں۔ عرفان جو ہے وہ عارفوں کی سنگت میں ہے۔ جو لوگ آپ کے خیال میں عارف ہیں آپ ان کی سنگت اختیار کر لو۔ میرا خیال ہے کہ وہ اچھے لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ سنا ہو کہ وہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ تو آپ ان کے ساتھ چلتے جائیں۔ اگر آپ کو یہ آج کل نہیں ملتے تو مزار میں ضرور ملتے ہیں۔ آپ مزار پر چلے جائیں اور وہاں کچھ وقت گزار آئیں، مزار کو سلیوٹ کریں، ادب سے جائیں اور ادب سے واپس آ جائیں۔ نقلی طور پر نہ جائیں۔ سیدھے لفظوں میں ان سے کہیں کہ ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ مزار کے بارے میں یاد رکھیں کہ ایک بار یہاں سے دریائے معرفت گزرا ہے اور آج بھی اس کے نشان باقی ہیں اور ہم ان راستوں کے متلاشی ہیں۔ آپ کہیں کہ جو چراغ جلا تھا اس کی روشنی آج بھی باقی ہے اور اسی کی تلاش میں ہم آئے ہیں، اے صاحبِ مزار آپ کو سلام۔ آپ ہم پر نوازشات کا سلسلہ جاری رکھیں، ہم تو غلطی کرتے رہتے ہیں۔ بس آپ اس بات کا دھیان رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ صرف چاول کھاتے جائیں کیونکہ پھر آپ کہیں گے کہ یہ تو رشوت

کی حرام کی کمائی سے لوگ پکاتے ہیں۔ تو آپ اس طرف توجہ نہ کریں۔ آپ ان بے ایمان لوگوں سے نہ ملیں۔ مزار پر یہ نہ دیکھیں کہ عمارت میں کیا ہے' چادر کیسے چڑھائی جا رہی ہے' وہاں کیسے بے وقوف لوگ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ مزار کے اندر تہہ در تہہ رجوع رکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ راز کیا ہے؟ تو آپ اس ذات سے رابطہ کریں جس کے لیئے مزار پر گئے تھے۔ یہ نہ ہو کہ آپ قوّالوں میں کھو جائیں' باہر میلے میں کھو جائیں' تھیٹر' کھانے پینے اور لنگر میں رہ جائیں اور صاحبِ مزار کے لیئے آپ کے پاس وقت ہی نہ رہے۔ پھر یہ ہو گا کہ آپ وہ کام کر آئیں گے جو آپ کو نہیں کرنا تھا اور وہ کام نہیں کر سکے جس کے لیئے آپ مزار شریف پر گئے تھے۔ ایک آدمی اپنے پیرصاحب کے پاس گیا ور عرض کی کہ کوئی وظیفہ دیں یا قصیدہ غوثیہ پڑھنے کا حکم دیں۔ انہوں نے کہا اچھا سوچیں گے۔ کئی دن گزر گئے تو وہ شخص بڑا بیتاب ہوا اور پھر درخواست کی۔ پیر صاحب نے کہا اچھا کل بتائیں گے۔ اگلے دن پیر صاحب نے اسے کچھ پیسے دے دیئے تو وہ کہنے لگا کہ میرا یہ تو مقصد نہیں تھا مگر آپ کہتے ہیں تو میں یہ رکھ لیتا ہوں۔ تو وہ پیسے لے کر گھر چلا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ شخص پیسے کے لالچ میں وظیفہ کرنا چاہتا تھا۔ جس نے پیسے کے لالچ میں وظیفہ کیا تو جب وظیفے سے مؤکّل حاضر ہو گیا تو وہ پوچھے گا کہ کیا حکم ہے؟ اگر اس شخص نے کہا کہ پیسہ چاہیئے تو وہ اسے نقصان پہنچائے گا کیونکہ ایسا شخص دین کے وسیلے سے دنیا مانگتا ہے۔ تو آپ قرآن پاک کی آیات کو وظیفہ نہ بناؤ۔ رمل' عمل' زائچے' پیشین گوئیاں یعنی Foretelling اور لوگوں کو متاثر کرنا صحیح نہیں ہے اور آپ یہ چھوڑ

دیں۔ اللہ کی محبّت میں شدّت کر لیں۔ آرام اور شانتی سے زندگی گزاریں ------ اللہ نے ہر زبان میں عرفان رکھا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ عربی جانتے ہوں۔ جب اللہ نے ہر زبان میں عرفان رکھا ہے تو پھر آپ کو عرفان آپ کی اپنی زبان میں ملے گا۔ عبادت عربی میں فرض ہے' نماز عربی زبان میں فرض ہے' آپ اس کا ترجمہ نہیں کر سکتے اور جس نے ایسا کیا تو بڑا شور مچ جائے گا۔ نماز عربی میں ہی رہے گی۔ کسی اور زبان میں نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ دین میں ہے اس کو ایسے ہی رہنے دیں۔ محبّت ہی کا نام عرفان ہے اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ لینے والا ہے۔ اللہ نے زندگی دی ہے - کسی کی دعا سے کسی کو زندگی مل گئی اور پھر اس نے زندگی لے لی۔ یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں کہ اگر پیر صاحب مہربان ہو جائیں تو پیسہ بڑا آتا ہے اور اگر وہ اور مہربان ہو جائیں تو پھر پہلا پیسہ بھی چلا جاتا ہے۔ اب یہ ان کی مہربانی کے دونوں رُخ ہیں کہ کسی کو دے کے نواز رہا ہے اور کسی سے لے کر اسے نواز رہا ہے۔ کسی کو پیدا کر رہا ہے اور کسی کو مار رہا ہے تو یہ دونوں رُخ صحیح ہیں۔ لیکن ان کاموں کی آپ پرواہ نہ کریں کہ اللہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کسی کو مسافر بنایا' کسی کو مقیم بنا دیا' کسی کو خوب صورت بنا دیا' کسی کو بدصورت بنا دیا' کبھی رات بنا دی اور کبھی دن بنا دیا۔ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ اِدھر سے جو کچھ آرہا ہے ٹھیک ہے۔ بس اللہ سے آپ کی محبّت جاری رہنی چاہیئے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ ہمیں تیرا فضل درکار ہے۔ کس پر ہوتا ہے؟ جس پر فضل ہو گیا وہ مطمئن ہو جاتا ہے' جس پر فضل ہو جائے اس کا تقاضا ختم ہو جاتا

ہے' شکایت دُور ہو جاتی ہے' گلہ دُور ہو جاتا ہے۔ جب فضل ہو جاتا ہے تو ماں باپ راضی ہو جاتے ہیں' بیوی بچے بھی راضی ہو جاتے ہیں' بلکہ سب راضی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے فضل کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ یعنی آپ خود راضی' جب خود راضی تو اللہ تعالیٰ راضی۔

سوال :۔

مسلمان کو اس دنیا میں آخرت کا یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انسان غور کرنے کے لئے لوگوں سے الگ ہو کر بیٹھ جائے اور اپنے اعمال کا حساب کر لے کہ میری بچت ہے بھی کہ نہیں ہے۔ یعنی اس کی آخرت صحیح ہے کہ نہیں ہے۔ پھر جب وہ انسان اکیلا بیٹھے گا تو اس کو اندر سے آواز آئے گی کہ یہ کام غلط ہو رہا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کی پہلے نشاندہی کرے' پھر اس کا ضمیر اس کو Pointout کرے گا' بتائے گا کہ یہ چیزیں غلط ہیں۔ اس کا ضمیر اس کو بتائے گا کہ ابھی آپ نقصان میں ہو' خسارے میں ہو' تو پھر اس کے بعد آپ استغفار کر لیں اور اس سے توبہ کر لیں کہ یا اللہ میری غلطیاں معاف فرما اور تو مجھے غلطی کرنے کی توفیق ہی نہ دے اور نیکی کی توفیق دے۔ تو مقصد یہ ہے کہ اگر ضمیر راضی ہے تو اللہ راضی۔

دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی اور جب بھی آپ اللہ سے رجوع کرنے والی محفلوں میں جاتے ہیں یا جن لوگوں سے ملتے ہیں یا آپ نے جن کو اپنا گائیڈ بنایا ہوا ہے ان سے پوچھ لیں کہ آپ ہم پر

راضی ہیں کہ نہیں ہیں۔ اگر گائیڈ راضی ہے تو پھر اللہ راضی ہے! اس سے بھی ایک اور آسان طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ سے اپنی ماں اگر راضی ہے، اگر وہ کہتی ہے کہ میں راضی ہوں تو پھر آپ کا اللہ راضی ہے! تو اللہ راضی ہو تو ماں راضی ہوتی ہے۔ اس طرح استاد راضی ہو تو اللہ راضی ہوتا ہے۔ جس شخص پر اس کا پیر یا شیخ راضی ہوتا ہے تو اس پر اللہ راضی ہوتا ہے۔ تو پوچھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو آپ اپنے ضمیر سے پوچھیں یا اپنے شیخ سے پوچھیں تو وہ بتا دیں گے۔ اگر آپ کے خیال میں کچھ مسلمان ایسے ہیں جن کو ضرور دوزخ میں جانا چاہیئے تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ پر اللہ راضی نہیں ہے بلکہ آپ کا عقیدہ یہ ہونا چاہیئے کہ سارے مسلمان بخشے جائیں گے اور اگر سارے مسلمان نہیں بخشے جائیں گے تو آپ ان کے لیئے دعا کریں۔ یعنی کہ آپ سب کے لیئے عافیت مانگیں۔ اس طرح آپ خود عافیت والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ جس نے میرا دل دکھایا میں نے اس کو معاف کر دیا۔ تو جس نے سب کے لیئے دُعا کی ہے اس کی بخشش ہو گئی۔ جس کی ماں نے کہہ دیا کہ میں تم پر راضی ہوں تو اس کی بخشش ہو گئی۔ جس کو استاد نے کہہ دیا کہ میرا دل بہت خوش ہو گیا تو اس پر علم کا راستہ آسان ہو گیا۔ اگر پیر صاحب نے کہہ دیا کہ میں آپ پر راضی ہوں تو مرید کی عاقبت سنور گئی۔ تو آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ کس کی خوشنودی کو آپ اپنے لیئے باعثِ رحمت سمجھتے ہیں، تو آپ اس کی خُوشنودی حاصل کر لیں۔ جو چیزیں آپ کو اللہ کا رجُوع کرا رہی ہیں اگر وہ راضی ہیں تو پھر اللہ راضی ہے۔ اگر آپ اپنے دوست کے ساتھ حج پر جا رہے ہیں اور اس سفر میں

وہ آپ پر راضی رہا تو آپ کا حج قبول ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جو اللہ کی طرف Indicate کر رہی ہے' اللہ کی طرف نشاندہی کر رہی ہے' وہ اگر راضی ہو جائے تو اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا تو بڑی آسان ہے۔ اللہ کی رضا کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے جس دل میں حضور پاک ﷺ کی محبّت ہے اس سے اللہ راضی ہے اور وہ دوزخ میں جا نہیں سکتا اور دوزخ میں اس کا داخلہ ممکن نہیں' وہ بے شک کوشش کر کے دیکھے تب بھی نہیں جا سکتا اور اگر وہ دوزخ میں غلطی سے چلا جائے گا تو پھر دوزخ ٹھنڈی ہو جائے گی اور اس کو نہیں جلائے گی۔ اس سے بھی آسان سی بات یہ ہے کہ اب حضور پاک ﷺ سے محبّت جو ہے اگر یہ مشکل بات ہے تو حضور پاک ﷺ کے کسی جانشین سے محبت کر لیں۔ اسی طرح آپ علیؑ سے دل سے محبت کر لیں تو جو علیؑ کا اصلی ملنگ ہے تو وہ تو دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ تو اگر آپ اپنا تعلّق حضور پاک ﷺ' آلِ رسولِ پاکؐ' خلفائے راشدینؓ' صحابۂ کرامؓ' تابعین' تبع تابعین اور وارثینِ انبیاء کرام یعنی بزرگانِ دین میں کسی ایک سے جوڑ لیں تو آپ دوزخ میں نہیں جا سکتے! یہ پکّی اور سچّی بات ہے۔ تو آپ حضور پاک ﷺ کے وابستگان سے تعلّق جوڑ لیں تو آپ دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ جو اللہ کے عشق میں مر گیا وہ شہید ہے اور جو حضور پاک ﷺ کے نام پر مرا وہ بھی شہید ہو گا' جو حضور پاک ﷺ کے عشق میں مرا وہ بھی شہید ہے۔ لہٰذا جو حضور پاک ﷺ کے عشق میں زندہ رہا وہ بھی شہید ہو کے مرا۔ تو حضور پاک ﷺ سے محبّت کرنے والے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ بے

نیاز ہے سب کچھ کر سکتا ہے لیکن وہ اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب نہیں بھیجے گا' پچھلے سب مذہب Cancelled ہیں' ختم کردیے گئے ہیں۔ اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اللہ کی ذات قدیم ہے اور حیّ و قیوم ہے' قیّم ہے اور قائم ہے۔ وہ اوّل سے بھی پہلے ہے اور آخر کے بھی بعد ہے۔ جب وہ قدیم ہے تو اس کی محبّت بھی قدیم ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے درمیان میں اپنی محبّت پیدا کی ہے۔ اس کی محبّت پرانی ہے' قدیم ہے۔ تو اللہ قدیم ہے' اللہ کی محبّت قدیم ہے' اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قدیم اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب بھی قدیم۔ ساری دنیا بنانے سے پہلے یہ سب کچھ بن گیا تھا۔ یہ محبّت کا کرشمہ ہے کہ اللہ جن سے محبّت کرتا ہے وہ جنّت میں چلے گئے اور جو اللہ سے محبّت کرتے ہیں وہ بھی جنّت میں چلے گئے اور جو لوگ حضورپاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبّت کرتے ہیں وہ بھی جنّت میں چلے گئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل سے محبّت کرنے والے بھی جنّت میں جائیں گے۔ تو محبّت جو ہے وہ دوزخ میں نہیں جا سکتی۔ تو یہ محبّت کی بات ہے' سَنگت کی بات ہے اور رجُوع کی بات ہے۔ ایسا مسلمان دوزخ میں نہیں جا سکتا۔

میرے عقیدے اور مشاہدے کے مطابق مسلمان بعض اوقات عبادت چھوڑ جاتا ہے لیکن مسلمان نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبّت نہیں چھوڑی۔ تو لہٰذا دوزخ کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس میں عرفان کی کمی بیشی ہو سکتی ہے' اس کی پہچان کم ہو جائے گی۔ لیکن مسلمان کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا لیکن منافق کے لیئے تو دوزخ ہے۔ آپ

لوگوں کو مبارک ہو کہ آپ صحیح قسم کے مسلمان ہو۔ اللہ نے آپ کو مسلمان بنایا ہے اور وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ آپ اس کا ایک اور ثبوت دیکھو جو یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلطی سے دوزخ میں چلا گیا اور آگے سے اسے کوئی کافر مل گیا تو وہ اس مسلمان کو پکڑے گا اور کہے گا اگر اِدھر ہی آنا تھا تو ہمیں کیوں دینِ اسلام کی دعوت دیتے تھے' ہمیں تو آپ کہتے تھے کہ اسلام میں آ جاؤ کیونکہ اس طرح ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے جب کہ تو خود اِدھر آ گیا ہے' شکر ہے کہ ہم تیرے ساتھ نہیں آئے۔ بلکہ وہ وقت آئے گا جب مسلمان کافر سے کہے گا کہ میں نے کہا تھا کہ دوزخ کے خطرے سے بچ جا اور یہ واضح اور Logical بات ہے۔ مسلمان تو پہلے ہی سرفراز ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کو یہ کہتے ہیں کہ دوزخ میں جاؤ گے تو وہ خود ہی دوزخ میں جائے گا۔ آپ کبھی کسی مسلمان کے لئے دوزخ کی سفارش نہ کریں۔ تو آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ مسلمان کے لئے جنّت ہی جنّت ہے۔ اصل میں جنّت کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت جنّت ہے۔ اور دوزخ کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجنبی ہونا دوزخ ہے۔ تو یہ سیدھی سادی کہانی ہے اور راز کی بات ہے۔ بس یہ محبّت حاصل ہو جائے تو پھر ہر طرح کا یقین حاصل ہو سکتا ہے ----- اب آپ اور سوال کریں۔

سوال :۔

سر! اگر کوئی کسی کے ساتھ برائی کرے اور وہ اس سے بدلہ نہ لے سکتا ہو اور اسے معاف کر دے تو کیا یہ بھی معافی کہلائے گی؟

جواب:۔

اگر تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں بدلہ لینا چاہتا ہوں اور لے سکتا ہوں تو اس میں بدلہ لینے کی خواہش ہے۔ اگر بدلہ لینے کی خواہش نہ ہو تو یہ معافی ہے اور اگر وہ شخص بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے اور وہ بدلہ نہ لے اور یہ خواہش کرے کہ یا اللہ تو بھی اس کو معاف کر اور مجھے بھی معاف کر تو یہ ٹھیک ہے۔ کسی کو پتھر مارا اور اسے چوٹ لگ گئی' اب وہ آدمی بدلے کے لیئے پتھر لے کے اس کی طرف جا رہا ہے اور درمیان میں ایک درویش آ گئے اور انہوں نے کہا کہ میری بات سنو کہ پہلے آپ اس پتھر کو دیکھو جو آپ کو لگا ہے اور پھر آپ اس سے آگے یہ دیکھو کہ یہ پتھر جس ہاتھ نے پھینکا ہے آپ اس کے ساتھ لڑنے کی بجائے یہ دیکھو کہ اصل میں وہ مقدر ہے جس نے آپ پر پتھر پھینکا ہے۔ نہ اس میں ہاتھ Important یعنی اہم ہے اور نہ حادثہ Important ہے۔ تو درویش یہ کہتا ہے کہ آپ مقدّر کو دیکھو اور مقدّر جو ہے وہ قادر نے لکھا ہے۔ اب آپ وہاں رجوع کرو کہ یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے' اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ تو یہ واقعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وادیٔ طائف کے سفر میں واضح ہو گیا۔ وہاں ایسا واقعہ ہوا تو جبریل امینؑ آئے' انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپؐ حکم فرمائیں تو اس بستی کو غرق کر دیا جائے کیونکہ انہوں نے آپؐ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ آج مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولادیں مسلمان ہو جائیں گی۔

یہ سن کے رحمت اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

تو بدلہ کا معنی ہے قہر و غضب۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو ہم معاف کرتے ہیں اور ان کی اولادوں سے کسی کے مسلمان ہونے کی توقع کرتے ہیں اور کبھی نہ کبھی ان کی نسل میں سے مسلمان پیدا ہوں گے۔ اس لئے آپؐ نے وادیٔ طائف کے لوگوں کو معاف فرما دیا تھا۔ اس لئے ہم معافی کا کہتے ہیں۔ آپ دوسروں کو معاف کرو تا کہ آپ کو معافی مل سکے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اپنے غلاموں اور نوکروں کو معاف کیا کرو اور ان کی خطاؤں پر درگزر کر دیا کرو۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ کتنی دفعہ ان کی خطائیں معاف کریں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ دن میں کم از کم ستّر دفعہ تو معاف کیا کرو۔ تو مقصد یہ ہے کہ اس حد تک معافی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اس نے مجھے گالی دی ہے مگر اس نے نہیں دی ہے بلکہ آپ اس میں یہ دیکھو کہ اس کو توفیق کس نے دی ہے۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ تو ناراض نہ ہونا' پھر ہم راضی ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس کو بھول جاؤ کہ اس نے کس کو Instrument بنایا' درمیان کی وجہ کو بھول جاؤ۔ غریبی اگر آئی ہے تو پھر بھی مطمئن رہو کہ اللہ کے قریب رہنے والے بہت سارے لوگ غریب ہیں۔ دولت ملتی ہے تو وہ بھی برداشت کر لو کیونکہ اس سے سخی ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے تو آپ دولت کو برداشت کیا کرو اور غریبی مل جائے تو پھر اطمینان سے وقت گزار لیا کرو۔ عام طور پر اس دور میں غریب جو ہیں وہ ہمیشہ اللہ کے قریب رہنے والے لوگ ہیں۔ تو جو غریب نوازؒ ہیں وہ خود غریب ہی ہوتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں اور فاقہ کرتے ہیں' جب کبھی اسباب آتا ہے تو ہاں تقسیم کر دیتے ہیں اور خود ہمیشہ غریبی میں وقت گزارتے ہیں۔

اصل میں انسان ہے ہی غریب الدّیار۔ غریب کا معنی مسافر ہے' غریب کا اصلی مطلب ہے مسافر' تو انسان غریب الوطن ہے' غریب الدّیار ہے اور پردیسی ہے اور وہ یہاں پر آیا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ انسان غریب رہے گا کیونکہ وہ آیا ہے اور اس نے جانا ہے۔ اصل دیس اس کا وہاں پر ہے جہاں نہ کھانا ہے' نہ پینا ہے' نہ کپڑا ہے' نہ کوئی اور انتظام ہے۔ تو آپ وہاں جاکر دیکھو کہ انسان کیسے پہنچتے ہیں۔ تو اس لئے آپ بالکل بے فکر ہو کے چلتے جائیں۔ بدلہ والی بات اچھی نہیں ہوتی ہے اور اگر بدلہ لے سکنے کی صلاحیّت ہے بھی تو آپ معاف کر دو۔ سخی آدمی وہ ہے جو بدلہ لینے کی پوزیشن میں ہو اور بدلہ نہ لے۔ ایسا آدمی سخی ہے' طاقت ور ہے' اور جرأت والا ہے' ایک بہت بڑی ہستی کو جب شہید کیا گیا تو انہوں نے آخری سانس سے پہلے حکم فرمایا کہ میں نے اس بندے کو معاف کر دیا۔ تو یہ بڑی ہمّت کی بات ہے حالانکہ قاتل پکڑا ہوا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے قاتل کو معاف کر دیا۔ اب وہ جو قاتل کو معاف کر رہے ہیں ان کا تعلّق قاتل سے نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم پہچان گئے ہیں کہ یہ بات ان کی اور اللہ کی بات ہو گئی۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم درمیان میں قاتل کو کیوں Involve کریں' اس کی بات کیوں کریں۔ تو یہ بہت بڑے دلیر اور بہت بڑے عارفوں کی بات ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جھگڑا یہاں نہیں ہے' خط سے جھگڑا نہیں ہے' قاصد سے جھگڑا نہیں ہے بلکہ یہ بھیجنے والے کی بات ہے کہ اس میں اس نے کیا لکھ بھیجا ہے۔ لہٰذا ہر حال میں معاف کر دینا بہت ہی اچھی بات ہے لہٰذا آپ معاف کر دیا کرو ــــــ اور سوال پوچھو۔

سوال :۔

سر! معاشرے میں ہر طرف خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں مثلاً رشوت ہے، تو ایسے حالات میں ہم اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

جواب :۔

آپ ایک بات یاد رکھو کہ نہ نیکی کا راستہ کبھی بند رہا ہے اور نہ کبھی برائی کا راستہ بند ہوا ہے اور نہ کبھی یہ بند ہو گا۔ اگر خدانخواستہ سارا دور خراب ہو جائے تو بھی نیکی زندہ رہے گی اور اگر سب لوگ نیک ہو جائیں تو پھر بھی جوتی چوری کرنے والا آدمی آ جائے گا۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ جن حالات سے آپ دوچار ہو تو ایسے حالات میں بھی لوگ موجود ہیں جو نیکی کر رہے ہیں۔ آج کل ماحول خراب ہے بلکہ بہت خراب ہے، رشوت ہے، چوری ہے اور دفتروں میں رشوت کے بغیر جائز کام نہیں ہوتا تو پھر بھی ایسے لوگ آپ کو ملیں گے جو دیانت داری سے چل رہے ہیں اور چلتے جا رہے ہیں۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو حلال رزق کما رہے ہیں حالانکہ حرام میں بھی گزارہ نہیں ہو رہا ہے۔ تو اس کا طریقہ تو یہ ہے کہ آپ جہاں تک ہو سکے نیکی جاری رکھو، مجبور ہو جاؤ تو وہ الگ بات ہے لیکن ایمانداری کے ساتھ مجبوری کی حد تک تو آپ نیکی کرتے جاؤ۔ اگر نیکی کی حد جو ہے وہ مجبوری کے بعد بھی مشکل ہے تو آپ دیکھو کہ آپ کس طرح کرتے ہو۔ آج کل یہ حال ہے کہ رشوت کے بغیر حج پر بھی نہیں جا سکتے کیونکہ پاسپورٹ نہیں ملتا۔ آپ یہ دیکھتے جاؤ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ آپ حج سے رہ جائیں۔ ایک آدمی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دربار پر گیا تو وہاں پر بڑا رش تھا۔ مار پٹائی اور شور شرابہ دیکھ کر وہ

آگے مزار شریف پر نہیں گیا بلکہ واپس آ گیا۔ وہ جس کام کے لیئے گیا اس کو وہی کرنا چاہیئے تھا۔ یا تو اسے اصلاح کے لیئے بھیجا گیا ہو تو وہ اصلاح کرے کہ ملک میں رشوت کیوں چل رہی ہے۔ آپ کا پرابلم تو یہ ہے کہ آپ اس غلط ماحول میں سے ' تیز آندھی میں اپنے چراغ کو روشن لے کر چلتے جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ بڑا شور تھا' تیز ہوائیں تھیں اور آندھی میں چراغ بجھ گیا۔ بس آپ کا چراغ سلامت رہنا چاہیے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ باہر نکلتے ہی بجھ جائے' پھر آپ لڑائی اور جھگڑا نہ کرنا۔ لوگوں کو برا نہ سمجھو کیونکہ یہیں سے راستہ نکلتا ہے جیسے دریا پہاڑوں سے قطرہ قطرہ' ذرّہ ذرّہ بن کے نکلتا ہے۔ اس کو دریا بننے میں بڑی مشکلات تھیں لیکن ان کے باوجود وہ دریا بن گیا۔ تو یہ جو مشکلات ہیں آپ کو عروج دیتی ہیں۔ راستہ جتنا بھی مسدود ہو لیکن عزم کا راہی کبھی نہیں تھکتا۔ تو آپ عزم کے مسافر بن جائیں۔ اگر آپ اپنے دوست سے ملنے جا رہے ہوں اور راستے میں سخت دشواریاں ہوں' بارش ہو اور طوفان ہو تو عزم آپ کو وہاں پہنچا دے گا۔ اگر آپ وہاں پہنچ گئے تو آپ کو مبارک ہو۔ تو اگر آپ نے دوست کے گھر جانا ہے تو راستے میں جھگڑا نہ کرنا' اپنے بچوں کے پاس جانا ہے تو بھی جھگڑا نہ کرنا' ماں باپ کے پاس جانا ہو تو بھی جھگڑا نہ کرنا۔ تو جس نے خدا کے پاس جانا ہو اس کے لیئے جھگڑا کیسا۔ خدا نے خود آپ کو اپنے راستے پر بلایا ہے' راستے میں رکاوٹ ہے' رشوت والے کھڑے ہیں' کئی مصیبتیں ہیں مگر آپ آخر کار پہنچ جائیں گے۔ اب آپ کیا کہتے ہو؟ اگر اس نے بلایا ہے تو ہر رکاوٹ کو توڑ کر اس تک پہنچو۔ کہتے ہیں کہ معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کے لیئے ایک

آدمی آئے گا۔ وہ رشوت کو ختم کرے گا کیونکہ یہ اس کی ڈیوٹی ہو گی اور وہ اسی کام کے لیئے آ رہا ہے' اس کے پاس طاقت ہو گی اور اسلحہ بھی ہو گا اور اس طرح وہ رشوت بند کر دے گا۔ صرف تبلیغ سے رشوت بند نہیں ہو گی۔ جب وہ سختی کرے گا تو لوگ رشوت سے توبہ کر لیں گے۔ وہ جو حکم دے گا ویسا ہونا شروع ہو جائے گا۔ پھر یہ قوم اسلام میں آئے گی۔ اب دوسرا وقت آنے والا ہے اور پھر تیز ہونے والا ہے۔ پھر وہ جو کہے گا وہ کرائے گا۔ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ جب ایسا وقت آ گیا تو سب کے ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے' مار پڑنی شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ جو کہے گا' وہ ہو گا۔ ابھی تک جو کہا گیا ہے وہ پورا نہیں ہوا کیونکہ ابھی اس لیول کے لوگ نہیں آئے۔ جلد ہی یہ اچھی خبر آئے گی کہ وہ کام کرنے والا آ گیا ہے اور وہ جو چاہے گا کرائے گا۔ ایسا حکم والا آ گیا تو سب رشوتیں اور برائیاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ کی بڑی مہربانی' آپ لوگ رشوت نہ لیا کرو۔ یہ دوسروں پر ظلم ہوتا ہے اور گناہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ اور بیان دینے والے کو دیکھو کہ آج ہی رشوت لی ہے اور رشوت کے خلاف بیان دے دیا ہے' کہتا ہے قوم بڑی غریب ہو چکی ہے' دوسروں کا مال نہ کھاؤ اور خود اس نے دوسروں کا مال کھایا ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ اس لیے ان کی باتوں میں تاثیر نہیں ہو گی۔ ایسے کم لوگ ہیں جنہوں نے سیاست میں مال نہ بنایا ہو یا مال کی نیّت سے سیاست نہ کی ہو۔ تو یہ سارے واقعات ہیں۔ تو اللہ کے حکم سے وہ آدمی آ جائے گا جو کہے گا جن لوگوں نے سیاست میں ایسا کام کیا ہے' ان کے ساتھ یہ

سلوک ہو گا۔ تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی ورنہ ایسے سمجھ نہیں آتی۔ وگرنہ تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص رشوت لے کے بڑی اچھی زندگی گزار رہا ہے' باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ اگر تو رشوت نہیں لے گا تو تیری عاقبت خراب ہو جائے گی اور زمینیں' جائیداد اور کوٹھیاں نہیں بن سکتی۔ جب باپ یہ سمجھائے تو بیٹے کے پاس کوئی دلیل نہیں رہتی۔ تو یہ تو اللہ کی طرف سے کوئی ایسا وقت آئے کہ رشوت لینے والے پر کوئی عذاب آئے ورنہ تو اس وقت رشوت لینے والا Well Placed ہے' اچھے مقام پر ہے اور جس کے پاس رشوت نہیں وہ بے چارہ پریشان ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ پر بھروسہ اور یقین ہو۔ پھر انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ کام مکمل ہو جائے گا۔ تو میں یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ بہت جلد نیک لوگوں کی پذیرائی کا وقت آنے والا ہے اور نیک لوگوں کو اچھی شاباش ملنے والی ہے اور بد آدمی کے ساتھ خراب واقعات ہونے والے ہیں۔

سوال :۔

کیا ظہور مہدی علیہ السلام کا وقت قریب آ رہا ہے؟

جواب :۔

پہلے بھی میں نے یہ کہا تھا کہ اچھے آدمی کے لئے اچھا وقت آنے والا ہے اور بُروں کے لئے بُرا وقت آنے والا ہے۔ ہر دور میں ہدایت دینے والا آتا ہے اور ہر ہدایت دینے والا اپنا چارٹر لاتا ہے اور اپنی کرامتیں لاتا ہے۔ اب یہ کرامت ایسی ہے کہ جو Social Evils ہیں' جو سماجی برائیاں ہیں وہ اس آنے والے شخص کے حکم سے ٹلیں گی۔ اس

کو آپ مہدی کہہ لیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا' مہدی زماں کہہ لو' اپنے دور کا ہدایت دینے والا کہہ لو۔ یہ ہدایت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور سے متعلق ہے یعنی ہدایت وہی ہے جو چودہ سو سال سے چلی ہوئی ہے۔ تو اُنہوں نے ایک نسخہ رکھا ہوا ہے کہ جب ایسا وقت آ جائے تو پھر اس کی باری آ جاتی ہے اور اس کے پاس پوری طاقت ہوتی ہے اور وہ Well equipped, Well furnished ہوتا ہے' پوری طاقت اور انتظام رکھتا ہے۔

تو ایسا شخص تب آتا ہے جب ہر طرف ماحول بگڑ چکا ہوتا ہے۔ اور اس کے آنے سے ہی معاشرہ بدلتا ہے۔ آپ اس کا نام کچھ بھی رکھ لو' بہرحال صداقت کا وقت آنے والا ہے' اس وقت دنیا Sense میں نہیں چل رہی ہے' پچھلا Momentum چل رہا ہے' پچھلا دور چل رہا ہے۔ کیا اللہ موجود ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ چوری نہ کرو اور اللہ دیکھ بھی رہا ہے مگر لوگ چوری کرتے جا رہے ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ چوری نہ کرو لیکن انسان اپنے اکاؤنٹ سے خود چوری کر لیتا ہے۔ اس لئے جب تک اللہ نظر نہ آئے انسان یہ کہے گا کہ اللہ نہیں دیکھ رہا جب کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ پرانے زمانے میں جو جھوٹی قسم کھاتا تھا وہ غرق ہو جاتا تھا مگر آج کل لوگ چند روپوں کے لئے قرآن اٹھا لیتے ہیں اور جھوٹی قسم کھا لیتے ہیں۔ پھر بھی عذاب نہیں آتا۔ اس لئے اب وہ وقت آنے دو جب سارے واقعات ٹھیک ہو جائیں گے۔

سوال :۔

سر! عاجزی کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟

جواب :۔

اپنی عاجزی کو آپ اپنے اللہ کے لیئے رکھیں:۔

تکبر' بڑائی بڑی چیز ہے
رہی عاجزی' سو مری چیز ہے

آپ نے اس طرح اللہ کے سامنے بات کرنی ہے۔ تکبّر صرف ذاتِ باری تعالٰی کو زیب دیتا ہے اور کبریائی اس کو زیب دیتی ہے۔ ہمارے پاس تو صرف عاجزی ہے اور بے بسی ہے۔ ہماری عاجزی یہ ہے کہ ہمارا ہونا ہمارے بس میں نہیں ہے' ہمارا نہ ہونا ہمارے بس میں نہیں ہے' ہماری محبتّیں ہمارے بس میں نہیں ہیں' ہماری محنتیں ہمارے بس میں نہیں ہیں' کمائیاں ہمارے بس میں نہیں ہیں۔ تو عاجزی یہ ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے فضل کے علاوہ عاجزی کا معنی یہ ہے کہ یہ Realization ہے' احساس ہے اس چیز کا کہ ہم ہر طرف سے بلکہ چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں' زمین راستہ نہیں دیتی اور آسمان بھی راستہ نہیں دیتا' ہم مشرق' مغرب اور شمال جنوب کے حصار میں ہیں' وقت کے حصار میں جکڑے ہوئے ہیں یعنی حصارِ وقت ساتھ لگا ہوا ہے اور پھر اللہ کے احکام بھی ہیں۔ اب اگر اللہ چاہے تو اپنا جلوہ دکھا دے تو پھر انسان وقت اور واقعات کے حصار سے نکل آتا ہے اور آزاد ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان جب چاہے' جس وقت چاہے' کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔ اس کو ماضی میں عرفان حاصل ہو سکتا ہے اور مستقبل کا عرفان بھی ہو سکتا ہے۔

اب آپ لوگ اپنے لیئے دعا کرو۔ دعا یہ کرو کہ یا اللہ تو ہمیں

زندگی میں اپنی مہربانی سے اپنا راستہ دکھا۔ اس کے علاوہ اگر ہم کہیں گمراہ ہوں یا بھٹک جائیں تو تو اپنی مہربانی سے ہمیں اپنے راستے کی طرف بلائے رکھ اور ہم پر نوازشیں کرتا جا۔ ہمارے رشتوں اور تعلّقات کی ہمیں آسانیاں عطا فرما اور ہم آسانی سے اپنے فرائض پورے کر لیں۔ یا اللہ تو ہمیں دنیا کا محتاج نہ بنانا اور نہ فضول خرچ بنانا۔ یا رب العالمین مہربانی فرما! یا اللہ ہم پر بہت کرم فرما کیونکہ ہم اپنے اصل سے بہت دور آ گئے ہیں۔ یا اللہ مہربانی فرما! ہمیں اپنے فضل سے نواز اور آنے والے زمانے کی ہر قسم کی وقت سے بچا اور ہم پر رحم فرما۔

صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیّدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

○ ..... ☆ ..... ○
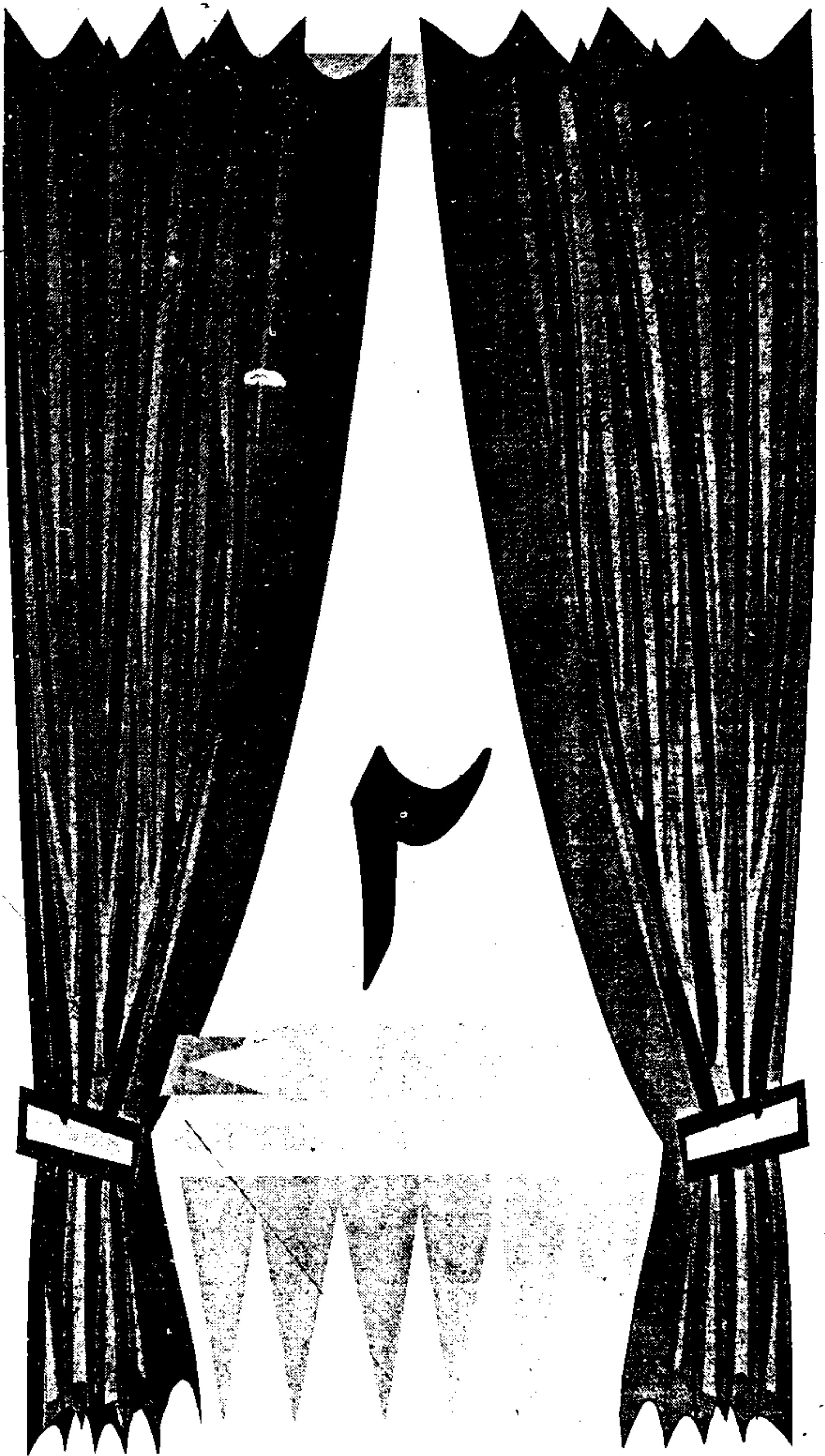
۱ اسلام ہمیں کیا دیتا ہے اور ہم اسلام کو کیا دیتے ہیں؟

۲ کیا انسانی مجبوریوں پر معاشی سائنس لاگو ہوتی ہے؟

سوال :۔

اسلام ہمیں کیا دیتا ہے اور ہم اسلام کو کیا دیتے ہیں؟

جواب :۔

چھوٹے سے کام کے لیئے انسان لمبے سے لمبا سفر کر جاتا ہے اور جن لوگوں کا اس سفر کے بغیر وہ کام ہو گیا' وہ کہتے ہیں کہ وہ سفر ایسے ہی کر رہے تھے اور ان کا سفر تو بیکار تھا۔ اب جس کا کام سفر کے بغیر نہیں ہوتا' اس کے لیئے یہ بیکار نہیں ہے۔ اس لیئے آپ لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کیونکہ پہلے تو آپ کو اپنی بات ہی سمجھ نہیں آتی۔ اس لیئے آپ کو اپنا سفر سمجھ نہیں آ رہا۔ جب تک آپ کو اپنی ضرورت سمجھ نہ آئے تب تک آپ کو اپنا سفر سمجھ نہیں آتا۔ اگر آپ گھر سے کسی کام کو نکلے ہوں اور کام کا اگر پتہ ہو تو پھر آپ کو سفر کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کام کتنے عوض میں ہو سکتا ہے یا ہونا چاہیئے۔ اور اگر کام کا ہی پتہ نہ ہو تو پھر چل سو چل یعنی سفر کرتے ہی جائیں گے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ جی کدھر کو جانا ہے' یہ کیا ہے' اسلام کیا ہوتا ہے اور اسلام کیسے ہے؟ اگر آپ کو پتہ ہی نہ ہو کہ آپ نے اللہ کے دین کو قبول کیا ہے تو آپ یہ کہیں گے کہ اسلام آپ کو Serve کرے' خدمت کرے جب کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو Serve کریں۔ تو جھگڑا تو یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔

آپ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام ہمیں یہ یہ چیز مہیا کرے اور اسلام کہتا ہے کہ پہلے آپ اپنے سر کا نذرانہ پیش کرو' دل سے کوئی نذرانہ پیش کرو' جان پیش کرو تاکہ تمہاری عاقبت سنورے۔ اس لیئے پہلے آپ یہ فیصلہ کریں کہ آپ نے سوچا کیا ہے اور آپ کا مدعا کیا ہے؟ اسلام آپ کا اسسٹنٹ تو نہیں ہے کہ وہ آپ کے سائز کے مطابق کپڑے بنائے۔ یہ اسلام ہے اور اسلام کا مطلب کیا ہے؟ کہ آپ اپنی جان پیش کریں' اگر اس کا دل چاہے تو قبول کرے اور دل نہ چاہے تو رد کر دے' آپ کے اعمال ضائع کر دے۔ حبطت اعمالھم تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تو پھر اگر اس کی مرضی ہو تو وہ اعمال ضائع کر سکتا ہے۔ اس لیئے آپ پہلے یہ سوچ لیں کہ کیا آپ نے اسلام کو قبول کیا ہے اور کیا قبول کیا ہے؟ تو آپ معذرت کے ساتھ اسلام قبول نہ کرنا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے اسلام قبول کیا۔ اس قبول کرنے کی بجائے آپ کافر ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے۔ اللہ کو اس کی پرواہ نہیں ہے کیونکہ اس نے دوزخ وسیع تر بنائی ہوئی ہے' اگر آپ نے اسلام قبول کیا ہے یا کرنا ہے تو پھر آپ پر ہی سارے فرائض آئیں گے۔ اسلام پر کوئی فرض نہیں' وہ آپ کو روٹی دے تب مسلمان' روٹی نہ دے تب مسلمان' باپ مر جائے تب بھی مسلمان رہو اور اولادیں مر جائیں تب بھی آپ مسلمان رہو اور خود مر جاؤ تب بھی تم مسلمان ہی مرو۔ پھر آپ نے اسلام کو چھوڑنا نہیں ہے۔ اسلام نے ایک گارنٹی دی ہے کہ آپ کی عاقبت جو ہے وہ اللہ کے ساتھ ہے' عاقبت جو ہے اللہ کے دیدار میں ہے' عاقبت جو ہے بہشت میں ہے۔ اگر یہ قبول ہے تو پھر اسلام قبول کر لو۔ اب آپ کا

یہ سوال پیدا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام نے کیا دینا ہے اور کیا نہیں دیا؟
دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ نے قبول کیا کیا ہے؟ آپ لمبا سفر کر رہے ہیں اور
دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ نے کیا قبول کر کے سفر کیا ہے' بس پر بیٹھ گئے ہو
تو جانا کدھر ہے' لیا کیا ہے اور کیا کیا ہے؟ یعنی گھر سے جب چلے ہو تو کیا
کرنے چلے ہو' اگر ہینگ کا سودا خریدنا ہے تو ہینگ ملے گی اور اگر کستوری
خریدنی ہے تو کستوری ملے گی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے آپ
اپنے سفر کا مدعا معلوم کریں' مقصد معلوم کریں' پھر اس کے بعد آپ
دیکھیں کہ یہ سفر جو ہے کتنا سارا ہے اور کتنا وسیع ہے۔ ایک آدمی اگر
عمرہ کرنے جا رہا ہے اور عمرے کی کیفیت اس کو حاصل نہیں' وہ پھر بھی
عمرہ کرنے جا رہا ہے تو بہتر ہے کہ پیسے غرق کرنے کی بجائے وہ کسی بیوہ کو
دے دے یا کسی یتیم کو دے دے۔ اس نے پیسے ضائع کرنے ہیں کیونکہ
اس کی نیت عمرہ نہیں ہے بلکہ اس کی نیّت کچھ اور ہی ہے۔ تو مدعا یہ
ہے کہ پہلے اپنی نیّت کو ٹٹول لو اور یہ دیکھو کہ What are your intentions
آپ کا مدعا کیا ہے اور مقاصد کیا ہیں؟ تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ
سفر کیسا ہے اور یہ بھی دیکھو کہ اسلام کو آپ نے قبول کیا ہے کہ نہیں کیا
ہے یا ابھی قبول کرنے کا ارادہ ہے۔ شروع شروع میں جب مسلمان
دعوت دیتے تھے تو کافر کہتے تھے کہ ہمیں دو دن کی مہلت دے دو' ہم
سوچیں گے کہ آپ لوگوں نے جو دعوت دی ہے یہ کیا دعوت ہے؟ وہ پھر
آگے پوچھتے تھے کہ ہمیں اسلام کی بات تو سمجھ آئی ہے اور اب آپ یہ
بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راستے میں مارے گا تو نہیں؟ وہ کہتے تھے کہ نہیں
نہیں' بلکہ اللہ تم پر بڑی مہربانی کرے گا۔ پھر وہ پوچھتے تھے کہ روٹی کس

طرح ملے گی؟ وہ کہتے کہ اللہ رزق دیتا ہے اور وہ ساری کائنات کو پالتا ہے اور وہی پالنے والا ہے' وہ پھر اس کو تسلی دیتے اور تشفی کراتے۔ تو آپ دیکھیں کہ بلالؓ ہمیشہ فاقے میں ہیں اور دعوت یہ دی جا رہی ہے کہ ہم ساری کائنات کو پالنے والے ہیں۔ یہ اس کے لطف کی کہانی ہے۔ تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ آپ نے کیا قبول کیا ہے؟ قبول کرنے والے کی شرط کوئی نہیں ہوتی اور ساری شرطیں نہ قبول کرنے والے کی ہوتی ہیں۔ تو آپ کے پاس کیا ہے؟ شرطیں ہیں یا کہ یہ بات قبول کرلی ہے۔ یہ پہلا اور ضروری پوائنٹ ہے' قبول کر لیا ہے یا ابھی کچھ جانچنا اور پرکھنا باقی ہے۔ اب تک آپ نے کیا کرلیا ہے؟ یہ آپ سوچ لو۔ پھر یہ آپ نہ کہنا کہ مرتے' گرتے' پڑتے قبول کیا ہے۔ تو یہ کیا قبول کیا ہے؟ پھر آپ اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کرو کیونکہ ابھی آپ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اب آپ اسلام کی خوراک ہیں اور پھر آپ کھائے جاؤ۔ پھر اسلام کہتا ہے کہ جو مجھے قبول کر چکے ہیں وہ اپنی جان پیش کریں اور جو قبول نہیں کر چکے ہوتے انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تمہیں پالنے والا ہے' اللہ رازق ہے' اللہ تمہیں بہت کچھ دیتا ہے' اسلام سے تمہاری عزتیں ہوں گی' بادشاہتیں ہوں گی اور باقی سارے واقعات ہوں گے ------ اور جو مان گئے' قبول کر گئے ان کو تو پھر پتہ چلے گا کہ کس طرح مانتے ہیں' وہ لوگ شہید بھی ہوتے ہیں اور ان کے ہاں فاقے چلتے رہتے ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی بڑی مہربانی ہو گئی ہے' اس کا باپ چلا گیا' باقی سارے چلے گئے' سب شہید ہو گئے تو بھی وہ یہ کہتا رہا کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی ہے' اس کا احسان ہو گیا ہے۔ قبول

کرنے والے کی تو یہ کہانی ہے۔ اگر قبول کر لیا ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ اگر موجود لمحے میں، تکلیف دہ لمحے میں، موجود زندگی میں، تلخی والے واقعات میں، آپ کو اس کے احسان کا لطف نہیں آ رہا ہے تو سمجھو کہ ابھی تک آپ نے قبول نہیں کیا۔ قبول کرنے کی تعریف یہ ہے کہ حالات قبول ہوں، مصائب قبول ہوں اور اس راہ پر دشواریاں قبول ہوں۔ جو کھیتوں میں کام کرنے جا رہا ہو اسے پتہ ہوتا ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے، جب اسے پتہ ہے کہ وہ کام کرنے جا رہا ہے تو پھر راستے میں پانی نہ ملے تب بھی وہ برداشت کرتا ہے کیونکہ وہ کام کرنے چلا ہے۔ پھر وہ کام کر کے آ جاتا ہے۔ اب اگر آپ اس سے پوچھیں کہ راستے میں پانی ملا تھا تو وہ کہے گا کہ راستے کا تو مجھے پتہ نہیں، میں تو کام کرنے گیا تھا اور میرا کام ہو گیا۔ تو جب کام ہو گیا تو اس راستے کا کیا بیان کرنا۔ ایسے شخص کا عمرہ بھی ہو گیا اور حج بھی ہو گیا کیونکہ کام کا مقصد موجود تھا۔ اور کام صرف اللہ کی رضا ہے، اگر آپ کو یہ منظور ہے تو پھر کر لیں۔ کام آپ کی رضا نہیں ہے کہ اللہ آپ کو راضی کرتا رہے۔ اگر کبھی اللہ بنفسِ نفیس مل جائے اور اللہ کہے کہ میں اللہ ہوں تو یہ لوگ کہیں گے کہ تو ہمارے دو چار کام کر دے۔ مگر اللہ کہے گا کہ میرے کام کرو۔ یہ لوگ کہیں گے کہ بعد میں یہ فیصلہ کر لیں گے، تیرا کام بعد میں کر لیں گے، دو چار کام ہیں، پہلے تو ہمارے کام کر۔ تو پہلے یہ لوگ اللہ کو کام پہ لگائیں گے۔ اصل میں یہ دقت ہے اور یہ قبول نہ کرنے کی بات ہے۔ قبول کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ مل جائے تو پھر تم فنا ہو جاؤ۔ جب آپ کی زندگی میں اللہ آ گیا اور آپ ابھی تک وہیں اکڑے ہوئے ہیں تو پھر

آپ نے کیا قبول کیا ـــــــ یعنی اللہ آ گیا اور آپ ابھی بیٹھے ہیں' تو پھر تو یہ گستاخی ہے۔ اگر اللہ ہے تو پھر بندے کو نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مالک سے تعلّق ہے تو تقاضے کا تعلّق نہیں ہونا چاہیئے' تنازعے کا تعلّق نہیں ہونا چاہیئے' اختلاف کا تعلّق نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تسلیم کا تعلّق ہونا چاہیئے۔ اس لیئے اگر آپ کو حالات قبول نہیں ہیں تو سمجھو کہ آپ نے باضابطہ اللہ کو قبول نہیں کیا' اللہ نے صرف یہ وعدہ کیا ہے کہ میرا تمہارے ساتھ تعلّق ہے اور اس میں دینے لینے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اب اس کی مرضی ہے جیسے حالات کر دے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی درویش مل جائے اور اسے کہا جائے کہ بابا جی کوئی دعا فرمائیں تو وہ کہتا ہے کہ اللہ کرے تیرے پاس "کچھ" نہ رہے! یہ کیا چیز اس نے دی ہے' دعا دی ہے' اس درویش نے یہ دعا دی ہے اللہ کرے تیرے پاس کچھ نہ رہے۔ مانگنے والے نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کہہ دیا تو درویش کہتا ہے کہ کہاں تک حساب جوڑتے رہو گے اور حساب دیتے رہو گے۔ جس طرح دنیا کا حساب یہاں دینا مشکل ہے' اس طرح آگے حساب دینا بھی مشکل ہے' اس لیئے تو حساب سے "لا حساب" ہو جا اور بے حساب ہو جا۔ حساب والا یہاں بھی مشکل میں ہو گا اور آگے بھی۔ بے حساب ہو جانا اللہ کی مہربانی ہے وترزق من تشاء بغیر حساب جس کو ہم چاہتے ہیں بغیر حساب کے رزق دیتے ہیں' اگر بغیر حساب کے رزق مل جائے تو پھر حساب کی کیا ضرورت ہے۔ تو اگر حساب کے بغیر کچھ مل جائے تو پھر حساب کی کیا ضرورت ہے۔ اس لیئے اب یہ دیکھنا ہے کہ اگر تو اللہ دیتا ہے تو پھر تو حاصل کی غلطی نہیں ہے اور اگر آپ نے اللہ کے علاوہ خود

حاصل کر لیا ہے تو پھر آپ نے قبول نہیں کیا۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ پھر آپ نے قبول نہیں کیا۔ اور اگر قبول کیا ہے تو پھر حاصل وہ ہے جو اللہ کی عطا ہے۔ تو قبول کرنے والے کا حاصل کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ کی عطا ہوتی ہے اور قبول کرنے والے کا حاصل خطا نہیں ہوتی۔ بات سمجھ آ گئی ناں۔ قبول کرنے والا پہلے تو قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو ہر طرح کے حالات میں لطف آتا ہے چاہے جن حالات سے بھی وہ گزرے' ابتلاء میں سے گزرے' چاہے اچھے حال سے گزرے' خوشی ہو تو الحمد للہ' غم ہو تو الحمد للہ' اگر کچھ ہو تو الحمد للہ اور کچھ نہ ہو تو الحمد للہ' کوئی مرجائے تو الحمد للہ کیونکہ جنازہ پڑھنے والے بھی چلے جاتے ہیں۔ انا لِلّٰه وانا الیه راجعون۔ قبول کرنے والے کا یہ طریقہ ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ جانا کہاں ہے' جس نے بھیجا ہے اسی کے پاس جانا ہے اور جو ہمارے پاس رہتا ہے اسی کے پاس ہم رہتے ہیں' جب یہاں وہ ہمارے ساتھ ہے تو ہم وہاں بھی اس کے ساتھ ہیں اور اس کے ہاں' یہاں وہاں تو ہوتا ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ سورج سے پرے تو رات ہی نہیں ہے۔ یہ رات دن تو یہاں اس دنیا کے چکر ہیں۔ ورائے شمس کوئی دن رات نہیں ہوتا۔ جہاں سورج ہو وہاں دن رات ہوتے ہیں' جہاں ہمیشہ سورج نہ ہو وہاں دن رات نہیں ہوتے۔ تو جہاں سورج نہ ہو تب دن رات نہیں ہوتے۔ سورج سے بہت دور دن رات نہیں ہوتے۔ تو پھر دن رات کہاں ہوتے ہیں؟ یہ سورج کے نظام میں ہی دن رات ہیں۔ سورج سے آگے کچھ نہیں ہے۔ یہ اختلافِ لیل و نہار جو ہے یہ زیرِ شمس ہے اور ورائے شمس جو ہے وہاں اختلافِ لیل و نہار نہیں ہے۔ اس لیئے وہاں کی زندگی

ان شب و روز کی طرح نہیں ہے جیسے یہاں شب و روز ہوتے ہیں۔ تو وہاں ہونا یا نہ ہونا اور طرح کا ہوتا ہے۔ یہ معمولی سی بات ہے اور یہ سمجھ آ جائے گی، سائنس کو بھی سمجھ آ جائے گی۔ تو اگر آپ کو مدعا سمجھ آ گیا تو پھر سفر کی صعوبت کوئی نہیں ہے کیونکہ صرف مدعا ہی پورا کرنا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ہارس اینڈ کیٹل شو پہ میلہ دیکھنے ضرور جاؤں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میلہ دیکھنا تو ہے لیکن راستہ دشوار ہے تو وہ شخص میلہ نہیں دیکھے گا۔ میلہ دیکھنے والے یہ سوچ لیتے ہیں چاہے راستہ دشوار ہو یا جیب کٹ جائے، میلہ ضرور دیکھنا ہے۔ تو اس کا مدعا میلہ دیکھنا ہوتا ہے۔ اگر مدعا معلوم ہے تو سفر کا گلہ نہ کرو۔ اگر قبول کر لیا ہے تو پھر بھی گلہ ناجائز ہے کیونکہ آپ نے یہی زندگی قبول کرنی ہے اور اگر آپ اللہ کے ساتھ متعلق ہیں تو اس نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا، آپ ہر حال میں اس کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اس سفر میں ہر چیز ادھر سے آ رہی ہے۔ یا پھر ہر چیز آپ خود کر کے دیکھیں۔ اس نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ یا تو آپ خود کریں یا پھر اللہ کی طرف سے ہونے دیں۔ اب یہ بات مشکل ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ کریم کر رہا ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔ کبھی ہمارے دم سے کائنات چلتی ہے، کبھی کائنات کے دم سے ہم چلتے ہیں۔ بس یہ مشین ایسی ہے کہ کبھی سیدھی چلتی ہے اور کبھی دوسری طرح۔ اگر انسان نہ ہوتا تو یہ کائنات کیا ہوتی۔ کائنات کا شرف ہی انسان ہے۔ یہ بس اللہ کو پتہ ہے کہ اس نے کائنات کے لیئے انسان بنایا یا انسان کے لیئے کائنات بنائی۔ تو یہ اللہ کو پتہ ہے یا پھر اللہ کے حبیبؐ کو پتہ ہے کہ کون کس کا جواز ہے؟ کائنات انسان کی

تخلیق کا جواز ہے یا انسان کائنات کی تخلیق کا جواز ہے؟ کائنات مقدّم ہے یا انسان تقدیم میں ہے؟ اب آپ یہ بات سوچیں کہ مالک کا کیا منشاء ہے؟ اگر تو انسان مقدّم ہے تو کائنات اس انسان کے زیرِ نگیں ہے یعنی جو بھی انسان اشرف ہو۔ اور فیصلہ یہ ہو چکا ہے کہ اشرف تو پھر آپؐ ہی ہیں' اشرف تو حضور پاک ﷺ کی ذات ہے۔ لہٰذا یہ کائنات ان کے زیرِ نگیں ہونا لازم ہے۔ اور اگر یہ کائنات اس شرف کے زیرِ نگیں ہے جو اشرف کے پاس ہے تو پھر کائنات اس کے دم سے ہے اور پھر کائنات آپؐ کے مطابق چلے گی۔ پھر وہ جو آپؐ سے واصل ہیں' ملنے والے جو ہیں' وہ کائنات پر حاوی ہیں اور کبھی کائنات ان پر حاوی۔ کیونکہ کائنات کا خالق وہ اللہ ہے جو کبھی کبھی اپنی محبت کو بھی نظرانداز کر جاتا ہے۔ وہ مالک ہے ناں' اس لیئے کبھی وہ شانِ بے نیازی میں آ جاتا ہے۔ بس یہ اس کی شان ہے کہ اس کے پاس ایک "ڈھاڈا پن" ہے کہ وہ بے نیاز ہے' اور وہ اللہ آپ کا ہے' مان جاتا ہے اور جب اس کے آگے سر جھکا دو تو وہ راضی ہو جاتا ہے بلکہ بچوں کی طرح راضی ہو جاتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میں وہ اللہ ہوں کہ میں بے نیاز ہوں تو یہاں آ کے انسان کا خیال پھر دم توڑ جاتا ہے کیونکہ وہ بے نیاز ہے۔ یہاں سب دم توڑ جاتے ہیں اور یہاں پر کسی کو لاڈ پیار کی اجازت نہیں ہے۔ تو وہ بے نیاز ہے' جو چاہے کرے اور جیسا چاہے کرے' چاہے تو آپ کو پیسے دے اور چاہے تو کہے کہ مجھے اڑھائی فی صد دے دو۔ گرچہ وہ خود مالک ہے اور خود کہتا ہے کہ مجھے تھوڑا قرضِ حسنہ دے دو۔ اب یہ اس کے کام ہیں اور اس کی بے نیازیاں ہیں' کبھی راضی ہونے پر آئے تو ایک تنکے پہ

راضی ہو جائے اور ناراض ہونے پر آئے تو بادشاہ سے ہی ناراض ہو جائے۔ یہ اس کی شان ہے کہ کس گھڑی کیا ہو جائے۔ یہ اس کی شانِ ربوبیت ہے۔ اگر آنے پہ آئے تو ایسی بارش کر دے کہ سیلاب ہی آ جائے اور بارش نہ لائے تو پھر قحط سالیاں ہی کر دے۔ وہ ضابطے میں نہیں آتا' پابند نہیں ہے۔ اُس لیئے کبھی کائنات بندے پہ حاوی ہو جاتی ہے اور کبھی بندہ کائنات پہ حاوی۔ سارے انسان اس کے دم سے ہیں اور یہ Ultimately ' آخر کار ایک ہی واقعہ ہے۔ یا اس کو آپ یوں سمجھ لیں کہ جب آپ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو بنایا' آپ کو آنکھیں دیں ہیں' اب جو اللہ نے آنکھیں عطا فرمائی ہیں تو آپ کو ان آنکھوں کی کیا ضرورت تھی؟ یہ آپ اپنے آپ سے پوچھیں کہ مجھے آنکھوں کی کیا ضرورت تھی؟ اب آپ کو خود ہی جواب دینا پڑے گا کہ آنکھوں کی کیا ضرورت تھی؟ ایک تو یہ ہے کہ کسبِ معاش کے لیئے آپ نے راستے تلاش کرنے ہیں اور کسبِ معاش جن راہوں سے تلاش کرنا ہے وہ راہیں اللہ کریم پیدا کر چکا ہے۔ جن چہروں سے آپ نے دوستی تلاش کرنی ہے' وہ چہرے پیدا فرما چکا ہے' گویا کہ اللہ کریم آپ کی آنکھوں کی ضرورت کو پہلے پیدا کر چکا ہے' کہیں وہ ضرورت چاند ہے' کہیں سورج ہے' کہیں ستارے ہیں' حتیٰ کہ آپ کی ضرورت اندھیرا بھی ہے' روشنی بھی ہے بلکہ سب کچھ ہے۔ گویا کہ اگر آپ کی آنکھیں ہیں تو ان آنکھوں کی ضرورت کے لیئے پوری کائنات انتظار میں ہے۔ تو آپ مقدّم ہوئے اور یہ کائنات تاخیر میں ہے یعنی بعد میں آتی ہے۔ کائنات میں اللہ نے چونکہ سورج چاند بنایا تھا تو اس نے کہا

کہ کوئی دیکھنے والا پیدا کیا جائے' پھر آپ کو آنکھیں دے دیں کہ اب آپ دیکھیں۔ تو یہ کائنات پہلے اور آپ بعد میں ہیں۔ آپ کا تصوّر تو یہی ہے ناں کہ شرف والے انسان یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس صفات پہلے ہیں اور کائنات کی تخلیق بعد میں ہے۔ اور آپ کے لئے کیا ہے؟ کائنات پہلے ہے اور آپ بعد میں ہیں۔ اب آپؐ اس کائنات سے اللہ کی صفات کا جائزہ لیں' یہ آپ کی پہچان ہے' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو دین دے رہے ہیں اور آپ لوگ دین وصول کر رہے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے آپ کو نواز رہے ہیں کیونکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے کلام سے ڈائریکٹ آشنا نہیں ہیں۔ آپؐ ذریعہ ہیں' میڈیم ہیں۔ یہ وہی قرآن ہے جو حضور پاکؐ پر نازل ہوا اور یہ ہمارے سینے میں پورا محفوظ ہے۔ تو پھر نازل ہونے والے اور پڑھنے والے میں کیا فرق رہ گیا؟ یہ بہت بڑا فرق ہے۔ اگر قرآن پورے کا پورا آپ کے سینے میں محفوظ ہو چاہے با معنی بلکہ باتفسیر ہی ہو لیکن جہاں نازل ہوا اور جہاں محفوظ ہوا' اس میں بڑا فرق ہے۔ تو اس لئے نازل ہونے کا عمل جو ہے مقدّم ہے اور قرآن فہمی کا عمل جو ہے یہ بعد کی بات ہے۔ عین ممکن ہے کہ قرآن جاننے والا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اتنی محبت نہ کرے جتنی قرآن نہ جاننے والے کو محبت ہو۔ لہٰذا قرآن کا پڑھنا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی ضمانت نہیں ہے۔ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ہو گئی تو سارا قرآن سمجھ آ جائے گا۔ اب یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو محبت ہے' یہ عطا ہے اور یہ کسی علم کا نام نہیں ہے۔ تو جو اللہ کے دین کو مانتا ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کو

اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ اگر آپ کا ایمان جو ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے علاوہ کسی چیز پر ہے تو پھر آپ نے دین قبول نہیں کیا اور جب دین قبول نہیں کیا تو ساری دِقتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کو کیا چاہیئے؟ جب دِقت ہو تو پھر سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جب یہ بات قبول ہو جائے' سمجھ آ جائے یا منظور ہو جائے تو پھر زندگی میں دِقت کوئی نہیں رہتی۔ جس نے قبول کر لیا اس کے لئے دِقت کوئی نہیں ہے۔ پھر آپ گلہ نہیں کر سکتے۔ یا پھر ابھی اسلام قبول کرنا ہو تو پھر گلہ کر سکتے ہیں۔ اسلام آپ قبول کر چکے ہیں اور شکر ہے کہ قبول کر چکے ہیں اور آپ پر یہ مہربانی ہو چکی ہے۔ اب آپ اللہ کے حکم میں ہیں۔ انسان اپنے آپ کو بڑا آزاد سمجھتا ہے' آزاد خیال سمجھتا ہے مگر آپ یہ دیکھیں کہ اگر ایک بندہ ایک جزیرے میں آزاد چھوڑ دیا جائے اور اسے کہا جائے کہ تم آزاد ہو' اب آپ دیکھیں کہ چاروں طرف سے پانی میں گھرے ہوئے جزیرے مین وہ آدمی کتنا آزاد ہے۔ اگر یہ بات سمجھ آ جائے تو یہی کچھ آپ کی زندگی ہے یعنی جزیرے کا جزیرہ ہے۔ اگر بھاگنا چاہیں تو بھی اپنے لباس سے باہر نہیں بھاگ سکتے' دوڑنا چاہیں تو پھر اپنی سانس کے اندر ہی دوڑیں گے۔ اگر آپ بہت زیادہ ناراض ہو جائیں گے تو صرف اپنے رشتے داروں پر ہو سکتے ہیں اور اگر غیر پر ناراض ہوں گے تو وہ آپ کی گردن توڑ دے گا۔ غیر آپ کو کب غصہ کرنے دے گا۔ یہ تو اپنے ہی ہوں گے جو آپ کو ناراض ہونے کا موقع دے دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پہلے ہی سے پابند ہیں مثلاً" آپ کی زندگی جو ہے' چوبیں گھنٹے میں خود بخود آپ کا عمل Repeat ہوتا ہے اور یہ آپ کی

مجبوری ہے' یہی آپ کی زندگی کا جزیرہ ہے کہ اللہ کی مرضی کے علاوہ' الاّ بسلطان آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ چوبیں گھنٹے میں عمل Repeat ہوتا ہے' دہرایا جاتا ہے کہ آج اگر رات کو آٹھ بجے نیند آ رہی ہے تو کل بھی آٹھ نو بجے کے قریب ہی نیند آ جائے گی۔ تو اس طرح عمل Repeat ہو گیا' دوبارہ ہو گیا۔ اگر آج صبح ناشتے کے وقت بھوک لگی ہے تو کل بھی اسی وقت کے قریب کچھ نہ کچھ بھوک کا ہنگامہ ہو گا' آج آپ بیگ اٹھا کر فٹا فٹ دفتر نو بجے جو گئے ہیں تو کل بھی تقریباً" نو بجے آپ یہی کچھ کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر کچھ بتائے ہوئے چوبیس گھنٹے میں عمل Repeat ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کی کل آزادی ہے۔ تو یہ کیا آزادی ہے؟ کیا یہ آزادی ہے' اگر بچپن میں آپ کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جاتا تھا تو آپ روتے تھے' کھلونا ٹوٹ گیا تو آپ روتے تھے' پتنگ کٹ گئی تو آپ روتے تھے' پیسے گم گئے تو آپ روتے تھے' امتحان میں فیل ہو گئے تو روتے تھے ------ آپ کے پاس ہر عمل کا ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے رونا ------ یہ ہے آپ کی مجبوری۔ کتنی پابندی ہے کہ آپ کے پاس دوسرا کوئی اظہار نہیں ہے۔ آپ اس بات کو سمجھیں کہ آپ کی زندگی کتنی محدود زندگی ہے' بے شمار علم بدل گئے لیکن آپ کے پاس ایک ہی رد عمل ہے' بے شمار علم بدل گئے لیکن آپ کے پاس ایک ہی عمل ہے کہ والد فوت ہو جائے تو رونا ہے اور پیسے گم ہو جائیں تو بھی رونا ہے۔ تو آپ کے پاس اظہار محدود ہے' اور آپ کے پاس اظہار پابند ہے۔ انسان جکڑا ہوا ہے۔ تو اب انسان آزاد کہاں سے ہو گا۔ یعنی کہ آپ اندازہ لگائیں کہ اگر گھر میں مہمان آ جائے تو بڑی

خوشی ہوتی ہے' اب خوشی آپ کے گھر میں ہے اور پیسہ کس گھر میں جانا ہے؟ مٹھائی والے کے گھر میں پیسہ چلا جائے گا۔ آپ کے گھر میں اگر بیٹا پیدا ہوا ہے تو پیسے کس کے گھر میں جائیں گے؟ مٹھائی والے کے گھر میں۔ آپ کی جو بھی خوشی ہو گی تو پیسہ دوسرے کے گھر میں جائے گا۔ آپ کا اظہار مٹھائی والوں نے لے لیا ہے۔ اگر پیر صاحب کا عرس ہو تو پھر مٹھائی ہو گی اور پیسہ اس کے گھر میں جائے گا یعنی آپ کے اظہار کا ذریعہ اس نے لے لیا ہے۔ اسی طرح کبھی آپ کے غم کو ڈیکوریٹ کرنے والے آ جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ اس غم کے لیئے کیا دوا چاہیئے تو دوسرا کہے گا کہ فلاں دوائی چاہیئے کیونکہ یہ اتنے درجے کا غم ہے۔ اسی طرح مٹھائی بھی کئی قسم کی ہوتی ہے مثلاً" منگنی کے لڈو اور طرح کے ہوتے ہیں اور شادی کے لیئے اور طرح کی مٹھائی ہوتی ہے۔ تو کہیں خوشی بیچنے والی دکانیں بن جائیں گی اور کہیں غم بیچنے والی دکانیں بن جائیں گی۔ مدعا یہ ہے کہ آپ کا اظہار پھر بھی بہت محدود ہے' اگر آپ کو بہت ہی بھوک لگ گئی ہو' انسان کو بھوک لگتی ہے ناں' آپ محدود ہیں اور آپ بغیر بھوک کے رہ نہیں سکتے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ مصیبت میں گھرا ہوا ہوں کیونکہ مجھے تو بھوک لگ جاتی ہے' جس آدمی کو بھوک لگ جائے وہ اگر زیادہ سے زیادہ ناراض ہو گا بھی تو بھوک سے پہلے تک ہی ناراض ہو گا اور بھوک کے بعد راضی ہو جائے گا۔ وہ کہے گا کہ لڑائی کو دفع کرو' پھر کر لیں گے' پہلے کھانا کھاؤ۔ تو گویا کہ بھوک تک لڑائی ہے یا بھوک ہی کی لڑائی ہے' تو دنیا کے اندر عظیم جنگیں' بھوک کی وجہ سے ہوئیں اور عظیم انقلاب' بھوک کی وجہ سے آئے۔ پیٹ کی

بھوک کے لیئے یہ سارے واقعات ہیں۔ دنیا کی بے شمار تاریخ جو ہے یہ بھوک کی کہانی ہے' بے شمار فلسفے' معاشیات اور معیشت کے واقعات ہیں۔ تو یہ بھوک جو آپ کو لگتی ہے یہ پابندی ہے۔ نیک بندہ تو یہیں سمجھ جائے گا کہ میں پابند ہوں' وہ سر جھکا دے گا اور اگر کوئی آزاد ہے تو وہ کہے گا کہ کوئی بات نہیں بھوک لگی ہے تو دیکھا جائے گا۔ اب وہ جو نیک آدمی ہے وہ دانا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ بھوک تو ہے لیکن ہم آزاد نہیں ہیں۔ آزاد آدمی اپنی بھوک کو مٹانے کے لیئے جزیرے کا سفر شروع کرتا ہے۔ اب جزیرے میں جو چیز اُگی ہے وہ صرف اس چیز سے اپنی بھوک مٹا سکتا ہے اور جو چیز نہیں اُگی اس کا تو اسے پتہ ہی نہیں۔ لہٰذا پھر گندم کی گندم رہ جاتی ہے اور انسان پھر پابند کا پابند کہ وہ بھوک مٹانے کے لیئے گندم Try کرے یا پھر چنے Try کرے' اگر یہ نہیں تو پھر باجرہ تو ہے ہی سہی۔ گویا کہ جو کچھ اگا ہوا ہے اسی سے آپ کا کام چلنا ہے۔ اور جو اگا ہوا ہے یہ آپ کی آزادی نہیں ہے بلکہ یہ اس کی مہربانی ہے۔ اب جو محدود چیز ہے' Limited ہے' وہ آپ کھا سکتے ہیں۔ تو گویا کہ یا تو آپ کے لیئے پروڈکشن محدود ہے یا پھر ضرورت محدود ہے اور سپلائی محدود ہے' یا پھر ڈیمانڈ محدود ہے۔ تو گویا کہ آپ دونوں طرف سے پابند ہیں اور آپ وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے جو موجود نہیں۔ آپ کی بھوک جب بھی کائنات سے رجوع کرے گی تو آپ اپنی کائنات کو لیمٹڈ یا محدود پائیں گے۔ میں آپ کی ذاتی کائنات کی بات کر رہا ہوں' آپ کی کائنات محدود ہے کہ آپ کو گندم کھانی پڑے گی۔ اب انسان گندم کو کچا کھائے گا یا اس کو گرم کر کے کھائے گا یا پھر اس کو پیس کے کھائے گا' سٹارچ

کھائے گا اور نشاستہ کھائے گا۔ یہ اس کی مرضی ہے جیسے کھائے۔ تو جو چیز موجود ہے اسی پر گزارہ ہو گا یعنی جو سبزی اگی ہوئی ہے وہ کھا لیں، گھاس اگی ہوئی ہے تو گھاس کھا لیں۔ پالک اگی ہوئی ہے تو پالک کھا لیں۔ تو آپ کسی نئی دنیا کا تجربہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ یہاں پر آپ ہر طرف سے پابند ہیں۔ اگر آپ کا ذہن رسا ہو گیا ہے تو آپ ایسی رسائیاں تو ڈھونڈ لیں جو آپ کو اس کی داد دے دیں۔ ایسا داد دینے والا چاہیئے ورنہ بھینس کو تو آپ بین نہیں سنا سکتے۔ دانائی جو ہے وہ ہمیشہ دانائی کی تلاش کرے گی، اور پھر انسان وہیں کا وہیں محدود۔ جس کو اپنے اچھے چہرے، خوشگوار چہرے کو دیکھنے کا شوق ہے کیونکہ یہ چہرہ خوب صورت ہے تو پھر آپ چہرہ دیکھنے والا تلاش کریں۔ وہ بھی یہاں ہی ملے گا۔ اگر شادی کی ضرورت ہے تب بھی یہاں ہی ملے گی۔ آپ نے کئی لوگ دیکھے ہوں گے جو یہ کہتے ہیں کہ پیر صاحب نے دعا کی تھی مگر بیٹی پیدا ہو گئی اور بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ اور جس کا بیٹا پیدا ہو گیا وہ اس وقت تو بڑا خوش ہوتا ہے مگر کچھ عرصے کے بعد شادی کے لئے کسی کی بیٹی اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کسی کا بیٹا کسی کی ضرورت ہوتا ہے۔ پھر بیٹیاں بیٹے الگ ہو جاتے ہیں اور ماں باپ حیران پریشان رہ جاتے ہیں۔ تو بیٹے اور بیٹی والے دونوں پابند ہیں۔ تو یہ الگ صورتیں پیدا ہو گئیں۔ نہ بیٹی آپ کی مجبوری ہے، نہ یہ آپ کا حق ہے اور نہ بیٹا آپ کا حق ہے، یہ دونوں کسی اور کی ضرورت ہیں اور ان کا کوئی اور ہی پراسیس ہے۔ یہ کوئی اور ہی واقعہ چل رہا ہے۔ اور آپ یہاں پھر پابند ہیں۔ آپ ایک واقعہ پر غور کریں۔ ایک آدمی کے پاس پیسوں کی تھیلی ہوتی ہے، وہ

چاہے تو یہ تھیلی اولاد کو دے دے یا پھر سنبھال کے رکھے۔ ایک روز عزرائیلؑ اس کے پاس آ کر اطلاع کرتا ہے کہ چلنے کا ٹائم ہو گیا ہے تو وہ عزرائیلؑ کو وہ تھیلی دیتا ہے کہ اسے آگے پہنچا دو کیونکہ میں یہ کسی کو نہیں دینا چاہتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو آگے نہیں جا سکتی۔ تب وہ انسان کہتا ہے کہ میں تو بے وقت ہی مر گیا' "بے ٹائمے" ہی مارا گیا اور میرا جنازہ بھی خراب ہو گیا۔ اس لیے آپ لوگ "بے ٹائمے" نہ مرنا' اپنے جنازے خراب نہ کرنا اور اپنی تھیلیاں دے کے جانا کیونکہ تھیلی نے آگے نہیں جانا بلکہ کوئی مال آگے نہیں جائے گا۔ اس لئے وہ پرانے لوگ جو تھے وہ بڑے اطمینان سے اور خاموشی سے مر گئے۔ وہ بڑے اچھے تھے بلکہ بہت ہی اچھے تھے' بہت ہی سادہ تھے' بہت ہی نیک تھے' ان کو موت تکلیف نہیں دیتی تھی اور ان کے لئے موت آسان تھی لیکن آپ کی زندگی مشکل ہوئی پڑی ہے۔ آپ اس بات پر ضرور غور کریں اور یہ سارے اللہ کے کام ہیں۔ اب آپ کو میں نے جتنی باتیں بتائی ہیں وہ آپ یاد رکھیں۔ ایسا آدمی جس میں یہ باتیں ہوں سمجھو کہ اس نے دین کو قبول کیا ہے۔ اور اب آپ کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ قبول کرنے والوں کا طریقہ یہی ہے کہ جتنا خیال آپ کو بتایا ہے اس خیال کے لئے دعا کی جائے کہ یا ربّ العالمین! یہ خیال ہمیں سمجھ آ جائے اور یہ بات سمجھ آ جائے۔ اگر یہ بات یاد رہ جائے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ یہ خیال سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ بس یہ راز کا حصہ ہے کہ اس نے یہیں پر سارا کچھ پورا کرنا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی آزادیوں نے اسی میدان سے سفر پورا کرنا ہے اور یہ میدان بذاتِ خود پابند ہے۔ نگاہ کو اگر

جلووں کی بھی پیاس ہے تو وہ بذاتِ خود ایک محدود واقعہ ہے۔ اگر آپ کو دوست بنانے کی آزادی ہے تو وہ جو Available Stuff ہے، موجود لوگ ہیں وہ بھی محدود ہی ہوں گے۔ آپ کے پاس جو وسائل ہیں، جو حاصل ہے اور جو پیسے ہیں، آپ ان کے بارے میں ایسے ہی مشکل میں پڑے ہوئے ہیں، تلخ ہو رہے ہیں کیونکہ یہ چیزیں وہاں آگے بے معنی ہیں۔ یہاں صرف آپ کے ہاں کا واقعہ ہے۔ جو واقعہ آپ کو اپنے سامنے نظر آ رہا ہے یہ آپ کی زندگی میں ہو رہا ہے اور یہ واقعہ تو وہاں آگے ہے ہی نہیں۔ جس نے آپ کو اس دنیا کے کام پہ بھیجا ہے اس نے یہ تو پوچھنا ہی نہیں ہے۔ آپ اس سے اگر کہیں گے کہ میں راستے میں رک گیا تھا، واقعات کمزور ہو گئے تھے، بچوں کے پرابلم تھے مگر یہ واقعہ تو اس نے Accomodate نہیں کیا ورنہ وہ یہ کہتا کہ جس کے دس بچے ہوں اس پر نماز معاف کر دی جائے، یہ آسان بات ہے کہ دس بارہ بچوں والا نماز کیسے پڑھ سکتا ہے! مقصد یہ ہے کہ اس نے یہ کسی کو نہیں کہا۔ یا وہ یہ کہتا کہ غریب پر روزے فرض ہی نہیں اور وہ عید نہ کرے کیونکہ غریب کے لیئے عید کرنا مشکل ہے۔ عید کا جو تصوّر آپ نے بنا رکھا ہے وہ عید ہی نہیں ہے۔ عید کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار جس نام کے لیئے، جس کام کے لیئے اور جس ذات کے لیئے روزہ رکھے تو عید کا دن اس کے وصال کا دن ہے۔ اور آپ نے عید کو اگر مال کا ذریعہ بنا رکھا ہے تو پھر روزے والے دن کمائی کے زمانے ہونے چاہئیں، سمگلنگ کا مال بکے تو عید تو تب بنے گی۔ مگر یہ عید نہیں ہے۔ عید سے مراد یہ ہے کہ جس ذات کی خوشنودی کے لیئے آپ ایک پراسیس سے گزر رہے

ہیں' آج اس کی رضا کا دن ہے' آج اس کے لقاء کا دن ہے' آج اس سے ملاقات کا دن ہے۔ یہ نئے کپڑے پہننے کا دن نہیں ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھا لباس پہنو' ایک دوسرے سے ملو گے کیونکہ آپ رمضان میں مل نہیں سکے تھے' صبح' شام' دن' رات' تراویح اور روزہ میں مصروف رہنے اور نہ ملنے سے اُداس ہو گئے تھے' کیونکہ گرم جوشی سے گلے ملنے کاموقعہ نہیں ملا اور عید کا دن بغلگیر ہونے کا دن ہے۔ اب سارے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہیں تو پھر خوشبو بھی لگنی چاہیئے' لباس اچھا ہو' یہ اچھی بات ہے۔ اور اس کی عید نہیں ہے جو روزہ نہ رکھے اور عید منائے تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ جو پرابلم آپ کے ہاں ہیں وہ اللہ کے ہاں نہیں ہیں اور آپ کے ہاں پرابلم تو چلتے رہیں گے اور آپ ان پرابلم کے درمیان ہی سے واپس بلا لیے جائیں گے اور پھر آپ سے وہی کچھ پوچھا جائے گا جو پرابلم کے بغیر والے سے پوچھا جائے گا۔ اس بات کو یاد رکھنا کیونکہ یہ پکی بات ہے کہ پرابلم والے سے بھی وہی سوال پوچھا جائے گا جو پرابلم کے بغیر والے سے پوچھا جائے گا۔ اگر سوال کچھ اور کا ہونا ہے تو پھر آپ کی پرابلم جو ہے وہ آپ پر حاوی نہیں ہونی چاہیئے۔ تو دین کو قبول کرنے والا' دنیاوی پابندیوں' دنیاوی مجبوریوں اور دنیاوی برداشتوں کے اندر اسی طرح آسودہ خیال ہوتا ہے جیسے کہ وہ آزادی میں ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان ہے' یہ میں اللہ کے راستے کا خاص راز بتا رہا ہوں اور یہ راز یاد رکھنا۔ اللہ کے راستے کا راز یہ ہے کہ یہ مشکل میں بھی آسان رہتا ہے۔ کیونکہ صرف یہی ایک راستہ ہے 'This is the only way'

اور اس راستے پر Alternatives ' متبادل کوئی نہیں ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راستے کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ کسی نے آپؐ سے پوچھا کہ حضورؐ صراطِ مستقیم کی تعریف فرمایئے۔ آپؐ نے ایک سیدھی لائن بنا دی' ایک راستہ ادھر بنا دیا اور ایک لائن ادھر بنا دی۔ پھر فرمایا یہاں سے چلو' اِدھر اُدھر نہ جاؤ بلکہ سیدھے چلتے جاؤ' تو یہ صراطِ مستقیم ہے۔ تو سیدھا راستہ وہ ہے جس میں دو خیال نہ ہوں اور بس ایک ہی راستہ ہو' میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ یا تو آپ اپنی لائف کے Creator ' خالق ہیں یا پھر یہ جان لو کہ آپ پابندیوں میں کتنے آزاد ہیں۔ اگر اس نے آپ کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے تو آپ وہ قبول کریں یا پھر آپ اپنی زندگی کے خود مصنّف بن جائیں۔ تو جو خود مصنّف بنے گا وہ تو پریشان ہو گا کہ میں نے اپنے لیئے کیا لکھا ہے۔ اگر اس کی زندگی تلخ ہے تو وہ جواب دے کہ اس نے زندگی کو تلخ کیوں کیا ہے۔ پہلے وہ ہمیں جواب دے کیونکہ اللہ کو تو بعد میں جواب دینا ہے۔ یا پھر آپ یہ کہیں کہ سب اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ اگر اُدھر سے ہوا ہے تو پھر آپ کو مبارک ہو' پھر تلخی کس بات کی۔ اب آپ کی غلطی کوئی نہیں ہے' لیکن اگر آپ ایک کام کرنے کے بعد اب اس کام کو ناپسند کر رہے ہیں تو یہاں پر پریشانی ہو گی۔ لہٰذا آپ نے جو کر دیا اسے پسند کرتے جائیں کہ جو ہو گیا وہ ٹھیک ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا ہو گیا' کاش ایسا نہ ہوتا! آپ لوگ اس سے نکل جائیں تو پھر آپ کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ پھر جب راستہ آسان ہو گیا تو کل تک جو آپ کی غلطی تھی' اس کا حل اسلام نے یہ کر دیا ہے کہ توبہ کر لو' اور توبہ کے بعد آپ نئے آدمی

ہیں۔ زندگی میں کوئی ایسا غلط عمل نہیں ہے اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہ کر دے، سوائے ایک گناہ کے کہ اگر کوئی شخص حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گستاخ ہو تو اس کو اللہ معاف نہیں کرتا۔ باقی تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ حیران ہو گا کہ تم لوگ کن باتوں پر ڈرے پڑے ہو اور آپ اپنے گناہوں کی بڑی توقیر کرتے ہیں، اور گناہوں کی اہمیت جتاتے ہیں اور پھر ان کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ شاید یہ اتنا بڑا گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کر سکے گا۔ اللہ تو ہے ہی قادر! اور اللہ کریم معاف فرمانے والا ہے۔ اس لیئے اپنے گناہوں کی اتنی عزت افزائی نہ کرنا اور غلطیوں کی توقیر بھی نہ کرنا۔ آپ اپنے آپ پر مہربانی کریں اور پھر اس کا نتیجہ اللہ کی مہربانی ہو سکتا ہے۔ اللہ کا فیصلہ قبول کرنے والا اپنا آخری انجام اللہ تعالیٰ کے تقرّب میں پاتا ہے۔ اسی لیے آپ یہاں کی چیزیں یہاں پر ہی پھینک جائیں تو آپ کو آسانی مل جائے گی۔ لہٰذا آپ یہ چیزیں زندگی میں ہی پھینک جائیں۔ جو چیزیں مرنے کے بعد آپ کی نہیں رہیں گی تو بہتر یہ ہے کہ مرنے سے پہلے بھی ان چیزوں کو اپنے پاس نہ رکھو اور بہتر یہ ہے کہ زندگی میں بھی ان سے بچ جاؤ۔ اس سے آپ کو بہت فائدہ ہو گا۔ اس کو آسان لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو چیز ضروری طور پر چھن جانی ہے ان کو لازمی طور پر چھوڑ دو۔ کم از کم ان کو ذہنی طور پر چھوڑ دو، آپ کو ایک بات کا بعض اوقات تجربہ یا مشاہدہ ہوتا ہے کہ آپ کے دوست آپ کو دھوکہ دے جاتے ہیں، اور جن پر آپ نے احسان کیا وہ بھی ممنون نہیں ہوں گے۔ پھر یہ دائرہ اور تنگ ہوتا جاتا ہے تو اپنی اولاد باغی ہو جاتی ہے۔ پھر ایک دن آئے گا جب آپ کا یہ

وجود آپ سے باغی ہو جائے گا۔ اور یہ تو ہوا پڑا ہے کہ آپ کا وجود بھی آپ کا ساتھ نہیں دے رہا۔ اب یہاں وہ مقام آتا ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ کیا آپ وجود ہیں یا کہ روح ہیں۔ اگر آپ وجود ہیں تو پھر تو آپ اپنی روح کو ہلاک کر رہے ہیں اور اگر آپ روح ہیں تو پھر آپ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائیں اور اپنے وجود کو بھی بچائیں۔ اس لیئے جب آپ کا وجود آپ کے خیال کے اور عمل کے تابع نہ رہے تو یہ وجود دُور کا وجود ہے جو آپ کے قریب آ کے اپنا بنا ہوا ہے۔ تو سب سے پہلی جنگ اپنے وجود کی جنگ ہے، سب سے پہلا جہاد یہ ہے کہ کہیں آپ کا وجود ہی آپ کو لذت کی طرف مائل کر کے حقیقت سے دور نہ کر دے۔ یعنی کہ سونا جسم نے ہے اور محرومِ عبادت رُوح نے ہونا ہے، بند وجود کی آنکھ نے ہونا ہے اور نظارہ روح کا ضائع ہو جائے گا۔ نظارہ آنکھ کا نہیں ہے کیونکہ آنکھ تو اندھی ہے، آنکھ تو نہیں دیکھتی بلکہ آنکھ کے پیچھے کوئی اور ہے جو کسی اور کو دیکھ رہا ہے۔ تو آنکھیں، آنکھوں کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔ بلکہ آنکھوں کے پیچھے کوئی اور ہے جو کسی اور کو دیکھ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ جو "کوئی اور" ہے، اصل چیز تو وہ ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ آنکھ کے چکر میں آ جائیں اور اس "اور" سے غافل ہو جائیں۔ اس کا بڑا راز ہے اور یہ راز سمجھنا چاہیئے، جس طرح کوئی آدمی ذکر کر رہا ہے، "اللہ ھُو" یہ ذکر جو وہ کر رہا ہے اس کا مدعا ذکر تو نہیں ہے، ذکر تو آواز ہے یا نام ہے اور مدعا تو ذات ہے، ذکر میں آپ ذات کے اسم کو پکارتے ہیں اور یہ ذات تو نہیں ہے۔ اس لیئے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ذکر جو ہے وہ مذکور کے راستے میں رکاوٹ اور حجاب ہو کیونکہ یہ مذکور تو

نہیں ہے، جس طرح آپ کسی کو بلا رہے ہوں "امام دین" تو امام دین اگر قریب ہو تو پھر بات بنتی ہے ورنہ تو آپ خالی آواز دے رہے ہیں۔ اب آپ جس کو آواز دے رہے ہیں وہ کہیں پاس ہو تو بات بنتی ہے۔ بعض اوقات آواز جو ہے ریلیشن کا حجاب ہے اور بعض اوقات یہ ضروری ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک یہ راز سمجھ نہ آئے تو خالی ذکر صرف روٹین کی بات ہے۔ اگر دو آدمی ذکر کر رہے ہیں، ایک ماننے والا ہے اور ایک نہ ماننے والا تو جب تک اسے یہ بات سمجھ نہ آئے تو ذکر روٹین کی بات ہے۔ میں یہ بات اور آسان کر دیتا ہوں تاکہ مشکل ختم ہو جائے۔ مثلاً" یہ کہ اللہ، اللہ ہے اور آپ انسان ہیں۔ اللہ خالق ہے اور آپ نے اللہ کو مان لیا۔ کس نے کس کو مانا؟ آپ نے اللہ کو مانا۔ اب دیکھو کہ اللہ کو ماننے کے بعد وجود کے کون سے حصے کی ضرورت ہے؟ مثلاً" آپ کے کھانے کا شعبہ کمزور ہے تو اللہ کو ماننے کے باوجود بھی آپ کے کھانے کا شعبہ کمزور رہے گا کیونکہ وہ اس شعبے کی تسلیم نہیں ہے۔ اگر آپ کو کوئی رزق دینے والا چاہیئے تو کسی کسان یا جاگیر دار سے دوستی کر لیں کیونکہ اس کے پاس واقعی گندم ہے اور آپ دوستی کے ذریعے اس سے گندم کے دانے لے لیں۔ خواجہ غریب نوازؒ کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی آپؒ کے مزار پر گیا اور زور زور سے کہنے لگا کہ اے خواجہ غریب نوازؒ! مجھے پانچ سو روپے دے۔ اس نے رٹ لگائے رکھی تو ایک آدمی نے کہا کہ قبر سے کیوں مانگتا ہے؟ اس نے کہا پھر تُو ہی دے دے۔ اس نے پانچ سو روپیہ دے دیا۔ کہتا ہے اے غریب نوازؒ تیرا شکریہ کہ دلوایا بھی تو کس موذی سے جو تجھے مانتا ہی نہیں ہے۔ بات تو اتنی ساری

ہے کہ یہ خیال کی بات ہے کہ آپ نے اللہ کو جیسے مانا ہے' جہاں اور جس انداز سے مانا ہے' اسی انداز میں وہ آپ کو Cater کرے گا' اگر آپ کی پیشانی میں تڑپ نہیں ہے تو اللہ آپ کے سجدے میں کیسے آئے گا۔ تو آپ اللہ کو کیسے معلوم کریں گے؟ اپنی تڑپ کے ساتھ' اور جب آپ کی پیشانی کے اندر تڑپ ہی نہ ہو تو پھر آپ اللہ کو سجدہ کیسے کریں گے۔ جب آپ کے دل میں اس کے دیدار کی تمنا نہ ہو تو آپ کیسے اس کا جلوہ دیکھیں گے۔ تو یہ ضروری ہے کہ آپ پہلے تو اپنے وجود کی سیر کریں تاکہ معلوم ہو کہ اللہ کی ضرورت کیا اور کہاں ہے۔ تو وہ آپ پر آشکار ہو گا اور آپ کو ملے گا ورنہ تو وہ کافروں میں بھی ہے اور مومنوں میں بھی ہے۔ تو بات کا خلاصہ یہ بنا کہ آپ کے پاس خواہشات کتنی ہی لامحدود ہوں' انہیں پورا کرنے کے سارے امکانات محدود ہیں۔ آپ کو اشتہا یا بھوک جیسے بھی لگے آپ نے انہی چیزوں سے پورا کرنا ہے جو چیزیں یہاں پر اگتی ہیں۔ آپ یہ کسی کو نہیں کہہ سکتے کہ مجھے بھوک لگی ہے ایک ایسی چیز کی جو دنیا میں نہیں ہوتی۔ تو جو کچھ یہاں اُگے گا' آپ کو اسی کی بھوک لگے گی' اب خالق نے کمال یہ فرما دیا کہ جیسے کائنات کی تخلیق فرمائی ویسی ہی آپ کی ضرورت پیدا کر دی' حتیٰ کہ آپ کی تخلیق کا نفیس ترین حصہ جو ہے یعنی محبت' اس کو دیکھیں کہ نگاہوں کو جس قسم کا محبوب چہرہ چاہیئے تھا اس نے ویسا ہی تخلیق فرمایا۔ کبھی محبت ہو تو پتہ چلتا ہے کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ کو کوئی گائے خوب صورت لگے اور کوئی شعر خوب صورت لگے۔ پھر پتہ چلے گا کہ محبت کی خوراک کے لیئے جس قسم کا وجود اور چہرہ درکار تھا وہ یہی تھا' اب یہاں ایک نکتہ یاد رکھنے

کا ہے کہ سب Creation ' ساری تخلیق' جانور' پرند' چرند' چیونٹی' مکڑی وغیرہ سب چل رہے ہیں' سارے کے سارے Animals ۔ انسان بھی چلتے پھرتے حیوانوں والی حرکتیں کرتا ہے۔ کبھی درخت پر چڑھتا ہے' کبھی پانی میں تیرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے راز کو حکم فرمایا کہ یہ ساری شکلیں بنی ہوئی ہیں اور تو ان میں سے کوئی وجود اپنے لیے پسند کر لے۔ تو وہ جو اللہ کا راز تھا وہ سب کے پاس گیا کہ ہم تمہارے وجود میں نازل ہونا چاہتے ہیں مگر سب نے معذرت کی۔ گھوڑے نے کہا میں گھوڑا ہوں' مجھے آپ معافی دے دیں۔ پھر وہ شیر کے پاس گیا تو شیر نے کہا کہ میں تو دھاڑتا ہوں میں یہ راز نہیں سنبھال سکتا' میں شیر سے گیدڑ بن جاؤں گا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ کوئی بہت طاقت ور شے ہے۔ وہ جو اللہ کا راز تھا وہ تلاش کرتے کرتے اس غریب انسان کے پاس پہنچ گیا کہ اللہ کی ساری مخلوق میں سے کوئی یہ راز نہیں لے رہا' آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ انسان نا سمجھ تھا' اس نے کہا کہ اتنی سی بات ہے' چلو پھر میں قبول کرتا ہوں اور پھر انسان یہ امانت قبول کر گیا' اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا ورنہ یہ آج بھی Animal کا Animal ہے۔ تو اس طرح اس نے اس کے راز کی' اس کی محبت کی وہ امانت قبول کر لی جو کوئی بھی قبول نہیں کرتا تھا۔ جب کبھی اللہ سے محبت کرنے والے اس کے مشتاقِ محبت ہوئے اور اگر ان کو لقائے ربّی کبھی ہوا تو اسی شکل میں ہوا۔ کیا کہا؟ اگر ہوا تو اسی شکل میں ہوا۔ تو مطلب یہ ہے کہ اس نے یہاں پر انسان کو احسنِ تقویم بنایا ' اس شکل کے اندر اس نے اپنا چہرہ دکھایا اور اس کو وجہ اللہ بنایا۔ اگر آپ کی نگاہ میں تمنائے وجہ اللہ ہو تو یہی ہے لقائے

ربیؒ۔ پھر وہ یہی چہرہ ہے اور پھر یہی قبول ہے' پھر اس کے علاوہ کسی اور چہرے میں اللہ کے نُور کی جھلک نہیں آئی۔ تو آپ کی آزادیوں میں یہی مکمل پابندی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قصے بیان کرنے والا بھی یہی چہرہ ہے اور سننے والا بھی یہی ہے' اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا بھی یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کو دکھانے والا بھی یہی ہے۔ جن لوگوں کو کبھی اللہ کا دیدار ہوا یا تمنا ہوئی تو وہ اسی وجود کے اندر ملے گا' اسی پیکر میں ملے گا کیونکہ وہ فی انفسکم ' تمہارے اندر ہے ورنہ "فی انفسکم" جو ہے وہ Animal میں ہوتا تو کیا تھا' لیکن نہیں ہے۔ یہی انسان ہے فی انفسکم۔ یہاں پر کچھ لوگ جو ہیں وہ گمراہ ہو گئے کہ شاید اللہ شعور کا نام ہے' شاید اللہ عرفان کا نام ہے' شاید اللہ کسی آگاہی کا نام ہے مگر ہرگز نہیں! وہ اللہ تو ایک ذات ہے۔ یہ آگاہی کے شعبے جو ہیں یہ تو ویسے اضافی صفات ہیں' Attributes ہیں۔ اور آپ کے وجود کے اندر ہی سارا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کو کبھی محبت ہو جائے' فرض کرو آپ کو اللہ تعالیٰ سے' اللہ کے لیئے محبت ہو جائے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پرابلم جو ہیں وہ پرابلم نہیں رہتے۔ نماز میں اگر کسی کا رجوع ہو جائے' توجہ مل جائے تو اگر اسے کہیں کہ آپ کے بچے بیمار ہیں اور آپ نماز پڑھنے جا رہے ہو تو وہ کہے گا کہ نمازی کا بچہ کون ہوتا ہے۔ تو اگر آپ اللہ کے کام میں لگ جائیں تو پھر کوئی پرابلم نہیں رہے گا۔ مگر آپ پرابلم میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لیئے آپ اپنا اصل کام نہیں کرتے۔ اپنے کام کو آپ نے فرض بنایا ہوا ہے۔ زندگی جو کہ فرض تھی اسے آپ نے شوق بنایا ہوا ہے جب کہ دین جو شوق تھا اس کو آپ فرض کہتے ہیں۔ دین کیا

تھا؟ یہ آپ کا شوق تھا اور آپ اس کو فرض کہہ کے مجبوری کے ساتھ پورا کر رہے ہیں اور زندگی جو کہ فرض تھی آپ نے اس کو شوق بنا دیا۔ اب آپ زندگی میں شوق کے ساتھ بھاگتے ہیں اور یہاں مجبور ہو کے آتے ہیں۔ اس لیئے اگر آپ اللہ کے کام کو شوق بنا لیں اور زندگی کو مجبوری کے ساتھ گزاریں تو آپ کی زندگی آسان ہو جائے گی۔ عام آدمی کہے گا کہ میں یہ کام اس لیئے کر رہا ہوں کہ بچوں کا کام ہے اور یہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر اللہ کہے کہ یہ میرا حکم ہے کہ بچے کوئی نہیں' باپ کوئی نہیں اور نہ تم کسی کے خاوند ہو۔ تو یہ اس کا حکم مقدّم ہے اور پھر یہ سارا کچھ سیکنڈری ہے۔ اور آپ کیا کرتے ہیں؟ جب دنیاوی چیزوں سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر اللہ کے حکم کی طرف جاتے ہیں۔ یہ فرق ہے! اس لیئے مجبوریوں کو Accomodate کرنا ہی آپ کے دین کی نفی ہے۔ دین کی راہ میں مجبوری کوئی نہیں ہوتی اور شوق کی راہ میں معذوری نہیں ہوتی۔ کیا شوق کی راہ میں بھی کوئی معذوری ہوتی ہے! اگر کوئی کہے کہ مجھے اپنے محبوب سے بڑی محبت ہے اور اسے پتہ چلے کہ اس کا محبوب لاہور اسٹیشن سے گزر رہا ہے اور ملاقات کا موقع ہے مگر وہ کہے کہ کیا کروں میرے بچے بیمار ہیں۔ تو اس کی محبت اور شوق میں کمی ہے۔ اس لیئے آپ اپنے شوق کی حفاظت کرنا۔ حفاظت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ شوق کی خانقاہ پر مجبوریوں کا قتل عام کرو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ اکبر" کر کے قربانیاں کرو' مجبوریوں کو پیش کرو اور انہیں بھینٹ چڑھا دو۔ تو شوق پھر سرفراز ہو جائے گا اور شوق پروان چڑھتا جائے گا۔ آپ کا دین بھی محفوظ ہو جائے گا۔ اس دنیا کا سارا واقعہ عارضی ہے اور یہ سارے

ہنگامے عارضی ہیں۔ اس لیئے آپ کو کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیئے اور آپ مشکلات کو آسانی سے اور خاموشی سے ذہن سے نکال دیں۔

سوال :۔

جناب عالی! کیا انسانی مجبوریوں پر معاشیاتی سائنس لاگو ہوتی ہے؟

جواب :۔

ایسا نہ ہو کہ آپ امیر ہونے کا نسخہ بناتے رہیں اور ایمان کمزور ہو جائے یا پھر آپ کا سفر پورا ہونے کا وقت آ جائے۔ کیمیا گر وہ لوگ ہوتے ہیں جو فٹافٹ مال بنا لیتے ہیں۔ ایک کیمیا گر ایک آدمی کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تھوڑے ہی عرصے میں کیمیا بنا لیں گے۔ اس آدمی کے ہاں شادی تھی اور مہمان بیٹھے تھے۔ اس نے کیمیا گر سے کہا کہ ذرا ٹھہرو' پھر اپنے دوستوں سے کہا کہ اپنے زیورات لے آؤ۔ جب زیورات کا ڈھیر لگ گیا تو اس نے کیمیا گر سے کہا کہ تو تو جب سونا بنائے گا اور ہماری کیمیا یہ ہے کہ بنے بنائے مل رہے ہیں اور اس وقت سب کے پاس یہ بغیر کیمیا کے ہے اور ڈھیروں ڈھیر ہے۔ تو جو کیمیا گری کا راز نہیں جانتے ان کے گھر میں کیمیا برس رہا ہے اور آپ ابھی کیمیا بنانے کا سوچ رہے ہیں۔ دین کی بات یہ ہے کہ اس کے اندر آپ قبول کرنے کی توفیق پیدا کریں' اپنی اصلاح کریں اور اصل کیمیا اندر سے نکالیں جو کہ تمنا کو Crush کرتا ہے' ختم کرتا ہے اور اس فارمولے کو چھوڑ دیں کہ کس سے کیا بنتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حالات کے مطابق یہ نہیں کہنا کہ اگر میں آپ کو زیادہ دولت دیتا تو پھر آپ جواب دہ ہوتے

بلکہ اس نے آپ کی غریبی کے اندر ہی آپ سے سوال پوچھ لینا ہے۔ اس نے جو سوال مرنے کے بعد پوچھنا ہے وہ آپ اپنے آپ سے آج ہی پوچھ لیں تاکہ آپ کو اس کی پکی خبر ہو جائے۔ اللہ پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے تو لوگ کہیں گے پیسہ! پالنے والے کو رب بولتے ہیں ناں اور آپ کو کون پالتا ہے؟ اللہ پالتا ہے۔ اگر آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا رب اللہ ہے اور اگر یہ یقین ہو جائے تو پھر آپ سوچیں گے کہ پیسہ دفتر سے لاتے ہو یا کارخانے سے لاتے ہو۔ تو جن ذرائع سے اور جن محنتوں کے بعد آپ پیسہ لاتے ہیں، وہ ذرائع اور محنتیں بھی اللہ کی عطا ہیں۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ میں پالنے والا ہوں۔ جن لوگوں نے یہ دریافت کر لیا کہ پالنے والا ہمارا اللہ ہے تو انہوں نے یہ راز سمجھ لیا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتے ان پر نازل ہونے کا مطلب کیا ہے کہ وہ آپ ہی فرشتے ہیں۔ یعنی کہ اب وہ کس کا اللہ ہے، رب کس کا اللہ ہے؟ جو امیر ہونے کی تمنا کو سب سے پہلے روکے۔ اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ مومن کہتا ہے کہ اگر آسانیاں پیدا ہوتی ہیں یا نہیں ہوتیں تو ہمیں اس سے غرض کوئی نہیں کیونکہ جیسی بھی زندگی ہے ہم اس میں اللہ کا راستہ بنا رہے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ کسی غریب کی مدد کرنے کی بڑی خواہش ہے اور میرا دل بڑا بے تاب ہے تو اس کو چاہیئے کہ غریب کی مدد کرے، اسے کچھ دے دے کہ ہمارا پڑوسی بے چارہ غریب ہے۔ جس نے دین ترک کر دیا اور جواز یہ رکھا کہ میں اس غریب کے غم میں دین سے الگ ہو گیا ہوں تو وہ رد ہو

جائے گا۔ غریب کا یہ غم نقلی ہے۔ آپ غریبوں کو اللہ کے حوالے کرو اور اگر خود غریب ہو تو اللہ کے حوالے ہو جاؤ۔ امیر کون ہے؟ جس کی تمنّا زیادہ امیر ہونے کی نہ ہو۔ بس وہی امیر ہے جس میں Improvement کی گنجائش نہ ہو اور جو زیادہ کا سائل نہ ہو۔ غریب کون ہے؟ جس کی حسرت کبھی پوری نہ ہوئی ہو وہ غریب ہے۔ غریب اصل میں وہ انسان ہے جس کی جیب بھری ہوئی ہو اور نگاہ خالی ہو۔ بس وہ انسان غریب ہی غریب ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ جیب خالی ہو اور نظر بھری ہوئی ہو۔ اس لیئے آپ کا یہ جواز اللہ کے ہاں بالکل نہیں چلے گا۔ اللہ تو پیغمبروں کو غریبی کے ساتھ پیغمبری دے دیتا ہے۔ اگر اللہ غریبی کو برا سمجھتا تو پھر ان کو پیغمبری نہ دیتا اور وہ پیغمبر کہتے کہ اس بادشاہ کے پاس، فرعون کے پاس پیسہ بھی بہت ہے اور اس کے پاس بادشاہت بھی ہے۔ تو یہ جو بادشاہت کا ہونا ہے، معاشیات کا اچھا ہونا ہے، یہ سارے کا سارا آپ کے راستے کا دھوکہ ہے۔ اگر داتا صاحبؒ کا عرس ہو اور مزار پہ جانے والے بادشاہ، بادشاہ کے نائب یا گورنر چادر چڑھانے کے لیے آ جائیں تو کیا ہو گا۔ مدعا یہ ہے کہ کسی بزرگ کے آستانے پر جانے والا اس وقت بزرگ ہو گا جب وہ اس کے راستے پر چلنے والا ہو گا۔ یہ نہ ہو کہ وہ وہاں سونے کا پنکھا لگا آئے۔ داتا صاحبؒ سونے کے پنکھے کو کیا کریں گے، انہوں نے اپنی زندگی میں پنکھا استعمال نہیں کیا ہو گا۔ درویش لوگ تو درویش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے کو اس دنیاوی انداز کا مت سوچو۔ وہ اور راستہ ہے، اور انداز ہے۔ اس راستے پر چلنے والے اسی راہ کے مسافر ہوتے ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کی

راہ پر چلنے والے اس راستے پر کیا کبھی کوئی غریب چلا؟ ضرور چلا بلکہ سب جگہ پر چلا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا کوئی فاقے والا' اللہ والا ہوا؟ ضرور ہوا۔ کیا کبھی بیماری میں اللہ کا قرب ملا؟ ضرور ملا! کیا کبھی ایسے لوگ ہوئے جو بڑے عیالدار تھے اور اللہ والے ہوئے؟ ہوئے! کیا ایسے لوگ تھے جو بڑے سخت بیمار تھے' اور اللہ والے ہوئے؟ ضرور ہوئے! کیا ایسے لوگ تھے جو بڑے بڑے بادشاہ تھے اور اللہ والے ہوئے؟ ضرور ہوئے! کیا مالدار لوگ بھی کبھی اللہ والے ہوئے؟ ضرور ہوئے! تو نہ غریبی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہے اور نہ امیری اللہ کے قرب کی ضمانت۔

اب آپ لوگ دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

★ ...... ☆ ...... ★
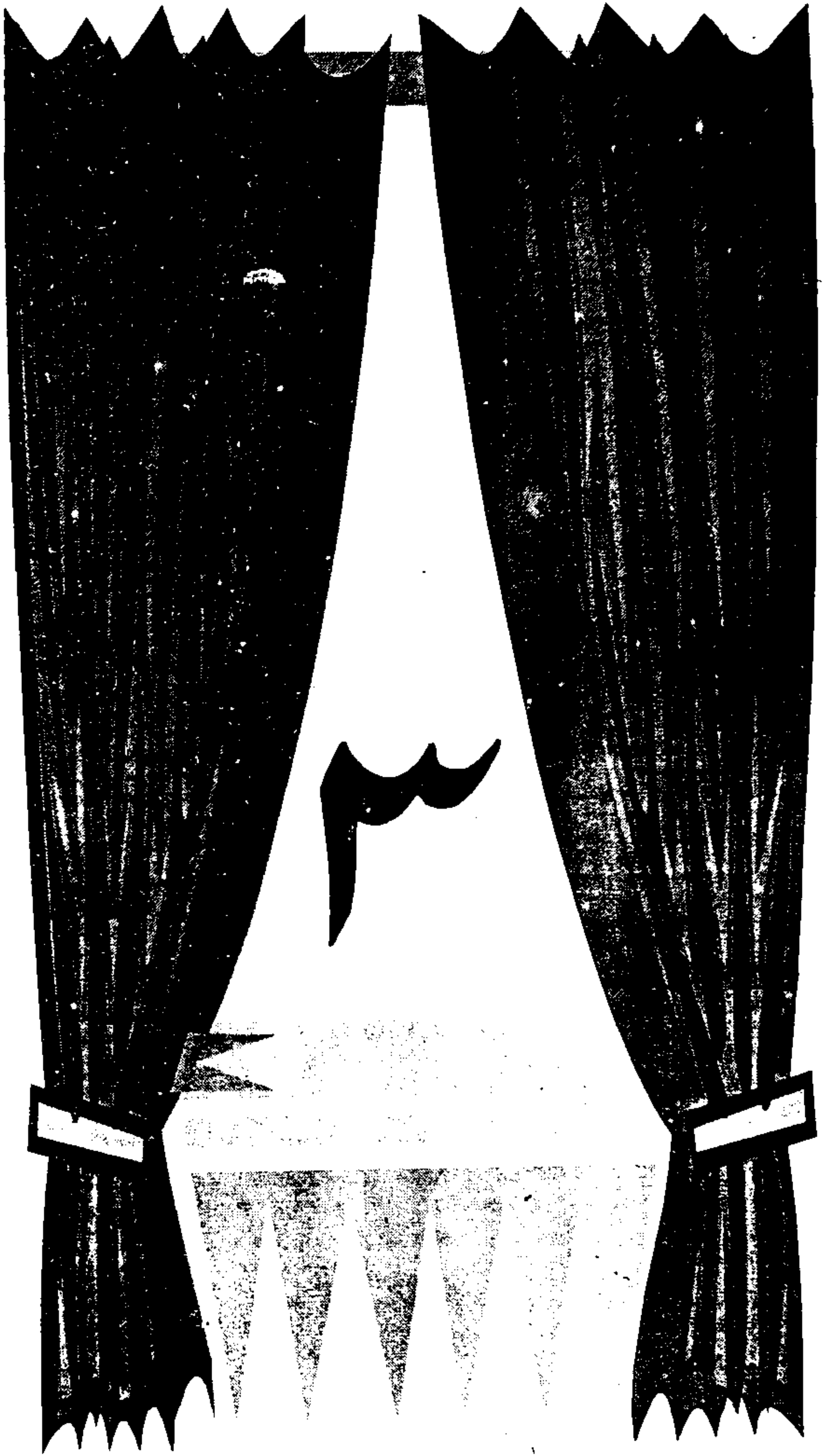
۱ اللہ نے جس دینِ فطرت پر ہمیں پیدا کیا ہے اس دین اور فطرت سے کیا مراد ہے؟

۲ خالقِ کائنات نے ہماری زندگی کا کیا مقصد بنایا ہے؟

۳ میں عمل کہاں سے شروع کروں؟

۴ اگر کوئی ظالم ہو تو ہم مظلوم کیسے نہ بنیں؟

۵ اگر میں اپنے بچے کو مارنے والے کو چھوڑ دوں تو وہ دوسرے بچوں کو مارے گا؟

۶ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟

۷ میں اللہ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔

۸ اگر ظلم کرنے والے کو معاف کر دیں تو وہ تو اور ظلم کرے گا؟

۹ ہماری زندگی میں عمل کا رزلٹ کیوں نہیں آتا؟

۱۰ اللہ کے معافی والے حکم میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

۱۱ کیا ایسا نہیں ہے کہ معاف وہی کریں جو مارنے والے ہیں؟

۱۲ کیا کافر کو بھی معاف کر دیں؟

۱۳ کیا عادی مجرم کو معاف کر دیں؟

۱۴ اگر کوئی میرے سر پر ہتھوڑا مار دے تو کیا اسے بھی معاف کر دیں؟

۱۵ کیا انسان کو اپنے ساتھیوں کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے؟

۱۶ ماں باپ کے بارے میں جو حکم ہے کیا وہ عورتوں اور مردوں کے لیئے برابر ہے؟

۱۷ میں اپنے شوہر اور گھر کو کیسے راضی رکھوں؟

۱۸ حضرت امیر خسروؒ کا عرس بھی ہوتا ہے اور یوم بھی منایا جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

۱۹ ''آباد شہر کی اس مسجد کے نام جہاں لاؤڈ سپیکر نہیں ہے'' سے کیا مراد ہے؟

۲۰ میں اللہ کریم کی مصلحت جاننا چاہتا ہوں؟

۲۱ ہم تو اللہ کے فضل سے آپ تک پہنچ گئے باقی جو بہت سے لوگ ہیں ان کے لیئے موقع ہونا چاہیئے۔

۲۲ آپ کسی تحریک میں آنے کے لیئے کیا کر رہے ہیں؟

۲۳ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا سفر جلد طے ہو جائے؟

سوال :۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے تمہیں دینِ فطرت پر پیدا کیا تو اس دین سے اور فطرت سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

قرآن کے حوالے سے بات بڑی Exact ہونی چاہئے اور اس میں ابہام نہیں ہونا چاہئے' پھر اس کا سیاق و سباق دیکھنا چاہیئے کہ وہ بات کس مقام پر استعمال ہوئی ہے اور اس کی وہاں پر افادیت کیا ہے؟ مثلاً" جب لوگ منافقت کرتے ہیں تو ان کے واقعات بیان ہو جاتے ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ منافقت نہ کرو۔ کوئی ایسا سوال کریں جس کا آپ کی ذات کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق ہو اور اس کا جواب ملنے سے صرف آپ کے علم میں اضافہ نہ ہو کیونکہ علم میں اضافے کے لئے تو لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ اگر آپ علم میں یا معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے You must spend time یعنی کہ محنت کریں

کہ یہ علم ہے' یہ کتاب ہے اور اس کتاب کے حوالے سے ایک اور کتاب ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان لائبریری میں بیٹھا ہوتا ہے اور زندگی باہر گزر رہی ہوتی ہے' تو وہ اگر باہر کی زندگی کے لئے لائبریری استعمال کر سکے تو پھر تو وہاں اسٹڈی کرتا جائے گا لیکن زندگی میں کچھ ایسے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جو لائبریری میں حل نہیں ہو سکتے اور وہ مسائل حل کرنا بھی بہت ضروری ہوتے ہیں۔ تو ایسا نہ ہو کہ لائبریری کے اندر آپ کا ٹائم ضائع ہو جائے۔ میں آپ کو ایک خاص بات بتا رہا ہوں اور آپ اس بات پر غور کریں۔ آپ دو کام ضرور کر لیں' ایک کام یہ ہے کہ Tomorrow میں یعنی آنے والے کل میں آپ کہیں یہ نہ کہنا کہ آج کا دن یعنی Today ضائع ہو گیا۔ آپ اپنے آج کو ایسا بنائیں کہ کل کہیں یہ نہ کہنا پڑجائے کہ میرا وقت ضائع ہو گیا ہے۔ نوے فیصد لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے وقت ضائع کر دیا اور اب وقت مجھے ضائع کر رہا ہے۔

اکثر لوگ I wasted my time and now time is wasting me پہلے وقت کو ضائع کرتے ہیں اور پھر جب وقت انتقام لیتا ہے تو وہ ان کو ضائع کر دیتا ہے۔ آپ اپنے علم' اپنے ذہن' اپنی فکر' اپنی زندگی اور اپنے گردو پیش کے بزرگوں اور ان تمام عوامل کے تعاون سے ایک یہ کام ضرور کر لیں کہ آپ اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچا لیں۔ وقت کہاں ضائع ہو گا؟ بعض اوقات گفتگو میں ضائع ہو گا' اس طرح کہ لوگ بے کار باتیں کرتے جاتے ہیں' سنتے جاتے ہیں' بولتے جاتے ہیں اور اس طرح وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی بے مقصد گفتگو میں وقت ضائع ہو

جاتا ہے۔ پھر کچھ وقت تقریبات میں ضائع ہو جاتا ہے' کچھ وقت ایسے مشاغل میں ضائع ہو جاتا ہے جن مشاغل کا آپ کی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر آپ میں سے کسی نے پہاڑ پر جانا ہو اور وہ یہاں بیٹھا ہوا سوچ رہا ہو کہ زمین کے واقعات کیا ہیں اور صحرا کے واقعات کیا ہیں تو اس کا وقت تو ضائع ہو گیا۔ اسے چاہیئے کہ پہلے اپنی چڑھائی کا انتظام کرے۔ اس طرح وہ قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے جو آپ کے مقصد کے علاوہ ہو۔ اس وقت کا مقصد اس وقت سے باہر ہو جاتا ہے۔ آپ کوشش یہ کریں کہ آپ کا وقت ضائع نہ ہو' اس سے آپ کو آسودگی پیدا ہو گی اور آپ کو سکون ملے گا۔ آپ کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ جس کام پر کسی اور وقت میں آپ کو پچھتانا پڑ جائے۔ اور اپنے اعمال سے یعنی آپ سے سہواً" یا عملاً" کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے کہ جس سے کسی اور Moment میں آپ کو پچھتانا پڑ جائے۔ آج کا ذہن جس طرح کا ہے' کل کو عین ممکن ہے کہ آپ کا کچھ اور ذہن ہو جائے یعنی Mature ہو جائے اور باشعور ہو جائے۔ جب آج کا نا پختہ ذہن کل پختگی میں داخل ہو گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آج کی یہ نا پختہ بات کل کے پختگی کے زمانے میں آپ کو ناگوار یا ناروا گزرے۔ اس سے پھر آپ ہی کو تکلیف ہو گی کہ یہ کنگن میں نے غلط زمانے میں پہن لیا تھا۔ یہ خیال کا کنگن ہوتا ہے اور یہ کنگن کاٹنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کبھی کوئی ایسا کام نہ کریں کہ جس سے آئندہ آپ کو دقت کا احساس ہو۔ آپ وقت ضائع نہ کریں کیونکہ وقت زندگی ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملا ہے وہ وقت ہی تو ہے اور باقی سب آپ کو وقت کے

استعمال کرنے کے شعبے ملے ہیں اور طریقے ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ بے چارے کہاں وقت ضائع کرتے پھریں گے' بے کار رہ کے تھک جائیں گے لہٰذا ان لوگوں کو کچھ منظر بنا کر دو' پھر منظر بنا کر دے دیا اور آپ کو نظارہ کرنے والا بنا دیا کہ آپ وقت اس طرح گزار لو کہ نظارے دیکھ لو' سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' وادیاں' چراگاہیں اور پتہ نہیں کیا کیا! منظر کو دیکھنے سے آپ کا وقت جو ہے وہ فطرت کے قریب گزرے گا۔ پھر سوچ میں وقت گزر جائے گا' گفتگو میں وقت گزر جائے گا' سننے میں وقت گزر جائے گا' کھانے پینے میں وقت گزر جائے گا اور سونے میں وقت گزر جائے گا۔ تو وقت گزرنے کے یا وقت گزارنے کے لوازمات اور انتظامات جو ہیں وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہوئے ہیں۔ اور آپ کو ملا کیا ہے؟ تو ایک بات کی ضرور احتیاط کرنی چاہیئے کہ کہیں وقت ضائع نہ ہو جائے۔ وقت جو ہے وہ بعض اوقات ایسے ضائع ہو جاتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ آج وقت گزرتا نہیں ہے' اب کیا کیا جائے؟ تو جو وقت گزرتا نہیں ہے تو جب وہ وقت گزرے گا تو یہ بڑی ہی دقت سے گزرے گا اور یہ آنے والے وقت کو بہت ہی تکلیف وہ بنائے گا۔ وہی وقت تو زندگی ہے۔ وقت اگر مقصد کے قریب رہے تو پھر یہ ضائع نہیں ہوتا۔ تو آپ اپنا کوئی مقصد بنا لیں مگر آپ تھوڑی سی یہ احتیاط کریں کہ جو مقصد آپ بنا رہے ہیں یا جس کو تلاش کر رہے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی ختم ہونے پر یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ وہ مقصد ہی غلط تھا۔ پھر اس کا آپ کو بڑا افسوس ہو گا کہ میں نے جو مقصد بنایا تھا وہ تو میرا مقصد ہی نہیں تھا اور اس کو مقصد میں نے خود ہی

بنایا تھا' اول تو میں مقصد کے ساتھ Sincere نہیں تھا اور دوسرا میرا مقصد بھی میری ذات کے لیئے Sincere نہیں تھا' مخلص نہیں تھا۔ اس بات کا دوہرا عذاب ہو جائے گا۔ آپ یہ دو چھوٹے سے کام کرلیں' ایک تو ایسا مقصد بنائیں کہ زندگی سے رخصت ہوتے وقت آپ کو ندامت نہ ہو' افسوس نہ ہو اور پھر وقت ایسے گزاریں کہ آپ کا اپنے مقصد کے حوالے سے وقت ضائع نہ ہو۔ اپنی ذات کا احترام بھی ضرور رکھیں' اپنے آپ پر رحم کریں۔ اپنا احترام بہت مشکل ہوتا ہے لیکن بڑا ضروری ہوتا ہے۔ تو آپ اپنے Poor little self اپنی کمزور جان پر Pity کریں' تھوڑا سا رحم کریں۔ آپ اس جان کو کیوں ضائع کر رہے ہیں اور اس کو گمراہی میں کیوں لگاتے ہیں' اپنے آپ کو ضائع نہ کریں بلکہ اس کو Preserve کریں' محفوظ کریں اور اس کو سنبھالیں' یہ آپ کے بڑے کام آئے گا۔ یہ وجود جو آپ کی صفات کے ساتھ موجود ہے یہ آپ کے کام آئے گا۔ یہی آپ کا آج ہے اور یہی عاقبت ہے۔ یہی آپ کا Tomorrow ہے' یہی Day after ہے اور یہی Hereafter ہے۔ اپنے اس وجود کو آپ نے کوشاں کوشاں آگے لے کر جانا ہے' خراماں خراماں اس کو آپ نے عاقبت کے گھر میں پہنچا دینا ہے اور پھر آپ آزاد ہو جائیں گے۔ مگر آپ نے تو اس کو پرزے پرزے کر دیا ہے' اس کی Disintegration کر دی ہے' اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے' اس کی Fragmentation کر دی ہے۔ لہذا پریشانی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ضائع نہ کریں' وقت کو ضائع نہ کریں۔ آج کوئی ایسا عمل نہ کریں کہ کل Tomorrow آپ کو پچھتانا پڑے اور کوئی ایسا مقصد نہ

بنائیں کہ آپ کا Hereafter' آپ کی آخرت تباہ ہو جائے۔ اگر آپ ان حوالوں سے سوالات پر غور کریں تو پھر آپ Serious ہوں گے۔ آپ کے اندر اب Seriousness پیدا ہونی چاہیے۔ اصل میں یہ زندگی ضائع ہونے والی چیز نہیں ہے کیونکہ آپ کب سے اس کو ضائع کرنے میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ ضائع نہیں ہوئی' آپ اس کو مارتے رہتے ہیں لیکن یہ پھر بھی زندہ ہو جاتی ہے' آپ اس کو خیال کی آگ میں پھینکتے ہیں' خیال کی پریشانی میں ڈالتے ہیں لیکن پھر بھی آپ Easy ہو جاتے ہیں' اس آگ سے باہر نکل آتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بچاتا آرہا ہے جب کہ آپ نے تو اپنے آپ کو تباہ کرنے کی بڑی تدبیریں کی ہیں۔ لہٰذا آپ اس بات پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جائیں' اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچاتے جائیں' آپ وہ مقصد بنائیں کہ آپ کو زندگی چھوڑتے وقت ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔ اب آپ اور سوال کریں۔ سنجیدگی کے ساتھ سوال کریں اور فکر کے ساتھ سوال کریں۔

سوال :۔

آپ فرماتے ہیں کہ زندگی کا ایک مقصد بناؤ لیکن عرض یہ ہے کہ سر! خالقِ کائنات نے ہمارا بھی تو کوئی مقصد بنایا ہو گا' وہ کیا ہے؟

جواب :۔

خالق نے آپ کو زندگی دی ہے اور خالقِ کائنات نے آپ کو ساری بات بتا دی ہے' ساری بات Define کر دی ہے۔ اس نے آپ کو ہزارہا طریقے بتا دیئے ہیں' راستے بتا دیئے ہیں اور ان کی تشریحات بھی

بتا دی ہیں۔ خالق نے دین آپ کے حوالے کر دیا ہے' اب آپ اس پر چلتے جائیں۔ ماں باپ آپ کے حوالے کر دیئے ہیں' اب آپ ماں باپ کا حکم مانتے چلے جائیں۔ خالق نے آپ کو زندگی دے دی ہے اور آپ اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ خالق نے فرمایا ہے کہ یہاں کے عمل کی آگے جا کر جواب دہی ہوگی۔ خالق نے ایک بڑا آسان عمل بتا دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے حضور پاک ﷺ پر درود شریف بھیجتے جا رہے ہیں اور آپ درود شریف ہی بھیجتے چلے جاؤ۔ خالق کی بات تو بڑی آسان ہے۔ خالق کی بات کو تو بندوں نے مشکل کر دیا ہے۔ خالق نے تو بڑی آسان بات کہی ہے کہ کمانا جو ہے یہ زندہ رہنے کے لیئے ہے اور آپ اتنا کماتے جاؤ کہ زندہ رہتے جاؤ اور زندہ ایسے رہتے جاؤ کہ اس کا شکر ادا کرتے جاؤ۔ تو آپ کا خالق جو ہے وہ عبادت کے لیئے ہے اور باقی کائنات کا خالق جو ہے وہ صرف تخلیق والا ہے۔ لیکن آپ کا خالق جو ہے وہ آپ کا معبود بھی ہے۔ مسلمانوں کے لیئے تو یہ بڑی آسان بات ہے کہ خالق تو وہ ہے ہی اور ساتھ میں اللہ بھی ہے۔ تو ہمارا خالق ہمارا معبود بھی ہے۔ اس لیئے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادت کیا ہے؟ عبادت وہی ہے کہ انسان کا انسان ہونا عبادت ہے۔ اللہ ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا ہے' آپ اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ کا ثبوت صرف عابد ہے۔ معبود کا ثبوت کون ہے؟ وہ جہاں آپ کی پیشانی جھکتی ہے وہ معبود ہے اور یہ آخری بات ہے۔ "That's all" ورنہ تو معبود کا اور کوئی ثبوت نہیں ہے۔ خالق کا ثبوت آپ کا ہونا ہے۔ آپ کا ہونا اگر آپ کے بس میں ہوتا تو آپ کچھ اور ہوتے۔ آپ کا ہونا اگر والدین کے بس میں ہوتا

تو وہ Exactly کچھ اور چاہتے یعنی لڑکیوں کی جگہ پر لڑکے چاہتے' لڑکوں کی جگہ پر لڑکیاں چاہتے اور جو صاحبِ اولاد نہیں وہ صاحبِ اولاد ہونا چاہتے اور جن کی زیادہ اولادیں ہیں وہ کہتے کہ اولاد نہ ہو۔ اور اس طرح پریشانی در پریشانی ہوتی۔ تو جو بھی تخلیق ہے یہ خالق کا احسان ہے۔ یہ ہمارا مزاج ہے کہ ہم زندگی کو اللہ کا احسان کہہ رہے ہیں ورنہ کچھ لوگ مہربانیوں کو بھی آزمائش کہتے ہیں۔ مثلاً" اگر پیسہ مل جائے' مرتبہ مل جائے' درجہ مل جائے' رینک مل جائے یا بادشاہت مل جائے تو وہ اس کو بھی مصیبت سمجھتے ہیں۔ زندگی جو ہے وہ تو ۔

مفلسی میں بھی گزر کرتی ہے یہ
تخت پر بھی سسکیاں بھرتی ہے یہ

یعنی ایک جگہ تو تخت پر زندگی رو رہی ہے اور یہاں غریب بھی آسودہ حال ہے کہ اگر شام ہوگئی ہے تو پھر سو جاتا ہے۔ یعنی اس کی زندگی بادشاہ ہو گئی ہے کہ اللہ اللہ کرتا ہے اور سو جاتا ہے اور وہاں تخت پر پریشانی در پریشانی ہے کہ نہ سو سکتا ہے اور نہ جاگنے میں قرار ہے' دوسروں کو ختم کرنے کی فکر ہے' بس زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ خالق نے کہا ہے کہ زندگی پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ تیری زندگی تیرے اپنے لئے عذاب بن جائے۔ تو زندگی کا عذاب یہ ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچانا۔ اس طرح آپ کو خود تکلیف پہنچے گی۔ تو آپ تکلیف پہنچانے کی تکلیف سے بچو۔ اگر آپ معاف کر دو گے تو نجات پا جاؤ گے۔ تو جو شخص کسی کو گرفتار کرکے بیٹھا ہے تو وہ خود آپ ہی گرفتار ہوا پڑا ہے۔ جس کو آپ نے پکڑ کر بٹھایا ہوا ہے تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آدھے بندے آدھے

بندوں کو گرفتار کر کے بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ دبوچا ہوا ہے۔لوگوں نے دوسرے لوگوں کو پکڑ رکھا ہے اور دونوں ہی گرفتار ہیں۔ ایک دوسرے کو Dominate کرنے والے اور نیچا دکھانے والے سب عذاب میں مبتلا ہیں۔ کوئی شخص سادہ بات نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص دین بیان کرنا شروع کر دے تو وہ دین بیان کرتے کرتے وہاں سے سیاست کے میدان میں پہنچ جاتا ہے۔

بلائے ناگہاں نازل ہوئی ہے
ہر اِک سینے میں جاں بے کل ہوئی ہے

خدا جانے کیا قہر ہو گیا ہے کہ کسی کو اگر دو آدمی ماننے لگ جائیں تو وہ آدمی فرعون سے کم نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ فرعون ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ جس کو چار آدمی سجدہ بھی کرتے ہوں۔ اس لئے فرعون کہتا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔ یہ وہاں کی تہذیب تھی کہ لوگ Prostrate کرتے تھے' سجدہ کرتے تھے۔ تو اگر چار آدمی سلام کرنے لگ جائیں' ماننے لگ جائیں' مال' پیسہ اور حکومت مل جائے تو انسان کہتا ہے کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ انسان خود بڑی طاقت ہے اور جب اس کو ذرا شعور ملتا ہے تو وہ خدا جیسا ہونا چاہتا ہے لیکن یہاں اللہ نے کہا ہے کہ تم میرے جیسے بننا تو چاہتے ہو لیکن نہ تو میری ماں ہے اور نہ باپ ہے اور نہ میری اولاد ہے اور ہم ہر پیدائش سے پہلے ہیں اور ہر موت کے بعد ہیں' ازل کے ہم خالق ہیں اور ابد کے بھی ہم خالق ہیں' اور ہم وقت سے باہر ہیں۔ اور وہ اللہ ایک اور ہی کائنات ہے جہاں وقت نہیں ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس سے اکتساب کر سکتے ہیں'

فیض لے سکتے ہیں اور دوسرے واقعات کر سکتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا کہ اس جیسا نہیں کر سکتے۔ بس اپنی زندگی کو سادگی سے گزارتے جائیں اور دریا کی طرح چلتے جائیں۔ دریا کا دین کیا ہے؟ دریا رواں دواں چلتا جا رہا ہے۔ سورج کا مذہب کیا ہے؟ سورج کا مذہب روشنی ہے۔ تو سورج اس دن کافر ہو جائے گا جس دن وہ روشنی دینا بند کر دے گا۔ جب تک Heat اور Light ہے' سورج پورا مومن ہے اور سورج اپنے ایمان سے ذرہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوا لیکن آپ لوگ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے آپ اپنی تخلیق کے حوالے سے ان لوگوں سے سوال پوچھو جنہوں نے انسان کو جانا اور یہ پہچانا کہ انسان کا مقصد کیا ہے۔ جو لوگ اسلام کو نہیں مانتے' کسی اور مذہب کو مانتے ہیں کسی Reformer یا مصلح کو مانتے ہیں' کسی اخلاقیات والے کو مانتے ہیں' کسی اور Sage کو' کسی Saint کو' بزرگ کو' دانا کو' یا کسی فلسفی کو مانتے ہیں تو وہ آپ کو بتائے گا کہ بات یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دو' عذاب نہ دو اور باقی انسانوں کے لیئے عافیت پیدا کرو اور کم از کم یہ ہو کہ آپ کا وجود باقی انسانوں کو گراں نہ گزرے۔ تو یہ عافیت کی بات ہے۔ اور آپ تو ایک دوسرے کو تکلیف دینے والے لوگ ہیں۔ تو آپ کی زندگی دوسرے لوگوں کے لیئے باعثِ رحمت ہونی چاہیئے۔ مقصد یہ ہے اگر آپ کے پاس مال ہے تو آپ کا مال ان لوگوں کے کام آنا چاہیئے جن کے پاس مال نہیں ہے۔ اگر یہ پیسہ صحیح کام آجائے تو یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تو علم اگر کسی بے علم کے کام آ جائے تو یہ کیا ہی اچھی بات ہے۔ کوئی بھی چیز کسی اور کے کام آ جائے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ تو اللہ نے یہ بتایا

ہے کہ میں نے انسان، حیوان اور سب کو خود ہی پیدا کیا اور سب کو عبادت کے لیئے پیدا کیا ہے۔ ہر مسلمان کو یہ پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقصدِ حیات بالکل واضح طور پر بیان کیا ہوا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کیا مقصد ہونا چاہیئے۔ اب اس میں ہیرا پھیری کرنا یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ آپ نے دین کو مانا ہے تو دین کو ماننا آپ کا ایک مقصدِ حیات ہے۔ اگر کسی نے دین کو نہیں مانا ہے تو اس کو چھوڑ دینا بہت بہتر بات ہے کیونکہ منافق ہونے سے کافر ہونا بہتر ہے۔ منافق ہونے سے بہتر ہے کہ آپ واضح طور پر کہہ دیں کہ ہمیں یہ دین راس نہیں آیا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک پیر صاحب کے مریدوں نے تبلیغ شروع کر دی اور انہوں نے ایک جوگی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ، اسلام میں آجاؤ۔ جوگی نے کہا کہ اگر اسلام تمہارے والا ہے تو یہ اسلام تو میرے قابل نہیں ہے اور جو اسلام آپ کے پیر صاحب والا ہے تو میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ تو جوگی کا مطلب یہ تھا کہ اصل اسلام بہت بلند ہے، آئیڈیل ہے، اس میں تو میں آ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ مجھ سے بہت ہی بلند ہے اور جو آپ لوگ Preach کر رہے ہو، تبلیغ کر رہے ہو، یہ میرے قابل نہیں ہے۔ آپ نے اس کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ دوسرے اس میں آئیں۔ آپ نے Preacher بن بن کر، مبلغ بن بن کر مسلمانوں کو اور اسلام کو اسلام پڑھایا ہے۔ یعنی کہ لوگ اسلام کو گائیڈ کر رہے ہیں کہ ایسے ہو جا اور ویسے ہو جا۔ لہٰذا آپ لوگوں کے لیئے Easy بن جائیں، لوگوں کے لیئے Comfortable ہو جائیں، آسان بن جائیں۔ یہاں پر مسلمانوں نے اسلام کے نام پر گمراہی پیدا کر دی ہے۔

آپ یہ دیکھیں کہ جذبۂ غریبی جو ہے وہ دو غریبوں کو قریب کر دیتا ہے۔ ایک نے پوچھا آپ کے حالات کیسے ہیں تو دوسرا کہتا ہے کہ میں مزدوری کرتا ہوں۔ اور آپ کیا ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں بھی مزدوری کرتا ہوں۔ تو وہ کہتا ہے کہ کل سے ہم اکٹھے ہی جایا کریں گے۔ اسی طرح دو بیمار ملے تو ایک کہتا ہے کہ میرے سر میں درد رہتا ہے' دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاؤں میں درد رہتا ہے۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوگئے۔ تو ایک شعبے والے قریب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمسفر جو ہیں وہ قریب ہو جاتے ہیں۔ تو کیا دو مسلمان قریب نہیں ہوسکتے؟ کیا آپ نے کوئی ایسا آدمی دریافت کیا ہے جس کے ساتھ مل کے سفر کرسکیں' عمل کر سکیں تاکہ دونوں مسلمان ثابت ہو جائیں اور پھر بھائی بن جائیں۔ مگر خیر سے آپ اپنا آپ دیکھو کہ آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں اور مسلمان بھائی کی باری تو بعد میں آتی ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ شعبہ ابھی وجود میں نہیں آیا کہ مسلمان جو ہیں وہ مسلمان ہونے کے حوالے سے ایک وحدتِ ملت میں شامل ہو جاتے۔ تو مسلمان نے وحدتِ ملت کا سوال ہی پیدا نہیں ہونے دیا بلکہ مسلمان اسلام کی راہ میں دیوار بن کے کھڑا ہوا ہے اور پھر اسلام سے کہتا ہے کہ تو یہ دیوار گرا کر دکھا۔ تو آپ بتاؤ یہاں پر اسلام کیا کرے! تو آپ لوگوں نے ہی اسلام کو روکا ہے۔ یہاں میں اسلام کے نافذ ہونے کی بات نہیں کر رہا ہوں' میں تو اسلام کے Comfortable ' آسان ہونے کی بات کر رہا ہوں' Feasible ' عملی ہونے کی بات کر رہا ہوں اور دینِ فطرت ہونے کی بات کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمان اس کے راستے سے ہٹ جائے تو

یہ دینِ فطرت بن جائے گا۔ مسلمان ہی دوسرے مسلمان کو مار رہا ہے' ٹوٹے ہوئے' شکستہ مسلمان کو تکلیف دے رہا ہے' جھگڑالو ہو گیا ہے' ایک دوسرے کا حق مار رہا ہے' ایک دوسرے کا گلہ گھونٹ رہا ہے اور قبریں کھودتے وقت بھی دو مسلمان Simultaneously جھگڑ پڑتے ہیں۔ تو یہ مسلمانوں کا اسلام ہے۔ تو یہاں پر اصلی اسلام جو ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنا نام ہی بدل لوں تو اچھا ہے کیونکہ مسلمانوں نے تو مجھے بالکل Betray کر دیا ہے' مجھ سے بے وفائی کر دی ہے۔ لیکن وہ اللہ جو ہے وہ واللہ خیر المٰکرین ہے یعنی وہ باری تعالیٰ ایسی ترکیب نکالے گا کہ وہاں تمہاری سب ترکیبوں پر پانی پھر جائے گا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ مکڑی کے کمزور جالے سے طاقتور ترین دلیل نکال لیتا ہے۔ اس کے کام ہی اور ہیں' وہ تو پھر دریاؤں کی رفتار ہی الٹی کر سکتا ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی باتیں تو پھر اللہ ہی جانے۔ اللہ کو کسی زمانے میں' کچھ کرنے میں کبھی کوئی دِقت نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ للّہ جنود السمٰوٰت والارض زمین اور آسمانوں کے لشکر اس کے اپنے ہیں' اس کو کسی دشمن کا ڈر ہی کوئی نہیں ہے۔ اس نے لشکر بھی رکھے ہوئے ہیں اور اس کا دشمن بھی کوئی نہیں ہے۔ تو یہ اس کی رونقیں ہیں اور جلوے ہیں۔ آپ لوگوں کی ان سب باتوں سے اللہ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ بہرحال ایک بات ضرور ہے کہ اللہ آپ کو نہیں چھوڑے گا' اور آپ کو مسلمان ہی بنا کر چھوڑے گا۔ یا تو آپ لوگ سیدھی طرح سے مسلمان بن جائیں یا پھر مسلمان بننا پڑ جائے گا کیونکہ مسلمان اس مقام پر ہیں جہاں پر نظرانداز نہیں کیئے جا سکتے۔ اب یہ آپ لوگ سوچ لیں کہ کیا

کرنا ہے؟ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کا مقصد بتایا ہے۔ آپ لوگ ذاتی طور پر ایک دوسرے کے حقوق دینا شروع کر دو' بھائی کو بھائی کا حق دے دو' ماں باپ کو ماں باپ کا درجہ دے دو' بیوی کو بیوی کے حقوق ادا کر دو اور پڑوسی کے حقوق ادا کر دو۔ آپ صرف اتنا کام کر دو تو ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ اس کا نام مسلمانوں میں لکھ دے۔ تو یہ آپ کے لیئے کافی مقصد ہے اور ہم سب دعا کریں گے کہ آپ کا نام مسلمانوں میں لکھا جائے۔ اگر آپ کی تحویل میں رہنے والا کوئی ذی جان' انسان' سانس لینے والا انسان' بولنے والا انسان' کبھی بھی اللہ کے سامنے یہ فریاد کر دے کہ میں اس کی تحویل میں رہ کر مظلوم تھا تو پھر اسلام آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ اسلام کبھی ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے۔ آپ صرف اتنی سی بات کر لو کہ آپ کبھی ظالم نہ بنو اور خاص طور پر ان لوگوں پر ظلم نہ کرو جن کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔ یہی تعلق باللہ ہے۔ تعلق باللہ ہی تو تعلق بالناس ہوتا ہے یعنی لوگوں سے تعلق ہی اللہ سے تعلق ہے۔ تو آپ ظالم نہ بنو اور مظلوم بھی نہ بنو۔ اگر کوئی انسان' انسانوں پر ظلم کرتا ہے اور وہ کہتا ہے میں ظلم کا بدلہ لے رہا ہوں' تو بدلہ میں بھی ظلم ہی کرنا پڑ جائے تو یہ اتنا ہی جرم ہے جتنا پہلا ظلم ایک جرم تھا۔ اس شخص کے لیئے اسلام کچھ نہیں کر سکتا بلکہ اسلام اس کے لیئے عبرت لائے گا۔ میرا خیال ہے کہ ظلم کی ابتدا جو ہے یہ عبرت کی ابتدا ہے۔ عبرت کی ابتدا جو ہے یہ تباہی کی ابتدا ہے' وقت ضائع کرنے کی ابتدا جو ہے یہ زندگی ضائع کرنے کی ابتدا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا یہ مقصد سمجھ لیں تو پھر آپ کے لیئے آسانی ہے۔ اب اور سوال کریں۔

سوال :۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ عمل کہاں سے شروع کروں؟

جواب :۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کسی بات کو Debate نہ بناؤ' بحث نہ کرو اور آپ وہ سوال کیا کرو کہ جس کا جواب مل جائے تو اس سے آپ کو عافیت ہو۔ جو عمل آپ کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کسی کے حکم سے شروع کر دیں۔ آپ کسی ایک انسان کو مان لیں کہ وہ قرآن کو پڑھ کر آپ کو حکم بتائے کیونکہ آپ کے پاس پڑھنے کا ٹائم نہیں' تو اس کے مطابق آپ عمل کریں اور دعا بھی لیتے جائیں۔ یا پھر آپ خود قرآن پڑھ لیں اور عمل کریں۔ تو عمل کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو یا تو آپ خود پڑھ لیں یا پھر اس شخص سے پوچھیں کہ میں کہاں سے ابتدا کروں' اور اس کی کہاں سے ابتدا ہے اور کہاں انتہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ الجھتے الجھتے آخرکار الجھ ہی جاؤ۔ آپ ایسے شخص سے تعلق قائم کریں جو آپ کی شخصیت' آپ کا مزاج' آپ کا مرتبہ' آپ کا رہن سہن' آپ کا ماضی' حال اور مستقبل جانتا ہو کیونکہ ہر آدمی ہر چیز نہیں کر سکتا۔ کچھ لوگ ایک طرح کے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ دیکھنا ہے کہ آپ کے مزاج کے مطابق اللہ تعالیٰ کے وسیع احکامات کے اندر' اس کی کائنات میں آپ کے لئے کون سا ایسا Step' قدم اٹھایا جائے کہ جس سے آپ کی زندگی جو ہے وہ آپ کے حق میں آسان ہو جائے تاکہ آپ اپنے لئے کوئی بوجھ نہ بن جاؤ اور آپ کی عاقبت جو ہے

وہ داغدار نہ ہو جائے۔ بس عمل کی اتنی سی کہانی ہے کہ آپ کبھی بحث نہ کرنا اور علم کی بات نہ کرنا۔ علم جو ہے وہ تو بڑا وسیع علم ہے اور علم کی وسعت میں سے عمل کی سیدھی راہ نکالنا بڑا مشکل ہے۔ بس یہی دانائی ہوتی ہے اور یہی حکمت ہوتی ہے۔ تو حکمت یہ ہے کہ علم کی بڑی وسعت ہے، Immensity ہے اور بے شمار علم ہے، اب اس میں سیدھی لائن کا دھاگہ نکالنا ہے تاکہ یہ راستہ اختیار کرکے آپ چلتے جائیں اور دوسرے سرے پر منزل آجائے۔ سب راستے صحیح ہیں، شیعہ اپنی جگہ پر صحیح ہے اور سنی اپنی جگہ پر صحیح ہے۔ دونوں ہی مکمل صحیح ہیں مگر شیعہ سنی دونوں مل کر بیک وقت صحیح نہیں ہیں کیونکہ یہ لڑ رہے ہیں وگرنہ تو شیعہ بھی اپنی جگہ پر صحیح ہیں، سنی صحیح ہے، کیونکہ سارے ایک منزل کے مسافر ہیں۔ تو بات یہ ہے کہ سفر کرنے والا صحیح ہے اور لڑنے والا صحیح نہیں ہے۔ وہ مسافر جو مسافروں کے ساتھ الجھ رہا ہے وہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ سارے سفر کر رہے ہیں، اس لئے سارے چپکے سے چلتے جائیں تو سب کو منزل مل جائے گی۔ آپ اپنے بھائی کو کہیں کہ آپ میرے لیئے دعا کرنا، میں آپ کے لیئے دعا کروں گا۔ اور اس طرح چلتے جاؤ۔ آپ کو وقت مل جائے، شعور مل جائے رات کو نصف شب کے وقت جاگو، تہجد پڑھو تو اس وقت آپ دعا کرو کہ یارب العالمین کوئی ایسا Basic، بنیادی حکم فرما دے جس پر میں کاربند ہو جاؤں تاکہ میری زندگی عمل کے میدان میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے حوالے سے، اپنے حبیب پاکؐ کے حوالے سے، آپ کے ماں باپ کی عزت کے حوالے سے، آپ کی عاقبت کے حوالے سے آپ کو کوئی چھوٹا سا عمل بتا

دے تو وہی چھوٹا عمل بڑا عمل ہو جائے گا اور اس کے اندر ہی بے شمار باتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور اگر آپ اس عمل کو بدلتے رہے، تو پھر اگر ساری باتیں صحیح ہوں اور ساری صداقتیں ہوں تو بھی وہ بے معانی ہوں گی۔ ایسا کب ہو گا؟ سچ بولنے والا اگر بے ترتیب ہو جائے تو وہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ مثلاً" جس طرح یہ سارا سچ ہے کہ اس وقت رات کا وقت ہے، یہ بلال صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، یہ میز ہے، وہ کرسی ہے، یہ ہم ہیں، وہ آپ ہیں، پنکھے چل رہے ہیں، موسم بدل رہا ہے، بادل ہیں۔ تو یہ ساری باتیں سچی ہیں لیکن یہ سب باتیں بے معنی ہیں۔ ایسی باتوں کا کیا فائدہ! آپ ایسی بے ترتیب صداقتیں نہ بولا کریں مثلاً" یہ تقریر ہو رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ذٰلک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء اور پھر کہتے ہیں کہ یاایھا المزمل اور پھر یہ کہ قل ھو اللّٰہ احد پھر وہاں سے الحمد للہ پڑھ کر اللہ کی صفت بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اصل میں تو "الحمد للہ" ہی قرآن پاک کی جان ہے اور پھر کہتے ہیں کہ سورۃ یٰس تو قرآن کا دل ہے یٰس والقرآن الحکیم، یہ ہو سکتا کہ اس نے سب سچ بولا ہو لیکن اس کے جو Meanings ہیں، جو معانی ہیں وہ مضمون کے حساب سے ربط میں نہیں ہیں۔ تو آپ ایسی بے ربط باتیں نہ کیا کریں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصل میں بات کچھ اور ہی ہوتی ہے اور پھر آخر میں یہ کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! آج ہماری مسجد میں یہ واقعہ اور یہ دن منایا جارہا ہے، لہٰذا آپ حسبِ سابق اپنی آخرت درست کرنے کے لیئے فوری طور پر اپنا اپنا حصہ اور چندہ دیں، بکرے کی کھالیں دیں۔ تو یہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ کے لیئے یہ بہت آسان عمل ہے کہ کسی سے پوچھ کر

کوئی عمل کریں، وہ عمل چاہے چھوٹا ہو لیکن اگر آپ حاصل کرتے جائیں تو اس چھوٹے سے عمل سے وہ عمل بڑا ہو جائے گا۔ آپ نے اپنا آئینہ چمکاتے جانا ہے، "صیقلِ آئینہ ہنوز" کرتے جانا ہے، شیشے کو پالش کرتے جانا ہے اور پھر جب شیشہ چمک گیا تو اس شیشے میں آپ کو اپنا جلوہ نظر آئے گا بلکہ مالک کا جلوہ بھی نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ لکھنے والا جب کام کرتا جاتا ہے تو پھر کچھ اور ہی لکھ لیتا ہے، اسی طرح برش سے جو تصویریں بناتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ تصویریں بناتے بناتے ان تصویروں میں اور ہی مصور نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو ایسا ہوتا ہے۔ تو بعض اوقات کسی ایک واقعہ میں کوئی اور ہی واقعہ شروع ہو جاتا ہے۔ انسان کچھ اور سمجھتا ہے لیکن کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ کوئی باباجی بات کر رہے تھے تو انہوں نے کمال ہی کر دیا اور انہوں نے جاتے ہوئے کوئی الفاظ بتائے اور پھر نشانی دے گئے کہ یہ بات فلاں جگہ سے ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آئے اور آ کر کہے کہ دیکھو میں آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں اور دریا میرے مزار کی طرف آگیا ہے، مجھے بچاؤ اور میرے مزار کو ادھر شفٹ کر دو، لوگوں نے وہاں جا کر دیکھا تو مزار تو وہاں پر نہیں تھا مگر جب کوشش کر کے دیکھا تو وہاں پر مزار موجود تھا۔ تو یہ واقعہ ہے کہ مزار والا پہلے ہی آ کر آپ کو بتا رہا ہے کہ مجھے وہاں سے شفٹ کر کے یہاں پر لے آؤ۔ تو یہ بڑے بڑے راز ہیں، یہ اللہ کی بہت بڑی کائنات ہے لیکن آپ نے اس کائنات کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ آپ نے تو اپنی ظاہری کائنات نہیں دیکھی تو پھر باطنی کائنات کہاں سے نظر آئے گی۔ آپ کو صرف ایک بات بڑی واضح طور پر سمجھ آتی ہے کہ

بینک اکاؤنٹ کیا ہوتا ہے' ایک اور بات یہ سمجھ آتی ہے کہ دشمن کون ہوتا ہے' پھر ایک اور بات یہ سمجھ آتی ہے کہ آپ کو کیسے نمایاں ہونا چاہیے اور دوسروں کو Dominate کس طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ باتیں تو آپ لوگوں کو سمجھ آتی رہتی ہیں لیکن آپ کو یہ بھی سمجھ آنی چاہیئے کہ ظاہر کی کائنات کیا ہے' باہر کی کائنات کیا ہے' اندر کی کائنات کیا ہے' امرِ الٰہی کی کائنات کیا ہے اور یہ کہ سارے انسان آپ کا امتحان بھی ہیں اور یہ آپ کی آزمائش بھی ہیں۔ اور یہی آپ کا انعام ہے اور یہی آپ کی سزا ہے۔ تو آدمی کیا ہے؟ یہی آپ کی سزا ہے اور یہی آپ کا انعام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو آپ کو ایسے انسان سے ملا دیتا ہے جس کو آپ اپنے لیئے رحمت سمجھیں اور خدانخواستہ جب کبھی ناراضگی ہو جائے تو انسان ہی انسان کو مارتا ہے اور آدمی ہی آدمی کا قاتل ہے اور پھر آدمی ہی آدمی پہ مرتا ہے یعنی کبھی اس کو مارتا ہے اور کبھی اس پہ مرتا رہتا ہے۔ یہی ساری کہانی ہے اور اسی بات کی ساری رونق ہے۔ ایک محبوب انسان اور دوست انسان مل جائے تو کہتے ہیں کہ سفر اچھا گزر جاتا ہے حالانکہ اپنا اپنا سفر ہوتا ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ پیدل چل رہے ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کہیں تھک نہ جائیں۔ کہتا ہے کہ میں ساتھ ہو جاتا ہوں' تو اس ساتھی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ نہیں ہو گی۔ اگر ساتھی دور چلا جائے تو پھر راستہ بند ہو جاتا ہے حالانکہ رستہ تو رستہ ہے۔ جب پیدل چلنے والے کا ساتھی چلا جائے تو پھر وہ کہتا ہے کہ پاؤں بوجھل ہو گئے ہیں حالانکہ پہلے پاؤں بوجھل نہیں تھے۔ اس بات کو آپ غالبؔ کے اس شعر سے سمجھیں ۔

تھی وہ اِک شخص کے تصوّر سے
اب وہ رعنائیِ خیال کہاں

تو وہ کہتا ہے اب میرے خیال میں وہ رعنائی پیدا نہیں ہوتی کیونکہ وہ بندہ ہی چلا گیا۔ وہ بندہ ہی بیوٹی تھا' وہ حسن و جمال تھا' وہ بندہ ہی رعنائیِ خیال تھا اور وہی بندہ ہی تو سایۂِ ذوالجلال تھا۔ تو آپ بندوں کا احترام کریں اور ان ہی بندوں میں اپنی قسم کے بندوں کو پہچانیں تو آپ کو سارا راز مل جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سرسری طور پر ہر ایک کو دیکھتے جائیں۔ انسان جو ہے یہ ایک بڑا راز ہے اور آپ خود بھی ایک راز ہیں۔ انسانوں کو پہچاننا بہت آسان ہے۔ یہ بات آسان بھی ہے اور بہت ضروری بھی ہے۔ اس میں مشکل اس لیئے ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے آپ کو ہی نہیں پہچانتے۔ لہٰذا آپ کبھی ایسا وقت نہ گزاریں کہ کل Tomorrow کو آپ کہیں کہ وقت ضائع ہو گیا۔ تو آپ ایسا مقصد نہ بنائیں کہ رخصت کے وقت آپ یہ کہیں کہ میرا مقصد ہی خراب تھا اور میری عاقبت کے لیئے اچھا نہیں تھا۔ تو آپ عاقبت کے لیئے مقصد بنائیں اور مقصد کے مطابق وقت گزاریں اور اپنے آپ کے ساتھ رہا کریں اور اپنے آپ سے جدا نہ ہو جایا کریں یعنی کہ جب آپ نے اپنے ساتھ ہی وقت گزار دیا تو آپ ہی اپنا سکون ہوں گے اور آپ کو کوئی اور برباد نہیں کر سکتا۔ تو آپ خود ہی اپنے مصنّف ہیں' Author ہیں یعنی کہ You are the author of your own deeds and worries آپ بسم اللہ کر کے اپنے ہاتھ سے خود ہی لکھتے رہتے ہیں' اس لیئے آپ اپنے آپ کو اچھا خط لکھا کریں۔ لہٰذا آپ اپنے لیئے تباہی نہ لکھا کریں بلکہ

آپ اپنے لیئے بہتر خط لکھا کریں اور یہ آپ کے اعمال ہی ہیں جو آپ کی عاقبت بنتے ہیں۔ کہیں آپ اپنی Tragedies، اپنے غم نہ لکھتے رہا کریں۔ اب آپ وہ سوال کریں جس سے آپ کے ظاہر یا باطن کا کوئی تعلق ہو تاکہ آپ کے لیئے کچھ آسانی پیدا ہو جائے۔ میں آپ کو ایسا سوال کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ اب آپ بولیں۔

سوال :۔

سر! آپ نے فرمایا ہے کہ ظالم نہ بنو اور مظلوم بھی نہ بنو تو اگر ایک ظالم ہے تو دوسرا تو مظلوم بن جاتا ہے۔ پھر ہم مظلوم کیسے نہ بنیں؟

جواب :۔

یوں ہوتا ہے کہ مظلوم اللہ تعالیٰ سے داد لینے کے لیئے فریادی ہوتا ہے کہ یا اللہ فریاد ہے! فریاد ہے! تو جب میں یہ کہتا ہوں کہ آپ مظلوم نہ بنیں تو اس وقت آپ یہ کہیں کہ مجھ پر ظلم تو ہوا ہے لیکن میں نے ظالم کو معاف کر دیا۔ اب مظلوم کون رہا۔ کم از کم آپ اپنا نام تو مظلوموں میں نہ لکھیں۔ آپ یہ کہیں کہ آپ پر بڑا ظلم ہوا ہے لیکن آپ نے معاف کر دیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ وہ تو ظالم ہیں جو آپ کو تباہ کر گئے ہیں تو آپ کہیں کہ میں نے معاف کر دیا ہے اور میں اللہ کے سامنے ظالم کے خلاف فریاد لے کر نہیں جاؤں گا۔ تو آپ مظلوم ہونا بند کر دیں۔ آپ لوگوں نے مظلوم ہونا فیشن بنا رکھا ہے۔ آپ مظلوم ہونا بند کریں اور ظالم کو اپنے آنسو آنے سے پہلے معاف کر دیں۔ ظالم کو معاف کرنے سے مظلوم، مظلوم نہیں رہے گا۔ اور جب آپ نے اس

ظالم کو معاف کر دیا تو آپ نجات پا گئے اور آپ کے لیئے اللہ کے ہاں بڑے ہی مقامات ہیں۔ تو پھر آپ کا مقام جو ہے وہ مظلوموں کی بجائے شاید شہداء میں لکھا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اور مقام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے صبر کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ ظلم اور تشدد برداشت کر لیا تو میں ان کے ساتھ ہوں۔ ان اللّٰہ مع الصابرین بس یہ آسان سی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ صابرین کو بھی شاکرین بناتا ہے۔ میں آپ کو یہ نسخہ بتاتا ہوں کہ صبر سے بہتر ہے کہ شکر ادا کرو اور مجھ سے یہ کہو کہ ہم آپ سب کی موجودگی میں کہتے ہیں کہ یا اللہ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ زیادتی اور ظلم کیا ہے ہم نے ان کو معاف کر دیا۔ اس طرح مظلوم بچ جاتا ہے۔ اور جس نے ظلم کیا ہے اس سے ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ معافی مانگ لے۔ تو اس طرح بات ختم ہو جائے گی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے آپ پر بھی ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔ تو اپنے آپ پر ظلم کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اپنے آپ پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں اور ایسی کسی Destination ' منزل کے لیئے روانہ نہ ہو جائیں جو آپ کے لیئے بہت ہی زیادہ نقصان دہ ہو' Hazardous ہو۔ آپ لوگ آسان آسان کام کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اپنے آرام کے لیئے کام کر رہے ہیں تو آپ اتنا کام نہ کریں کہ بے آرام ہو جائیں کیونکہ آپ تو کام اس لیئے کر رہے ہیں کہ آرام ملے گا۔

سوال :۔

اگر کسی نے میرے بچے کو مار دیا اور میں نے اسے معاف کر دیا تو وہ دوسرے کے بچوں کو مار دے گا تو اس کا معاشرے پر کیا اثر پڑے گا؟

جواب :۔

اگر کسی نے دس آدمیوں کو مار دیا ہے تو اس کی سزا اس کو ضرور دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حق دیا ہے کہ تو جان کے بدلے جان لے سکتا ہے لیکن اگر تو معاف کر دے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور معاف کر کے تو نے وہ حق استعمال کر لیا۔ اب اگر یہ آپ کو اچھا نہیں لگتا تو آپ اس حق کو استعمال نہ کریں۔ یہ باقی معاشرے کی بات ہے کہ اگر وہ دس آدمیوں کو مارے تو اسے سزا دیں۔ فرعون نے ہزاروں بچوں کو مارا تھا لیکن حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا کھیل اپنی جگہ پر چلتا ہے اور عاقبت اپنی جگہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اگر ایسی صورت حال ہے کہ یہ معاشرہ آپ کی ذمہ داری ہے اور آپ اس کے کنٹرولر ہیں یعنی آپ قانون نافذ کرنے والے ادارے ہیں تو اب تو یہ بات ہی اور ہو گئی۔ اب اگر آپ نے معاف بھی کر دیا تو قانون اپنی جگہ گرفت کر دے گا مثلاً" اگر قتل کا واقعہ ہے تو پھر قانون قاتل کو گرفتار کر لے گا۔ اسی طرح اگر ایک آدمی آپ کے گھر میں بم پھینک کر چلا گیا تو آپ معاف بھی کر دو تب بھی گورنمنٹ اس کو پکڑے گی۔ تو یہ اور کہانی ہے۔ لیکن جہاں مجھے معاف کرنے کا حق دیا گیا ہے میں وہ حق ضرور استعمال کروں گا۔ اگر آپ سے ممکن ہو تو آپ بھی یہ حق استعمال کریں۔ اگر آپ یہ تین باتیں یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ پر فرمائی ہیں والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین یعنی وہ لوگ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے لئے عافیت بنتے ہیں تو اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو آپ غصے کو روکیں اور معافی دیں اور احسان کریں کیونکہ احسان کرنے والے

کو اللہ بہت پیارا رکھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کو غصہ نہ آئے اور آپ Cause Effect ' سبب اور نتیجہ کو نہ دیکھیں بلکہ مسبب کو دیکھیں۔ تو آپ نے سبب کو دیکھنا بند کر دیا اور مسبب کے پاس چلے گئے۔ اب سارا کھیل مسبب کے ساتھ ہے۔ ایک مقام پر حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ معافی کی ابتدا کے طور پر میں وہ خون معاف کرتا ہوں جس کے بدلہ لینے کا مجھے حق ہے اور وہ قرضہ معاف کرتا ہوں جس کے واپس لینے کا مجھے حق ہے اور وہ بات معاف کرتا ہوں جس کے لیئے بد دعا کرنے کا مجھے حق ہے اور میں بدّ دعا نہیں کرتا۔ یہ حق ہے اور موجود ہے اور آپؐ سے یہ سب پوچھا جا رہا ہے کہ آپؐ فرمائیں تو سب کو ختم کر دیا جائے لیکن آپؐ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ رہنے دو کیونکہ ان میں سے کوئی اسلام کا نام لیوا پیدا ہو جائے گا۔ جب تک آپ کا میلان اور Norm عاقبت کی طرف نہیں ہو گا تب تک یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ یہ سب یہاں کی انا ہے' یہاں کے کھیل ہیں اور یہاں کی بستیاں ہیں اور جاننے والا کہتا ہے کہ یہ سب مٹنے والا ہے۔

ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

کیا بیٹا اور کیا بیٹے کا باپ' سب ہی تو جانے والے ہیں۔ یہ کھیل ہی اور ہے۔ اگر آپ اس کو تھوڑا سا اور وسیع تناظر میں دیکھیں تو آپ کو ایک بڑی بات سمجھ آنا شروع ہو جائے گی کہ اصل میں بات کیا ہے؟ یہ سارا معاشرہ ایک چھوٹا سا Moment ہے اور جو آپ کے پاس ٹائم ہے وہ پورے کا پورا Totality ہے اور اگر آپ اس میں داخل ہو جائیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آنا شروع ہو سکتی ہے۔ یہ جو آپ علم پڑھتے آ رہے

ہیں تو وہ آپ ہی کا حصہ ہو گا۔ آپ جتنا اس دور کے اندر داخل ہوتے جائیں گے تو وہ اتنا ہی آپ کا حصہ ہے۔ اگر آپ وہی ہو جائیں تو وہ آپ ہی ہے۔ آج سے پہلے جو ہوا یہ آپ کا علم ہے اور ان لوگوں کا عمل تھا۔ وہ لوگ تو عمل کرتے گئے اور آپ کے لئے کیا چھوڑ گئے؟ اپنے اس عمل کا ریکارڈ یعنی کہ آپ کا علم' تو آپ کا علم ان لوگوں کی تکلیفیں' آزمائشیں اور عمل ہے گویا کہ وہ سارا پرانا واقعہ آپ کے لئے تھا یعنی کہ وہ علم آپ کی ساری کیفیت بناتا ہے' افکار بناتا ہے' تخیلات بناتا ہے' آپ کا غم بناتا ہے اور آپ کی خوشیاں مرتب کرتا ہے۔ تو یہ جو ان کا عمل تھا وہ آپ کا عمل بن گیا ہے۔ مثلاً" آپ دیوانِ غالب پڑھتے پڑھتے' اسے داد دیتے' اس کے خیال میں چلے جاتے ہیں اور یہ آپ کا عمل بن جاتا ہے۔ گویا کہ وہ جو کر گیا وہ آپ ہی کر گئے کیونکہ وہ آپ کے اندر وہ حرکت پیدا کر گیا۔ یہ بات سمجھنا بڑی مشکل ہے اور یہ بات اتنی آسان ہے کہ اس سے زیادہ آسان بات کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب پاکؐ جو کچھ فرما گئے' آپؐ کا فرمان اب آپ کے ساتھ رہے گا اور اب آپ پر وہ فرمان رقت طاری کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک تو بہت عرصہ پہلے نازل ہوا ہے لیکن آپ پر تو اب نازل ہو رہا ہے جب آپ پر وارد ہو رہا ہے۔ جب آپ پڑھتے ہیں تو آپ پر تو اب نازل ہو رہا ہے' اسی طرح حدیث تو تب آئی تھی لیکن آپ کے پاس اب آ رہی ہے' آپ کے پاس تازہ حدیث آئی ہے۔ تو یہ آج آپ کے لئے اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے اور بات اتنے عرصے سے چلتی چلتی آپ تک آ گئی ہے۔ تو آج بات آپ تک آ گئی' جو

چٹھی چودہ سو سال سے چلی ہوئی تھی وہ اب ملی ہے۔ یہ چٹھی آپ کے نام ہے اور یہ بھیجنے والے نے بھیجی ہے' گویا کہ یہ تازہ خبر ہے اور آپ کے پاس اطلاع اب آئی ہے۔ اگر اس واقعہ کو غور سے دیکھیں تو آپ کا یہ چھوٹا سا سماج ہے اور اس میں چھوٹے مسائل ہیں۔ اگر پہچان ہو جائے اور آپ اس بات کو سمجھ جائیں تو پھر آپ ایک ایسا معاشرہ پیدا کر سکتے ہو کہ کوئی کسی پہ ظلم نہ کرے ورنہ تو معاشرے کی زندگی ہی ظلم پیدا کرتی ہے' ناہموار تقسیمیں ہی ظلم پیدا کرتی ہیں۔ پیسے کی' حالات کی' مرد عورت کی اور میاں بیوی کی ناہموار تقسیم ہی ظلم پیدا کرتی ہے اور سارا ظلم یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ دونوں کو عافیت کا راستہ دکھائیں۔ آمدن اور خرچ کو بیلنس کر لیں۔ اگر آپ ایک ایسا حکم نافذ کر دیں کہ بینک میں جس کے بھی جتنے پیسے ہیں ضبط کر لیئے جائیں تو ابھی سب کچھ بند ہو جائے گا۔ ایسا کون کر سکتا ہے؟ جو پہلے اپنے پیسے ختم کرے' اپنے پیسوں کو آگ لگائے اور پھر حرام کے پیسوں کو آگ لگائے' تو پھر سارا ملک ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن آپ میں سے یہ کوئی بھی نہیں کرے گا بلکہ یہ وہی شخص کرے گا جس سے یہ کام کرایا جائے گا۔ تو معاشرے پراپیگنڈہ سے ٹھیک نہیں ہوتے اور تبلیغ سے لوگ مسلمان نہیں ہو جایا کرتے۔ آپ لوگ تو مسلمانوں کو تبلیغ کر رہے ہیں اور ہر تبلیغ کے بعد نتیجہ یہ نکلے گا کہ اپنی کھال اتار کر دے دو۔ آپ کے لیئے بہتر یہ ہے کہ آپ سب کو معاف کر دیں۔ اب یہ کہ معاشرے کا کیا بنے گا' تو آپ معاشرے کو بھی معاف کر دیں کیونکہ معاف کر دینا بہتر ہے۔

سوال :۔

صبر کرنا' معاف کرنا اور احسان کرنا یہ تین باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اس پسندیدگی میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟

جواب :۔

یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ہر آدمی سے کہا ہے کہ تم بے شک بدلہ لے لو' خونکا بدلہ خون' آنکھ کا بدلہ آنکھ' اور خون بہا لے لو۔ لیکن جب آپ کو یہ اطلاع ملے کہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو پھر اس پسند کی وجہ دریافت کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب یہ بات اللہ کو پسند ہے تو آپ کہیں کہ میری جان حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ بات تجھے کیوں پسند ہے؟ ایک بات یاد رکھنا کہ کبھی اللہ کے سامنے "کیوں" نہیں کرنا!

سوال :۔

سر! میں اللہ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا چاہتا ہوں!

جواب :۔

اگر آپ عمل کرنا چاہتے ہیں تو پھر چپکے سے عمل کرتے جائیں۔ آپ تو عمل کی بجائے بحث کریں گے اور عمل نہیں کریں گے۔ عمل تو وہ ہے جو آپ چپکے سے کرتے جائیں۔ لیکن یہ جو آپ تکرار کر رہے ہیں' یہ بحث ہے۔ اگر آپ معاف کر سکتے ہیں تو چپکے سے معاف کرتے جائیں۔ اگر آپ یہ عمل کر سکیں تو بہتر ہے لیکن یہ عمل چپکے سے کرتے

جائیں۔ عمل تو سماج میں جا کر ہو گا اور اس سے پہلے بحثیں نہیں ہوں گی۔ اگر کوئی ظالم آپ کے سامنے آ جائے اور مظلوم ہونے کی حیثیت سے آپ بدلہ لینے کے حق میں ہوں یا بدلہ لینے کی استعداد میں ہوں یا یہ کہ بدلہ لینے کا موقع آپ کے پاس ہو تو میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ آپ اس کو معاف کر دیں۔ اللہ کی بات تو بعد میں ہو گی' پہلے تو میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس کے بندوں کو معاف کر دیں۔ معاف کرنے سے فساد بچ جائے گا۔ اگر ہو سکے تو اس کو بتائے بغیر معاف کر دیں اور اس پر احسان بھی نہ جتائیں۔ یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

سوال :۔

ظلم کرنے والا سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور اگر اسے معاف کر دیں تو وہ اور ظلم کرے گا۔

جواب :۔

معاف کرنے سے ظلم عام طور پر نہیں بڑھتا۔ آپ اس بحث میں نہ پڑیں۔ معاف کرنے سے ظالم انسان جو ہے وہ ظلم نہیں بڑھاتا اور اگر آپ معاف نہ کریں گے تو ظلم بڑھے گا۔ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا ہے کہ بدلہ لے سکتے ہو تو ضرور لو' اس کو آپ گولی مار سکتے ہو تو بندوق چلاؤ لیکن اگر معاف کر دو تو بہتر ہے۔ اس میں دقت کیا ہے؟ تو آپ اگر معاف کر سکتے ہیں تو کر دیں اور اگر معاف نہیں کرنا چاہتے تو بدلہ لے لیں۔ آپ کا عمل تو انسان کو Slave ' غلام سمجھتا ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھنا کہ انسان بہر حال انسان ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس ذات کی رضا کے لئے کسی کو معاف کر رہے ہیں' وہ آپ کے اس

عمل سے غافل نہیں ہے کیونکہ وہ دلوں کے حال جانتا ہے۔ ہم کوئی Isolated بات نہیں کر رہے ہیں اور یہ کوئی جانبدارانہ بات نہیں ہے۔ اسی زندگی کے اندر اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اسی زندگی کے اندر بڑے بڑے ظالم سرنگوں ہو جایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اس قسم کی بڑی بڑی مشینری ہے اور اس کو Divine Machinery ' خدائی لشکر کہتے ہیں۔ آپ ایک بار ایسا عمل کر کے تو دیکھو' ضرور معاف کیا کرو۔ ظالم نے ضرور ختم ہو جانا ہے۔

سوال :۔

اللہ کریم کے پاس تو بے انتہا وقت ہے اور ہم غریبوں کے پاس تھوڑا سا وقت ہے۔ تو ہماری زندگی میں عمل کا رزلٹ تو آتا نہیں۔

جواب :۔

میں آپ کی یہ بات مانتا ہوں کہ وقت تھوڑا ہے اور یہاں اس کا رزلٹ نہیں آتا مگر آپ وہ وقت بھی ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے اپنی زندگی کے عمل کے چھ کارڈ رکھے ہوئے ہیں تو دو کا رزلٹ آئے گا اور باقی کا رزلٹ نیگیٹو ہو گا تو پھر آپ دیکھیں کہ رزلٹ کیسا آئے گا' رزلٹ تو اس کا آتا ہے جس کا ایک مقصد ہو اور اس مقصد پر باقی سب مقاصد نثار ہو جائیں۔ تو اگر ایسے شخص کا رزلٹ نہ بھی آئے تو بھی وہ کامیاب ہے۔ یہی اس کا رزلٹ ہے۔ جو لوگ Signleness of purpose رکھتے ہیں' جو وحدتِ مقصد رکھتے ہیں اگر وہ راستے میں مر جائیں تب بھی اسی مقصد میں ان کا نام آتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تلاش کرنے والے' Discovery کرنے والے تھے اور

اس راستے میں مر گئے تو وہ کامیاب ہو گئے۔

جو آدمی زمان و مکاں میں رہتا ہو اور اپنے فوری مقصد کو بھی حاصل نہ کر سکے تو اس کو اپنی دانائی کے زعم سے توبہ کر لینی چاہیئے' وہ یہ تو کہے کہ میں بیوقوف ہوں اور میں بات کو نہیں سمجھ سکا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کم از کم زعمِ آگہی سے تو نجات پا جاؤ اور پھر اللہ کو اپنا مقصد بناؤ۔ اس طرح رزلٹ نکل آئے گا۔

سوال :۔

ہم تو زعمِ آگہی سے اسی دن نجات پا گئے تھے جب آپ کے پاس آئے تھے۔

جواب :۔

یہاں میں کسی ایک فرد کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنی زندگی میں اپنے خیال کا نتیجہ نہ نکال سکے تو سمجھو کہ اس کو آگاہی نہیں ہے۔ اگر انسان اپنے خیال کے مطابق اپنا عمل کرتا جائے تو پھر نتیجہ نکل آتا ہے۔ تو نتیجہ وہ ہونا چاہیئے کہ جس سے آپ کی عاقبت مقلون نہ ہو اور وہ عمل کرو جس سے وقت ضائع نہ ہو اور آپ کی عاقبت مجروح نہ ہو اور یہ آپ کا مقصد ہونا چاہیئے۔ اور یہ بہت ضروری بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے باقی سارے مقاصد حل ہو رہے ہیں۔

سوال :۔

اللہ کے ہر حکم میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے تو اس معافی

والے حکم میں کیا حکمت موجود ہے؟

جواب :۔

اگر اللہ کے حکم میں آپ کو حکمت نہ ملے تب بھی آپ اس کا حکم مانتے جائیں۔ اس کی حکمت وہ خود جانے۔ جیسے کہتے ہیں کہ روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے کہ صحت ٹھیک ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں لیکن اگر آپ کی صحت خراب ہو جائے تو آپ تب بھی روزہ رکھتے جاؤ۔ اب آپ یہ جاننا چاہتے ہو کہ کسی کو معاف کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو جو آپ کو بتایا جا رہا ہے یہ سب کو بتایا جائے گا۔ ہر آدمی ہر دوسرے آدمی کو معاف کر دے تو پھر معاشرہ فلاحی بن جاتا ہے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اگر معاف کردیں تو دوسرے لوگ جو ہیں وہ ظلم کرتے جائیں گے۔ تو ان ظالم لوگوں کو بھی یہی پیغام ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ماننے والے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں ماننے والے ہوتے' تو جھگڑا انہی کا نام ہے۔ جب سارے کے سارے مسلمان ہیں اور سارے کے سارے ماننے والے ہیں اور ہر ایک کو بتایا جارہا ہے اور آپ بھی ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ تم بدلہ لے سکتے ہو تو ضرور لے لو لیکن اگر معاف کر سکو تو یہ بہتر ہے۔ جب سب کو یہ علم ہو جائے گا تو پھر معافی شروع ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ معافی مانگنے میں پہل کرو۔ اگر آپ کا کوئی ماتحت آپ سے ناراض ہے تو آپ اس سے کہو کہ بھائی مجھے معافی دے دو' پھر آگے جس افسر نے آپ کو ڈانٹا ہے وہ آکر آپ سے معافی مانگ لے گا۔ پھر تو ایسا ہو گا اور اس طرح معاف کرنا تو پڑے گا۔ اور پھر معاشرے میں آسانی آجائے گی۔

سوال :۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ معاف وہی کریں جو مارنے والے ہیں اور کیا یہ بہتر نہیں ہے! جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " اشداءُ علی الکفار" تو آپس میں تو رحم کیا جاسکتا ہے۔

جواب :۔

جب ایک مسلم معاشرہ ہو اور ایک امیر کے تحت معاشرہ قائم ہو تو پھر یہ حکم ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداءُ علی الکفار یعنی محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔ تو اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ ہیں اور ساتھ ہی ایک گروپ کی وحدت بنی ہوئی ہے اور یہ جو لوگ ہیں یہ آپس میں رحم کرنے والے ہیں رحماء بینھم اور یہ لوگ کافروں پر شدید ہیں اشداء علی الکفار' یہ تو بات بن گئی۔ میں اصل میں یہ دِقت بیان کر رہا ہوں کہ مسلمان آپس میں مسلمان نہیں رہے' آپس میں ایک گروپ نہیں بن رہے۔ تو دِقت یہ ہو رہی ہے۔ میں آپ کو جس بات سے نجات دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ جائز بدلہ لینے کے پروگرام میں اسی دِقت سے گزریں گے جہاں پہ آپ مظلوم ہوئے تھے اور آپ کو پورے کا پورا اس Process سے گزرنا پڑے گا۔ تو بہتر یہ ہے آپ معاف کرکے نجات پا جاؤ۔ تو ظالم نے ایک دفعہ ظلم کیا اور انتقام کے جذبے نے ہمیشہ ہی آپ پر ظلم رکھنا ہے اگر آپ جگہ جگہ پر بیان کرتے رہیں گے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے' تو یہ ظلم بیان کرتے

کرتے ساری عمر گزر جائے گی' پھر آپ بدلے تک پہنچیں گے۔ ایک تو آپ پر ظلم ہو گیا اور دوسرا ظلم آپ خود اپنے آپ پر کر رہے ہیں۔ ظالم نے ایک بار ظلم کیا لیکن مظلوم اپنے پر روز ظلم کرتا جا رہا ہے اور یہ خود سے انتقام ہے۔ تو معاف نہ کرنا Revenge ہے' انتقام ہے۔

Revenge ایک ایسی چیز ہے' انتقام لینے کا جذبہ ایسی چیز ہے جو اسی ظالم کو زندہ رکھتی ہے جس نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس سے نجات پائیں اور اپنے ذہن کو عافیت میں رکھیں ورنہ وہ جو ہتھوڑا مار گیا تھا وہ ہتھوڑا روز چلے گا۔ معاف کر کے ایک تو آپ اللہ کی طرف ہو گئے کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ تو یااللہ تُو ہمارے گناہ بھی معاف کر دے کیونکہ ہم لوگ بھی ظلم کر چکے ہیں۔ اگر آپ لوگ حساب پر آ جائیں تو جس چیونٹی کے اوپر آپ نے پاؤں رکھ دیا اور وہ مرگئی تو اب آپ کو اس کا بھی حساب دینا ہو گا کیونکہ ظلم تو آپ سے بھی سرزد ہو جاتا ہے۔ آپ اگر اللہ کے پاس فریاد لے کر گئے تو عین ممکن ہے کہ کل کو کوئی اور فریادی اللہ کے پاس آپ کے خلاف کھڑا ہو جائے۔ اس سے نجات پانے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ معاف کرو۔ تو آپ کے جو مظلومانِ اجتماعی ہیں وہ بھی شاید آپ کو معاف کر دیں۔ آپ یہ کہیں کہ یااللہ مجھ سے تو یہ کچھ ہو سکا ہے کہ میں نے اپنے ظالم کو معاف کردیا ہے' اب یا اللہ آپ مجھ پہ یہ مہربانی فرمائیں کہ میرے مظلوم بھی مجھے معاف کر دیں۔ یا تو پھر آپ یہ کہو کہ آپ نے مظلوم نہیں بنائے ہیں مگر یہ تو بڑی ہی جھوٹ والی بات ہو گی۔ کہیں نہ کہیں پر انسان مظلوم بناتا رہتا ہے اور

کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ انسان ایسا کر جاتا ہے۔ اپنے آپ کو ظالم بنانے کے جرم کی سزا سے بچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ مظلوم ہونے کی حیثیت سے اپنے ظالم کو معاف کردو۔

سوال :۔

سر! کیا کافر کو بھی معاف کر دیں؟

جواب :۔

یہاں کافروں کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ گھر کی بات ہو رہی ہے۔ کافر کو معاف کرنے کے لیۓ آپ کو پھر وہاں جانا پڑے گا۔ پہلے آپ یہ بتاؤ کہ آپ پر کافر نے کیا ظلم کر دیا ہے؟ کافروں نے جتنے بھی ظلم کیۓ ہیں مسلمان معاشرے پر کیے ہیں اور اسلام پر ظلم کیۓ ہیں اب اس معاملے میں کافر جانے اور مسلمان جانیں۔ آپ بے شک اسے معاف نہ کریں لیکن جو معاف کر دے اس کے لیئے بہتری ہے۔ آپ کو اس میں کیا دِقت محسوس ہو رہی ہے۔

سوال :۔

سر! اگر کسی عادی مجرم کو معاف کر دیں تو یہ ایسے ہے کہ میں اسے دوسروں پر ظلم کرنے کے لیئے کھلا چھوڑ دوں۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

میں یہاں ایک ذات کی بات کر رہا ہوں۔ کسی کو معافی دینا میرا ذاتی فعل ہے اور میں صرف اتنا ہی کہہ رہا ہوں۔ پھر بھی آپ کو بات سمجھ نہیں آرہی ہے۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جس نے آپ

پر ظلم کیا ہے آپ اس کو معاف کر دیں! یہ تو اتنی سی بات ہے۔ اگر کسی ظالم نے سماج پر ظلم کیا ہے تو جہاں آپ کو سماج اختیار دے کہ ہمارا بدلہ لو تو پھر آپ بدلہ لے لینا اور اگر سماج آپ کو اختیار نہ دے' سماج کی بات میں دخل نہ دینا۔ آپ اتنا کریں جتنا آپ کو سماج نے اختیار دیا ہے۔ اگر پرائم منسٹر کو سماج نے اختیار دیا ہے تو وہ اپنا کام کرے' سماج نے چیف جسٹس کو اختیار دیا ہے تو وہ اپنے اختیار میں کام کرے۔ عدالتوں میں ظلم کی کہانیاں جاتی رہتی ہیں اور وہ وہاں ان کو حل کرتے ہیں۔ لیکن جہاں ذاتی طور پر بدلہ لینے کا موقعہ ہو تو آپ اس کو معاف کرتے جائیں۔

سوال :۔

اگر ایک آدمی میرے سر پر ہتھوڑا مار دے تو کیا اسے بھی معاف کردیں؟

جواب :۔

اگر آپ اس سے ہتھوڑا رکھوا سکتے ہیں تو رکھوالیں۔ میں تو آپ کو بالکل صاف بات بتا رہا ہوں اور میں یہ نہیں کہتا کہ سماج کے اندر ہتھوڑے ہی چلتے جائیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس کو روک سکتے ہیں تو روک لیں۔ آپ اپنی جان بچائیں اور آپ اللہ کے سامنے فریادی نہ بنیں۔ میں اللہ کے بارے میں بات کر رہا ہوں کہ اللہ کے پاس جو فریاد جاتی ہے تو اس وقت سے آپ نجات پا جاؤ کیونکہ پھر آپ کے خلاف بھی بڑی فریادیں ہوں گی۔ تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ سماج کو عافیت میں لے آئیں' ہتھوڑے والے کو روک لیں' اس کو سمجھائیں

اور اگر وہ پکڑا گیا تو پھر بھی اسے معاف کر دیں۔

سوال :۔

ہم اس ہتھوڑے والے کو اس لیئے پکڑنا چاہتے ہیں تاکہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔

جواب :۔

تو آپ کی یہ کوشش نیکی ہے اور معاف کر دینا بھی نیکی ہے۔ آپ کی اس بات میں کہیں آپ کو لیڈر بننے کا احساس ہو سکتا ہے اور ہیرو بننے کا گمان ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی کو بتائے بغیر معاف کر دینا صاف ستھری نیکی ہے' عافیت والی نیکی ہے اور' بھلے مانس والی نیکی ہے ۔ آپ باقی انسانوں کو بچانے کی بات کرتے ہیں تو اس کے لیئے یہ بات سمجھ لیں کہ کائنات کو بچانے والا انسان نہیں' اللہ ہے۔ یہ تو آپ کا بھی تجربہ ہو گا کہ بچانے والا وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے۔ کم از کم اتنی گمراہی سے تو بچنا چاہیئے۔ ہاں' کچھ تھوڑا سا' چھوٹا موٹا تعاون آپ کر سکتے ہیں تو کر لیں' ورنہ بچانے والا اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ آپ پیدا کرنے والا ہے' وہی بچانے والا ہے اور مارنے والا بھی وہ آپ ہی ہے۔ آپ لوگ اپنے ایمان کے پرزے درست کر لو' گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ اتنی بات تو یاد رکھیں کہ زندگی اور موت اللہ کے پاس ہے اور یہ اس کے حوالے سے ہے کیونکہ وہ خود ہی زندگی پیدا کرتا ہے اور خود ہی موت پیدا کرتا ہے۔ اس باری تعالٰی نے کوئی زندگی ایسی پیدا نہیں کی ہے جس کا آخری سانس اس نے مقرر نہ کر رکھا ہو۔ اللہ جو زندگی پیدا

کرتا ہے تو کوئی Indefinite لمبی نہیں پیدا کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ زندگی پیدا ہو گئی ہے اور یہ بچے کا نام ہے اور اس نے وہاں، اس حال میں فلاں مقام پر، فلاں دیس میں اور اتنے وقت کے بعد میرے پاس آ جانا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اسے کوئی بھی ہتھوڑا نہ مارے پھر بھی اس کو اندر سے ہتھوڑا لگ جائے گا۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو ذرا عافیت میں رکھیں، ذرا تحمل میں رکھیں، اللہ تعالیٰ کے کارخانے اور اس کے وسیلے کو تھوڑا سا سمجھیں کہ وہ ہے کیا؟ اور یہ جو آپ سمجھتے ہیں کہ ہم سماج کو بچاتے ہیں تو آپ اپنے بھائی کو بچا کر دیکھ لو، بیوی کو بچا کر دیکھ لو، اپنی ذات کو بچا کر دیکھ لو بلکہ اس کائنات کے اندر آپ چڑیا کا ایک بچہ بچا کر دیکھ لو۔ چڑیا کے بچے کو بچانے کا پورا اختیار آپ کے پاس ہے لیکن وہ نہیں بچا! مقصد یہ ہے کہ یہ جو بچانا ہے یہ خیال ہی ہے، آپ نے کسی کو بچانا نہیں ہے اور کوئی کسی کو موت سے نہیں بچا سکتا۔ یہ ایسی وادی ہے جس میں پیر چلے گئے، پیغمبر چلے گئے، ولی چلے گئے درویش چلے گئے۔ اگر مارنے والے مر گئے تو مرے ہوئے تو پھر مر ہی گئے۔ یہ کہانی ہی اور ہے اور اس میں کسی کو بچانے والی کوئی بات نہیں ہے، بچانے والی پارٹی بھی گئی، مسیحائے زماں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے، نام مسیحا اور فوت ہو گئے۔ مسیحائے دوراں بھی فوت ہو گئے، خالقِ کائنات نے فرمایا کہ ساری کائنات کی تخلیق کے باعث اللہ کے حبیب پاکؐ ہیں اور اپنے حبیبِ پاکؐ کو اس انداز سے رخصت کر دیا۔ اب کسی اور انداز سے کوئی اور واقعہ ہو گا اور یہ ایک ایسا راز ہے جو خود ہی ڈھلتا رہتا ہے اور اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر آپ کی نیت اچھی ہے تو اچھی نیت

کی مراد بھی اچھی ہے۔ مگر آپ لوگ تو اللہ کے حکم کے Against، خلاف بات کرتے ہیں۔ اللہ نے یہ کہا ہے کہ معاف کر دینا تمہارے لیئے بہتر ہے تو آپ بس معاف کر دیں اور آپ معاف کرنے سے فائدے میں ہوں گے۔ تو معاف کرنے سے آپ کا کیا نقصان ہو گا؟ ایسی صورتِ حال میں آپ مؤدب ہو جائیں اور یہ مان لیں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ معاف کرنے سے فائدہ ہی ہو گا' اگر بظاہر نقصان نظر آرہا ہے تو پھر بھی فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر آپ کو بات سمجھ نہ آ رہی ہو تو تب بھی فائدہ ہی فائدہ ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ اللہ کے حبیبِ پاکؐ کا فرمان ہے تو آپ کو سمجھ بھی آ جائے گی اور اس میں عافیت بھی ہو جائے گی۔ آپ لوگ اس زندگی میں وقت ضائع نہ کریں آپ کا کل' Tomorrow ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو Today' آج پر افسوس ہو۔ کوئی ایسا مقصد نہ بنانا کہ آپ مرتے وقت یہ کہیں کہ میں اپنے Ultimate' اصل مقصد کے قریب نہیں تھا۔ ایک Immediate object' وقتی مقصد ہوتا ہے اور ایک Ultimate object' اصل مقصد ہوتا ہے تو آپ کا Immediate object وقتی مقصد جو ہے یہ Ultimate object' اصل مقصد سے مختلف نہ ہو۔ تو آپ لوگ اپنے آپ پر مہربانی کرو۔ تو معاف کرنے والا بہت بہتر رہتا ہے۔ اب اگر آپ کہتے ہیں کہ مظلوم ہونے سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں' جب کہ ظالم نے ہمیں مظلوم بنایا تو ہم کہتے ہیں کہ آپ مظلوم ہونے سے بچ سکتے ہیں اگر آپ اس ظالم کو معاف کر دیں اور پھر مظلوم ہونے سے بچ جائیں۔ تو اسے کب تک معاف کریں؟ جب تک وہ ظلم کرتا جائے۔ جس سے

آپ نے تعلق نہیں توڑنا ہے تب تک آپ اسے معاف کرتے جائیں۔ یعنی اگر میاں بیوی کی بات ہے اور تعلق نہیں توڑنا ہے تو آپ سب کچھ برداشت کرتے چلے جائیں اور اگر تعلق توڑنا ہے تو عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ جس سے تعلق نہیں توڑنا تو اس کا کیا گلہ اور جس تعلق کو چھوڑ دینا ہے اس کا کیا گلہ۔ تو یہ آسان سی بات ہے۔ اگر یہ کہیں کہ ہماری یہ دوستی نہیں چل سکتی تو آپ اس دوستی کا گلہ کیوں کرتے ہیں اور اگر یہ دوستی ہمیشہ چلے گی تو اب کس بات کا گلہ۔ ہمیشہ چلنے والی دوستیوں میں الجھنوں کے ہزار مقامات آتے ہیں لیکن دوستی ان الجھنوں کے باوجود چلتی رہتی ہے۔ جس کی منزل اچھی ہو جائے وہی اچھا ہے۔ تو منزل پر پہنچنے کے لیئے راستے کی دِقتوں کا گلہ نہیں کرتے کیونکہ راستوں میں دِقّتیں تو ہوتی ہیں۔ جو بڑے لوگ تھے' ان کے سفر بہت دور کے ہوتے تھے اور ان کو راستوں میں بڑی بڑی دقتیں پیش آتی تھیں۔ زندگی میں انسانوں کے انداز میں تبدیلی آ جایا کرتی ہے لیکن گھبرانا نہیں چاہیئے۔ آج جھگڑا ہے اور کل کہو گے کہ وہ اچھا بھی ہے' آخر ہمارا دوست ہے۔ آپ لوگ ہر بار اپنے آپ سے کیوں الجھتے ہیں۔ آپ لوگ اپنے آپ میں سادہ ہو جاؤ' اپنے ساتھ Comfortable ہو جاؤ' آسان ہو جاؤ' آپ لوگوں نے اپنے آپ کو پکڑا ہوا ہے' دبوچا ہوا ہے اور خود کو نقصان دو گے۔ آپ اچھے لوگ ہیں اور مجھے بڑے اچھے لگتے ہیں لیکن آپ خود کو اچھے نہیں لگتے۔ اس لیے اپنی قدر کرو' ساتھی کو عافیت میں رکھو' اچھے خیال میں رہو۔ مگر آپ تو کبھی ظلم کی بات کرتے ہو' کبھی نفرت کی اور کبھی گلے کی۔ یہ زندگی تو ایک میلہ ہے اور سب کا جوگی والا

پھیرا ہے' پھر کون آئے گا۔

پتا ٹوٹا ڈال سے لے گئی پون اڑا
اب کے بچھڑے کب ملیں گے دور پڑیں گے جا

تو بات یہ ہے کہ کیا آپ کے پروگرام اور کیا آپ کی باتیں! صرف چند دن کا میلہ ہے پھر اس کے بعد نام و نشان ہی نہیں رہے گا اور یہ سب آپ کو پتہ ہی ہے' پھر اپنی فاتحہ بھی ہم نے خود ہی پڑھنی ہے' پتہ نہیں کوئی آئے گا کہ نہیں آئے گا۔ تو اس لیئے یہ بھی عادت بنا لو کہ اپنے جنازے آپ ہی پڑھنا سیکھ لو۔ آج کل کے دوستوں کا کیا پتہ ہے کہ کوئی آتا ہے کہ نہیں آتا! تو ان واقعات کا بھی ذرا خیال رکھنا چاہیئے۔ آپ اتنی غفلت نہ کریں کہ آپ کو اپنی عاقبت کا ہوش نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر کے اندر رہنے والا سادہ سا معصوم آدمی ظالم ہو کر نکلے' پھر تو بڑے بڑے ظالموں اور فرعونوں میں اس کا نام لکھا گیا اور اپنی اسی چھوٹی سی دنیا میں وہ یہ کام کر گیا۔ تو یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ یعنی کہ ایک شخص چار آدمیوں میں رہنے والا تھا' دو نوکر تھے اور دو وہ میاں بیوی اور ایسا شخص بھی ظالموں میں شامل ہو گیا کیونکہ وہ نوکروں پر ظلم کر گیا۔ اس طرح پورا ظالم بن گیا۔ تو ایک گھر کے اندر یہ سارے واقعات ہو گئے۔ اس لیئے آپ عافیت کے واقعات پیدا کریں اور آپ ایسا علم نہ حاصل کریں کہ وہ آپ کے لیئے خود ہی عذاب بن جائے۔ تو آپ عافیت کا علم حاصل کریں اور عافیت کا علم یہی ہے کہ آپ سادہ رہیں' سب کا بھلا اور سب کی خیر مانگتے رہیں اور کائنات کے مالک کو Approach کیا کریں کہ یا اللہ یہ جو منظر ہمیں اچھا نظر نہیں آ رہا ہے تو اس کو ٹھیک فرما دے یا

ہمیں موقع دے کہ ہم ہی اس کو ٹھیک کریں۔ اگر وہ موقعہ عطا کرے تو ضرور ٹھیک کریں ورنہ پرائی بات میں ہم کیسے دخل دیتے رہیں۔ اگر وہ موقعہ دے دے گا تو دروازہ کھل جائے گا۔ پھر آپ بسم اللہ پڑھ کر تشریف لائیں۔ تو آپ اپنے آپ پر اعتماد کیا کریں' دروازہ کھولا جائے گا اور ضرور کھلے گا۔ کیا آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے کہ کیسے دروازہ کھلے گا؟ دروازہ کھلے گا' دروازہ ہی کھلے تو بہتر ہے۔ تو آپ لوگ دعا کرو کہ دروازہ ہی کھلے' عقل کے دروازے کھل جائیں' علم کے دروازے کھل جائیں' عرفان کے دروازے کھل جائیں' ایمان کے دروازے کھل جائیں اور حالاتِ زمانہ کے دروازے کھل جائیں اور آپ کے خیال کے سفر کے دروازے کھل جائیں۔ ہم تو آپ کو اچھا سمجھتے ہیں مگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ زمانہ آپ کو اچھا سمجھے' اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ زمانہ آپ کو اس وقت اچھا سمجھے گا جب آپ میں کوئی عمل ہو گا۔ مثلاً" قائد اعظمؒ کو آپ اچھا سمجھتے ہیں لیکن ان جیسے واقعات آپ نہیں کرنا چاہتے' ان جیسی زندگی آپ بسر نہیں کرنا چاہتے' ان جیسا سچ نہیں بولنا چاہتے اور ان جیسی گفتگو' Negotiation نہیں کرنا چاہتے۔ پھر تو بات مشکل ہو جائے گی۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ اچھے آدمی جن کو پذیرائی ملی ہے وہ بڑے بڑے تلخ ایام سے گزرے ہیں۔ تو اچھا ہونا آپ کا فیصلہ ہے اور میرا گلہ یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے فیصلہ ہی نہیں کیا ہے! جو آدمی اچھا ہونے کا فیصلہ کر چکا ہو وہ بے تاب نہیں ہوتا' وہ گھبراتا نہیں ہے کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ اس نے اچھا ہونا ہے' اس کو پتہ ہوتا ہے کہ اس سماج نے میری بات سنی ہے اور ہمیشہ میری بات سنی ہے۔ آپ لوگوں نے تاریخ پڑھی ہوئی

ہو گی کہ ایک آدمی نے جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنا چاہی تو پارلیمنٹ نے تقریر سننا پسند نہ کی اور کہا کہ بھاگ جاؤ تو اس شخص نے کہا کہ آج تم لوگ میری بات نہیں سن رہے اور وہ وقت جلد آئے گا جب تم میری بات بڑے غور سے سنو گے اور پھر وہ وقت آیا کہ جب اس کی بات بڑے غور سے سنی گئی۔ تو ایسے ایسے بھی لوگ دنیا میں آئے ہیں۔ ایک آدمی تقریر کر رہا تھا اور اس کی زبان میں لکنت تھی' وہ بیچارہ بولتا رہتا تھا' تو لوگوں نے اس کا بہت مذاق اڑایا' تو پھر اس آدمی نے کہا کہ

Thy time will come ایک وقت آئے گا جب تم ہماری بات سنو گے۔ وہ شخص سمندر کے کنارے پر گیا اور اس نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں منہ میں ڈال کر پھر بولنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں Orators' مقررین کے طور پر اس کا نام اولین Orators میں سے تھا' وہ شخص جب بولتا تھا تو سمندر کی لہریں آگے پیچھے ہو جایا کرتی تھیں۔ وہ ایک یونانی تھا جس کا نام گریٹ سپیکرز میں تھا۔ تو ایسے کام کرنے والے ایسا کام کرتے رہے۔ آپ ایسا نہ کریں کہ اپنے آپ کو سماج سے منواتے رہیں اور وہ منوانا بھی معذرت کے ساتھ ہو۔ یہ نہ کہنا کہ

Will you please accept me' کیا آپ مجھے مانتے ہو؟ سماج کبھی معذرت سے نہیں مانتا' وہ درخواست سے نہیں مانتا بلکہ اس سے تو سکہ منوانا پڑتا ہے۔ اس لیئے اپنے آپ کو Confidence میں رکھو' اعتماد میں رہو اور یقین کے ساتھ بات کرو۔ پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو سماج میں آپ اپنا خیال آپ رکھیں۔ مقصد حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ آپ کا اپنا مقصد قائم ہونا چاہیئے کیونکہ جو لوگ انہماک کے ساتھ اپنے مقصد

کی طرف چلے ہیں ان میں سے اکثر لوگ راستے میں ہی رہ گئے ہیں اور وہ منزل پر نہیں پہنچے ہیں مگر پھر بھی وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اب آپ کربلا کے مقام پر دیکھیں کہ کربلا کی جنگ حضرت امام عالی مقامؑ نے نہیں جیتی لیکن جیتی ہے کیونکہ یہ مقصد کی بات ہو رہی ہے۔ مقصد عظیم ہو تو نتیجہ عظیم ہوتا ہے' چاہے انسان راستے میں ہی رہ جائے۔ تو یہ کہانی اتنی سی ہے کہ آپ کے پاس صادق مقصد ہونا چاہیئے اور آپ اس پر اتنی صداقت سے عمل کریں کہ راستے میں سفر چاہے جہاں بھی ختم ہو پھر بھی آپ کامیاب ہوں۔ تو اب مسئلہ حل ہو گیا کہ کامیاب انسان وہ ہے جو ایک کامیاب اور Selected مقصد کے اوپر پورے یقین سے سفر کر رہا ہو۔ تو وہ راستے میں بے شک جہاں بھی ختم ہو جائے' وہ کامیاب ہے۔ صداقت کی منزل جو ہے اس میں سارے راستے کا نام منزل ہے۔ تو Truth کی منزل کیا ہے؟ سارے راستے کا نام منزل ہے اور منزل صرف کسی ایک جگہ کا نام نہیں ہے۔ صادق آدمی نے پہلا قدم جہاں رکھا ہے وہی منزل ہے' دوسرا قدم رکھا تو وہ منزل ہے اور جہاں اس کے قدم ختم ہو گئے وہیں بھی منزل ہے۔ تو ہم جہاں بھی سجدہ کریں گے وہی کعبہ ہے۔ تو سچا آدمی جہاں سجدہ کرے گا وہیں کعبہ ہے اور عین کعبہ ہے۔ تو کعبہ تو ہمارے دل میں ہوا۔ تو سچے آدمی کی کامیابی یوں نہیں ہوتی یعنی سچے آدمی کی کامیابی وقت کی مرہونِ منت نہیں ہوتی کہ وقت اب Feasible آ گیا ہے' آسان ہو گیا ہے تو ہم کامیاب ہو جائیں گے لہٰذا آپ اصلی باتیں کیا کریں۔ اور سوال پوچھیں۔

سوال :۔

سر! کیا انسان کو اپنے ساتھیوں کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے؟

جواب :۔

آپ کے ارد گرد کے جتنے بھی لوگ ہیں آپ ان لوگوں کو غور سے دیکھیں اور آپ ان کے اعمال کا فوری طور پر محاسبہ نہ کریں اور یہ آپ کے لیئے بہت ضروری ہے۔ کل کو ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی اولاد کو ہی ماپنا شروع کر دیں کہ لے دے کے آپ نے کیا حاصل کیا ہے؟ وہی اولاد ہی تو آپ نے حاصل کی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی Bitterness پیدا ہو گئی' تلخی ہو گئی' تو پھر کیا رہ گیا۔ آپ نے تو ان کی اصلاح کرنی تھی نہ کہ ان سے ناراض ہونا تھا۔ تو آپ اس طرح کریں کہ اپنے مزاج کو اللہ کی طرف رجوع کرا لیں اور معافی مانگنے اور معافی دینے کا عمل شروع کریں۔ اور آپ یہ عمل ضرور کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی شکل جو ہے وہ منتقم ہو جائے یعنی انتقام والی شکل ہو جائے۔ آپ اس سے بچیں اور کہیں کہ یا اللہ میں کسی سے انتقام نہیں لیتا اور کسی سے ناراض نہیں ہوتا۔ آپ اس طرح سب سے معافی کا سلوک کریں۔ اگر آپ کے والدین زندہ ہیں تو آپ ان کے پاس جایا کریں اور ان کے پاس رہا کریں' ان کی خدمت کیا کریں اور کبھی ان سے ناراض نہ ہونا اور میری یہ بات بالکل یاد رکھنا اور ضرور یاد رکھنا! ماں باپ کے پاس ہر صورتِ حال کا علاج ہوتا ہے۔ یہ جو حالات کی گرد چڑھ جاتی ہے تو اس کا علاج ماں باپ کے پاس ہوتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک آپ سے دل سے ناراض ہے' اس لیئے آپ

پریشان ہیں۔

سوال :۔

ماں باپ کے لیئے جو کچھ آپ فرماتے ہیں تو یہ صرف مردوں کے لیئے ہی اتنا واجب ہے یا کہ عورتوں پر بھی یہ اتنا واجب ہے؟

جواب :۔

مجھے مردوں اور عورتوں میں فرق بہت کم نظر آتا ہے۔ ماں باپ کی خدمت سب پر فرض ہے۔ عورت کی زندگی میں ماں باپ کی خدمت واجب ہونے کے بعد ایک اور شخص آ جاتا ہے اور وہ خاوند ہے۔ اس لیئے اس میں تھوڑا سا فرق آ جاتا ہے۔ سوسائٹی سمندر کا نام ہے اور کنارے کا نام نہیں ہے۔ ساحل کی بات یہ ہے کہ یہ کئی میل تک ہوتا ہے اور سمندر اس سے آگے گہرائیوں میں ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ ذرا اور سٹڈی کر لو۔ اور Male کو' مرد کو نکالنا ہی ہے تو پھر Male Society' مردانہ معاشرہ کہہ کر نہ نکالو۔ ہمارا نقطہ' نظر عورت اور مرد کے بارے میں یہ ہے کہ عورت نازک ہے لہٰذا اس سے Deal with care' احتیاط سے برتاؤ کرو اور مرد کی ذات سے آپ Deal with respect' عزت سے بات کرو۔ عورت مرد کی عزت کا خیال رکھے اور مرد عورت کی Care کرتا جائے' حفاظت کرتا جائے۔ عورت اور مرد کی بحث کوئی نہیں ہے' دونوں اکٹھے ہی ہیں۔ جب عورت اور مرد کی بحث شروع ہو جائے گی تو سمجھو پھر دونوں ہی ختم ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ھن لباس لکم وانت لباس الھم وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ تو جو دوسرے کو مارے گا وہ بے لباس ہو جائے گا۔ یہ قرآن پاک کا فیصلہ

ہے۔ لہٰذا آپ یہ خیال رکھیں۔

سوال :۔

میں اپنے شوہر اور گھر کو کیسے راضی رکھوں؟

جواب :۔

ماں باپ کی اطاعت اگر میاں کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو اس کے اندر سے راستہ نکالنا عورت کی دانائی ہے' اس طرح کہ جھگڑا نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں عورت کے ذمے یہ لگاتا ہوں کہ وہ گھر کو آباد رکھے۔ آپ اتنی بات یاد رکھنا۔ تو عورت کی دانائی یہی ہے کہ گھر آباد رہیں۔ تو اگر آپ گھر کو کامیابی سے آباد رکھ جاؤ تو یہ قابلِ مبارک بات ہے اور آفرین کا سہرہ عورت کے سر ہے۔ بس عورت کسی بھی طرح گھر کو آباد رکھے۔ ایک آدمی کو راضی رکھنا عورت کے لیے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے اور ان کو کیا مشکل ہے کہ وہ اپنے خاوند کو بھی راضی نہ رکھ سکیں۔

سوال :۔

حضرت امیر خسروؒ کا عرس بھی ہوتا ہے اور ان کا یوم بھی منایا جاتا ہے ------ ایسا کیوں ہے؟

جواب :۔

بابا بلھے شاہؒ کا عرس ہوتا ہے' وارث شاہ صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے' میاں میر صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے' میاں محمد صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے' بابا فریدؒ کا عرس ہوتا ہے' خواجہ غلام فریدؒ کا عرس ہوتا ہے اور ان کا بڑا ہی

عرس ہوتا ہے۔ تمام اولیاء کے عرس ہوتے ہیں اور پھر اتنا بڑا کلام لکھنے والا دل میں آ جاتا ہے۔ کچھ شاعروں کا یوم منایا جاتا ہے' "ڈے" ہوتا ہے۔ امیر خسروؒ کا ڈے بھی کہتے ہیں لیکن ان کا عرس بھی ہوتا ہے۔ ان کا شمار دونوں میں آ جاتا ہے۔ یہاں سے ۱۷ اپریل کو زائرین جاتے ہیں اور ان کا عرس ہوتا ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ شاعر بھی ہیں اور ان کا باقاعدہ عرس بھی ہوتا ہے۔

کچھ باتوں کو آپ لوگ ذرا Seriously' سنجیدگی سے سوچا کریں۔ یہ دنیا تو یہی ہے اور یہ زندگی بھی یہی ہے' آپ نے ساری دنیا دیکھ لی ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں ہے مگر اسی دنیا میں صداقت ہے۔ اب یہ آپ کا اپنا انداز ہے کہ اسی کائنات کے اندر ہی سارے اللہ کے جلوے ہیں اور یہاں کوئی جلوہ بھی نہیں ہے' آپ نے جو آدمی دیکھے سب جھوٹے تھے' لیکن کسی کے لیئے وہ سارے سچے تھے۔ تو یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔ تو آپ ذرا سا سنجیدہ ہو کر سوچیں گے تو پھر آپ کو یہ باتیں سمجھ آ جائیں گی کہ اس دنیا کے اندر صداقت کا سفر کیسے ہوا اور صداقت کیا ہوتی ہے۔ تو یہ سوچا کریں کہ بابا بلھےؒ شاہ کو کچھ اور انداز سے کیوں یاد کیا جاتا ہے حالانکہ کلام کے لحاظ سے وارثؒ شاہ کا کلام کچھ اور ہو گا اور ان کا کلام کچھ اور ہو گا اور اقبالؒ کا کلام کچھ اور ہو گا۔ اس میں کچھ فرق ہے۔ آپ لوگ اس فرق کو سٹڈی کیا کریں کہ یہ کون لوگ ہیں اور فقیر کون ہوتا ہے اور صرف Poet' شاعر کون ہوتا ہے؟ عام طور پر فقیر جتنے ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ شاعر ہوتے ہیں اور سارے شاعر ضروری نہیں کہ فقیر بھی ہوں۔ عارف جو ہے وہ عالم ضرور ہو گا اور ہر عالم

ضروری نہیں کہ عارف ہو۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ تو وہ عالم جو عارف تھے یا وہ عالم جو عارف بھی تھے اور جو Poet ' شاعر بھی تھے' ان کے گنبد بن گئے اور وہ Poet ' شاعر جو عارف نہیں تھے' صرف شاعر تھے ان کا عرس نہ ہوا۔ اقبالؒ منظور ہے' اس کی شاعری منظور ہے' اس کو شاعری ودیعت ہے اور اس کی شاعری Almost الہام ہے۔ خسروؒ چاہے فارسی میں لکھے' چاہے اردو میں لکھے' چاہے پنجابی میں لکھے' چاہے ہندی میں لکھے' خسروؒ فقیر ہے اور وہ فقیری میں داخل کر دیا گیا حالانکہ اس کے پاس باقاعدہ سلسلہ نظامیہ نہیں ہے بلکہ وہ حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے پاس ہے۔ خسروؒ کو خلافت نہیں ملی تھی کیونکہ خسروؒ مہم پر گئے ہوئے تھے اور پیچھے سے حضرت محبوب الٰہیؒ کا وقت پورا ہو گیا تو انہوں نے خسروؒ کو بلایا' یہ رات کا وقت تھا۔ باہر خواجہ نصیرالدین چراغؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ خادم نصیر حاضر ہے۔ خسرو تو گئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے کئی مرتبہ پوچھا تو وہی جواب ملا۔ تب انہوں نے کہا کہ نظام چاہے امیر کو اور اللہ چاہے نصیر کو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے خلافت حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کو دے دی اور پھر فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا اختیار رکھتا ہوں کہ میرا اور امیر خسروؒ کا عرس ایک ہی جگہ پر ہوا کرے گا۔ اگر کبھی آپ وہاں جائیں تو دیکھیں گے کہ اِدھر امیر خسروؒ کا مزار شریف ہے اور اُدھر محبوب الٰہیؒ کا مزار مبارک ہے اور عرس درمیان میں ہوتا ہے بلکہ امیر خسروؒ کا عرس ان کے آستانے پر نہیں ہوتا وہ بھی حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار مبارک پر ہوتا ہے۔ ودیعت والی خلافت بھی وہ خسروؒ کو دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے فرمایا

کہ خلافت اللہ کریم کی طرف سے تھی اور ادھر کا حکم تھا' سو ہم نے دے دی پھر فرمایا کہ میں چاہوں امیر کو اور اللہ نصیر کو' تو میں کیا کر سکتا ہوں' اور پھر خواجہ نصیرالدینؒ کو خلافت عطا فرما دی۔ پھر جب خواجہ نصیرالدین چراغؒ کا وصال ہو گیا تو فقراء سناتے ہیں کہ ادھر دکن سے ایک آدمی آیا' انہوں نے آکر دیکھا کہ یہاں تو ساری خلافتیں بانٹ دی گئی ہیں تو جس چارپائی پر میت اٹھائی گئی اس کی پائنتی لے کر خود ہی کہنے لگے کہ یہ میری خلافت ہے۔ تو آپ کو پتہ ہے کہ وہ آدمی کون تھا؟ وہ تھے خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ۔ اور اس پائنتی کے فیض سے انہوں نے سارا دکن مسلمان کیا۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ خلوص جو ہے یہ کسی خلافت کا محتاج نہیں ہے۔ تو خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کو ان کے خلوص کے ساتھ فیض میں داخل کر لیا گیا اور پھر اللہ کریم نے ان سے بڑا کام لیا۔ امیر خسروؒ سے بھی بڑا کام ہوا' میرا خیال ہے کہ محبت کا کام تو ان کے نام سے چلتا ہے۔ تو آج بھی "خسرو نظام کے بل بل جایئے" پر صوفیاء اور درویش لوگ رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ خسروؒ کا نام آئے تو کہتے ہیں کہ واہ جی واہ کیا نام ہے! وہ خسروؒ کیا کہتے ہیں کہ ؎

زِ قید دو جہاں آزاد گشتم
اگر تو ہم نشینِ بندہ باشی

فرماتے ہیں کہ دو جہاں کی قید ختم ہو جاتی ہے جب آپ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو یہ پکی بات ہے کہ امیر خسروؒ محبت ہی محبت ہیں اور ان کے پاس بات ہی بات ہے چاہے بات مختصر ہو اور چاہے لمبی ہو۔ وہ اگر بات "نمی دانم" سے شروع کریں تو بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔

تو یہ سارے فیض ہیں اور یہ سارے فیض آنے والے زمانے کے لیئے ہیں۔ فیض جب بھی ملا اللہ کی طرف سے ملا۔ جب بھی کوئی دریا آیا کناروں کو سیراب کرنے کے لیئے آیا اور لوگوں کو ڈرانے کے لیئے نہیں آیا کہ میں بہت بڑا دریا ہوں۔ یہ جو سب بزرگ ہیں ان کا کوئی کام ہے، کوئی فنکشن ہے، کوئی مشن ہے۔ اس لیئے آپ لوگ سوچا کرو کہ عرس کس کا ہوتا ہے اور خالی ڈے کس کا ہوتا ہے۔

سوال :۔

سر! آپ کی اپنی کتاب "کرن کرن سورج" کا انتساب یہ ہے کہ "آباد شہر کی اس مسجد کے نام جہاں لاؤڈ سپیکر نہیں ہے" اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب :۔

لاؤڈ سپیکر مسجدوں میں نہیں رہنے چاہئیں ورنہ آپ کے شہر آباد نہیں رہیں گے۔ آپ لوگ دعا کریں کہ لاؤڈ سپیکر ختم ہو جائیں۔ ہر گلی اور محلے کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر موجود ہیں اور کسی شہر میں شاید کوئی ایسی مسجد کم ہی ہو گی جہاں لاؤڈ سپیکر نہ ہو۔ آپ لوگ صرف اپنی گلی اور محلوں کی بات نہ کریں بلکہ وہ بات کریں جو کہ نتیجہ ہے تاکہ Narrative style نہ ہو، صرف بحث نہ ہو۔ آپ لوگ سارے پڑھے لکھے ہیں اور ساری باتیں جانتے ہیں اور Narrative بات جو ہے وہ صرف کہانی سنانے والی بات ہے۔ اس لیئے آپ صرف Narrative بات نہ کریں بلکہ آپ بتائیں کہ آپ کیا عمل چاہتے ہیں، کیا یہ کہ مسجد کے

ساتھ لاؤڈ سپیکر نہیں ہونا چاہیئے؟ تو آج ہم سارے لوگ' ایک Resolution ' قرار داد پاس کرتے ہیں کہ یا اللہ کریم اس شہر کو عافیت والا شہر بنا اور مسجدوں میں سے لاؤڈ سپیکر ہٹا' یہ ہمارے لیئے باعثِ تکلیف ہے اور اب تک کافی تکلیف ہو چکی ہے۔ جو بھی شخص مسجد میں آئے' آپ اس کو تبلیغ کریں لیکن یہ تو ان کو تبلیغ کر رہے ہیں جو مسجد سے باہر رہ گئے ہیں۔ تو مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر اس لیئے رکھو کہ نمازیوں کو آواز پہنچ سکے۔ جو بھی مسجد کے اندر آتا ہے آپ اس کو بات سناؤ۔ جو مسجد کے باہر رہ گیا ہے اس کو باہر رہنے دو۔

سوال :۔

سر! ہم اللہ کریم کی مصلحت جاننا چاہتے ہیں؟

جواب :۔

اللہ آپ کا بھی اللہ ہے' ہمارا بھی اللہ ہے اور سب کا اللہ ہے۔ صرف بحث نہ کریں کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس نے جو بھی کیا ہے ٹھیک ہی کیا ہے۔ اس میں مصلحت کی بحث نہیں ہے۔ اللہ کریم کی مصلحت آج تک پوری طرح کبھی سمجھ نہیں آئی۔ موسیٰؑ نے اللہ کریم سے پوچھا تھا کہ یہ چھپکلی کیوں پیدا کی ہے' اس کی مصلحت کیا ہے؟ تو اللہ کریم نے فرمایا تھا کہ چھپکلی پوچھتی ہے کہ موسیٰؑ کو پیدا کرنے کی کیا مصلحت ہے؟ اللہ کی مصلحت جو ہے یہ ماننے کے بعد سمجھ آتی ہے۔ آپ بس اس کو مانتے جائیں۔ یہ نہ کہیں کہ اللہ کریم نے اتنے ستارے کیوں بنائے ہیں اور یہ کس کام آتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ خیریت

سے رات تو گزر گئی۔ یہ ستارے محبت کرنے والوں کے کام آتے ہیں کہ وہ ان کو رات کو گنتے رہتے ہیں' ستارے رونے والوں کے کام آتے ہیں۔ محبوب کے ستم دیکھنے کے لئے ستارے کام آتے ہیں کہ ہم پر بھاری رات آ گئی ہے۔ ورنہ تو ستارے کس کام آتے ہیں۔ اللہ کریم نے اتنے بڑے سارے ستارے بنا دیے ہیں' نہ ان کا کوئی Purpose ہے' مقصد ہے' نہ ان کی زندگی ہے اور نہ کوئی فنکشن ہے۔ چھوٹا سا انسان ہے' وہ کیا سمجھے گا۔ وہ کہے گا کہ یہاں تو اللہ تعالیٰ صرف تھوڑے سے پیسے بناتا اور تھوڑی سی بادشاہی بناتا' ہر آدمی کی اپنی سلطنت ہوتی اور بادشاہی ہوتی اور ہر آدمی رعایا ہوتا اور ہر آدمی بادشاہ ہوتا مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی بے شمار باتیں ہیں جو آپ کی سمجھ سے باہر ہیں۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ نے ہمالیہ پہاڑ کیوں بنا دیا ہے' جب پہاڑ بنائے تھے تو پھر دریا کیوں بنا دیے گئے' غاریں کیوں بنا دیں' صحرا کیوں بنا دیے' گہرے سمندر کیوں بنا دیے اور سیپ کے اندر موتی کیوں بنا دیے۔ تو یہ اللہ کریم کے کام ہیں۔ آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو اللہ کی کائنات کی سمجھ آ جائے گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یا اللہ ہم باقی تیری ہر بات کو سمجھ گئے ہیں لیکن ایک بات سمجھ نہیں آئی ہے کہ معاف کر دینے میں تیری کیا مصلحت ہے اور کیا فائدہ ہے؟ یہ تو ایک بات ہے مگر ہزارہا باتیں ایسی ہیں جو سمجھ نہیں آ سکتیں بلکہ آپ کو تو کچھ بھی سمجھ نہیں آیا۔ ماننے والے تو صرف مانتے چلے آ رہے ہیں بلکہ تسلیم یہی ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے وہ بھی آپ مانیں۔ عمل کی تعریف ہی یہی ہے کہ اللہ جو بات کہہ رہا ہے اگر وہ سمجھ نہ آئے تب بھی آپ مانیں۔ اس

طرح آپ کے اندر بڑی عافیت پیدا ہو جائے گی اور آپ الجھنوں سے نکل جائیں گے۔ آپ ہر چیز کو چھوڑ دیں اور اس طرح سوچنا چھوڑ دیں۔ آپ کی زندگی آدھی سے زیادہ گزر گئی ہے اور کچھ باقی رہ گئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سوچ سوچ کر ذہن تنگ آ جائے اور دل میں تنگی آ جائے بس آپ اپنے آپ کو معافی دے دیں اور ایسا سب کچھ چھوڑ دیں۔ باتوں کو جانے دیں اور زندگی کا لطف لیں۔ آپ کے حق میں ہم نے دعا کی ہے اور انشاء اللہ دعا اپنا رزلٹ لائے گی۔ مگر جس کے دل کا دلدار اور محرم چلا گیا ہو تو وہ اپنے دل کی دنیا آباد کر کے کیا حاصل کرے گا۔ اب اس کا حاصل کیا ہے، اس کی Achievement کیا ہے۔ جو غم محبوب نے دیا ہو وہ غم کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارے خیال میں ہوتا ہے اور ہم اس سے دور نہیں رہ سکتے۔ مگر جو چلا گیا اس میں کوئی Compensation نہیں ہے، جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بس صرف خلاء ہے اور مکمل خلاء ہے کیونکہ جانے والا Unbreachable gap چھوڑ کر چلا گیا ہے، آپ کی کل کائنات اتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اس آدمی کو دس دفعہ بادشاہت دے دے تاکہ اس آدمی کو کچھ تسلی ہو اور سکون مل جائے مگر اس کو سکون نہیں ملے گا۔ میں آپ لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ سادہ سادہ سی زندگی بسر کریں، چھوٹے چھوٹے کام کیا کریں، بس آپ لوگ اس معمولی زندگی کو گھر میں آباد رکھیں، آپ کی زندگی چار دیواری کے اندر ہے اور آپ اس کو آباد رکھیں۔ ایسے بھی گھر ہوتے ہیں کہ میاں بیوی کا چالیس سال کا ساتھ ہوتا ہے مگر دونوں اتنا عرصہ Mistrust کرتے کرتے، لڑ لڑ کر گزار دیتے ہیں۔ استغفراللہ! تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو

کسی پر اعتماد ہی نہیں ہوا۔ تو آپ کے ساتھ ایسا نہ ہو کہ ایک گھر میں بحیثیت میاں بیوی رہتے ہوئے مدّتیں بیت گئیں اور ایک دوسرے سے آشنائی نہ ہوئی حالانکہ باہمی رفاقت ہے' سفر ہے' لیکن ایک دوسرے کی پہچان نہ ہوئی۔ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ جو ساتھ چل رہے ہیں وہ اجنبی ہیں اور جو واقف ہیں وہ خدا جانے کہاں ہوتے ہیں۔ گھر سے باہر ان کی واقفیت ہوتی ہے اور گھر والے سٹپٹاتے رہتے ہیں اور اس طرح سارے لوگ عافیت سے دور رہے۔ تو گھر میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر راضی رہتے ہیں۔ اس لئے آپ لوگ ایک دوسرے پر راضی رہا کریں۔ کم از کم آپ کا یہ سفر تو آزاد ہو۔ اور آپ لوگ اللہ کریم کے کاموں پر راضی رہا کرو چاہے آپ کو مصلحت سمجھ آئے یا نہ آئے' بس آپ راضی رہا کرو۔ باقی یہ کہ آپ کو دنیا کا میلہ نظر آ جائے گا کہ یہ بڑا شاندار میلہ ہے' آپ نے صرف یہ میلہ دیکھنا ہے اور آپ ہی بتائیں کہ آپ یہاں سے کیا لے کر جائیں گے۔ یہاں پر کسی کا کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا ہے اور اگر بولنے کی Openly اجازت ہو تو آپ کہیں گے کہ حکمران اور مخالف دونوں ہی ٹھیک نہیں ہیں۔ تو اللہ کے کاموں کی مصلحت سمجھ نہیں آئے گی بلکہ بہتر یہ ہے کہ آپ تسلیم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آسانی دے۔

سوال :۔

سر یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ کیا اس سے آگے بھی ہماری کچھ خوش نصیبی ہے؟

جواب :۔

کسی بھی کام کو چلانے کے لیئے دو صورتیں ہوتی ہیں' ایک تو یہ کہ آپ اخبار میں اشتہار دے دیں کہ ایک فرم ہے اور اس کو ایسے ایسے آدمی چاہئیں۔ وہاں لوگ چلے گئے اور ان کو کام مل گیا۔ اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا گریڈ کیا ہے اور ہم کہاں تک اور کتنا عرصہ یہاں ملازمت کریں گے؟ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کو دعوت کے ذریعے بلایا گیا ہے تو پھر آپ کو حق پہنچتا ہے کہ آپ کو بتائیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ میں نے آپ کو دعوت سے بلایا ہی نہیں ہے۔ جب تک آپ کو یہ بات نہ سمجھ آئے کہ آپ یہاں کیسے آئے ہیں تو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کہ آپ کیا ہیں؟ آپ پہلے اس بات کو سمجھیں کہ یہاں کیسے آئے ہیں۔ آپ لوگ سماج کے اندر جانے پہچانے اور نامور لوگ ہیں اور کسی طرح یہاں پہنچ گئے۔ پھر یہ دیکھا گیا کہ ہم بول رہے تھے اور آپ سن رہے تھے۔ یہ بغیر پروگرام بنائے ہوا۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ میں آپ کو جاننے سے پہلے بھی جانتا تھا۔

میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے

یہ عجب بات تھی۔ اور اگر میں آپ کو نہ جانتا تو میں آپ سے خائف ہو جاتا لیکن ایسی بات بھی نہیں ہے۔ آپ جو مرضی چاہے پوچھیں اور جتنا چاہیں پوچھیں' چاہے اپنا ہی پوچھیں۔ میں آپ کو جانتا ہوں' اب یہ جاننا اور ان لوگوں تک پہنچنا جن لوگوں تک پہنچنا ضروری تھا' پھر ان کا آجانا اور پھر میرا وہاں پہنچ جانا اور پھر سب کا بلال صاحب کے ہاں اکٹھے ہونا' اس نے ہم سب کو پکڑ کر رکھ دیا' حالانکہ پتہ نہیں آپ کہاں کے رہنے

والے تھے' اس کے قابو آ گئے۔ تو بات یہ ہے کہ ۔

میں پہلی بار ملا جب مجھے خیال ہوا
میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے

اب یہ بات جو ہے یہ کیا ہے؟ بس یہی بات ہے۔ جب تک اس بات کا اسے پتہ نہ ہو انسان ایڈریس نہیں کر سکتا' خطاب نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ کبھی ایڈریس نہ کرو' جب تک آپ ان لوگوں کو جانتے نہ ہوں جن کو آپ ایڈریس کر رہے ہو۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور کن لوگوں سے کہہ رہے ہیں۔ وگرنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ غلط بات کر بیٹھیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کن لوگوں سے بات کر رہا ہوں۔ اب یہ بات کوئی اور آدمی دیکھے گا تو پھر اور لوگ آئیں گے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور یہ کیا بات ہے۔ یہ سب قدرت کے کھیل ہیں۔ اب آپ لوگ ایک واقعہ سن لو۔ ایک جگہ ہم لوگ گئے اور کسی آدمی سے ملے' ناواقف آدمی تھا' دو منٹ زیادہ لگ گئے' ہمیں ضروری کام بھی تھا' اس نے دس منٹ اور لے لیئے اور کہا کہ شام کو میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ آج شام میں ذرا مصروف ہوں۔ لہٰذا آپ کل شام آ جائیں۔ وہ بھی بہت اچھا آدمی تھا' دوسری شام کو اس نے بلایا تو ہم نے دیکھا کہ پندرہ بیس آدمی بیٹھے ہوئے تھے' میرے بارے میں کہنے لگا کہ "جی یہ واصف صاحب ہیں حالانکہ ان سے ہماری پہلی ملاقات دو منٹ کی تھی' میں نے ان سے ایک بات کی ہے جو میرے دل کے کسی گوشے میں ایک دیرینہ سوال تھا تو اس کا انہوں نے جواب دیا ہے' اب آپ بھی ان سے سوال

کر لیں"۔ میں نے دیکھا تو ان میں سے ایک دو آدمی مشکل قسم کے تھے' ان کو میں نے سامنے بٹھا دیا اور باقی سب کو اِدھر اُدھر بٹھا دیا۔ وہ لوگ سوال کرتے رہے۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ کل ہم پوری محفل بلائیں گے۔ پھر اس دن میں نے بلال صاحب کو بھی ساتھ بلا لیا۔ وہ سارے عجیب و غریب لوگ تھے' لہٰذا ان کے لیئے کوئی اپنا بندہ بھی ساتھ ہونا چاہیئے تھا اور پھر میں بلال صاحب کو اپنا بندہ سمجھ کر ساتھ لے گیا۔ خیر وہاں سارے بیٹھ گئے۔ پھر اس کے بعد جو ہوا سو ہوا اور جو کہا سو کہا۔ تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں یہاں اسلام آباد میں نو وارد آدمی ہوں اور میں کوئی تقریر کرنا نہیں جانتا ہوں' بہرحال کچھ کوشش کریں گے۔ پھر اس کے بعد بالکل وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اپنی کاریگری کی بات ہو بلکہ یہ اس کا فضل ہے' There was a time آپ کے اسی شہر میں ایک نامعلوم آدمی اسی طرح انہی سڑکوں پر پھرتا رہا جس طرح پھرنے کا حق ہے اور اس وقت ہم نے آپ لوگوں سے کوئی بات نہیں کی۔ پھر ہم نے بات شروع کی۔ آپ بات نہیں سمجھے۔ میں آپ کو آپ کی گستاخیوں کی زیادہ داد نہیں دیتا کیونکہ ہم نے بڑے ادب سے یہ بات حاصل کی ہے۔ ہم جو بظاہر بیوقوف لوگ تھے' بات کے لیئے ان کے پیچھے پھرتے رہے اور اپنی دانائیوں سمیت ان کے پیچھے پھرتے رہے' دن رات' گرمی سردی' بہار برسات' اور دھوپ چھاؤں میں ہم ان کے پیچھے پھرتے رہے اور کئی سال کے بعد اس نے ایک بات بتائی اور یہ بات بتائی کہ اس کو اِدھر کر دو اور اس کو اُدھر کر دو۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں بتائی۔ یعنی اس کو

ادھر کرنے کا دو سال کے بعد نتیجہ نکلا اور پتہ چلا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں! یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ ایک دانا آدمی نے مجھے ایک دن بات کہی اور وہ بات غلط ہو گئی۔ وہ دانا آدمی تھا اور سچا آدمی تھا لیکن بات غلط ہو گئی اور میرا ایمان متزلزل ہو چلا تھا کہ سچے آدمی نے جھوٹ بولا لیکن میں نے گلا نہیں کیا اور بات چلتی رہی' چلتی رہی۔ ایک اور سچا آدمی آیا تو اس نے بظاہر جھوٹے رزلٹ کی ایسی صداقت ثابت کی کہ میرا ایمان اور زیادہ قوی ہو گیا' کیونکہ جو پہلے غلط ہو گیا تھا وہ غلط نہیں ہوا تھا' بات ویسے ہی ہوئی جیسے ہونی چاہیئے تھی لیکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ بعض اوقات ظاہر نتیجے کے اندر مخفی نتیجہ ہوتا ہے اور بات سمجھ نہیں آتی ہے' وہ کہتا ہے کہ آپ آ جاؤ' آپ کامیاب ہو لیکن بظاہر آپ ناکام ہو گئے۔ حالانکہ وہ ناکام نہیں ہوا کیونکہ اس آدمی نے چلنا اس وقت تھا جب اس کے اندر درد بیدار ہونا تھا۔ اب یہ سارا درد Pledge کیے بیٹھا ہے' ابھی تک سارا درد پیٹ بیٹھا ہے اور ابھی اس نے درد کو اپنے ساتھ شامل نہیں ہونے دیا' درد کو سٹور کیئے بیٹھا ہے اور وہ درد ایک دن خود ہی سینہ پھاڑ کر باہر نکلے گا۔

سینہ خام شرع شرح در فراق

تو جب سینہ کھلنا "شرح" ہو جائے گا تو پھر یہ خود ہی بولے گا۔ درد والے کو کامیاب ہونے سے کون روک سکتا ہے۔ ابھی آپ کا درد نہیں بول رہا' ابھی تو عقل بول رہی ہے' ابھی مصلحت بول رہی ہے اور ابھی ضرورتیں بول رہی ہیں۔ جب درد بولے گا تو پھر اے صاحبانِ عرفان! تمہارے ساتھ بہت کچھ ہو سکتا ہے! آپ کہیں گے کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے' ہم

بھی دھوکا کھا گئے' تم بھی دھوکا کھا گئے۔ مقصد یہ ہے کہ کون آدمی ہے جو درد بیان کرنے والے کی بات نہیں سمجھے گا۔ سارے کے سارے کہیں گے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا ہو گیا ہے۔ اب نہ پتہ ہے کہ مصلحت کیا ہے اور نہ یہ پتہ ہے کہ مخلص کون ہے' بس اتنا پتہ ہے کہ سب دھوکا ہے' چارہ ساز بھی دھوکا' وہ بھی دھوکا دے گئے اور آپ بھی دھوکا دے گئے اور اب آپ درد سے رو رہے ہیں۔ پھر جب سچی بات کرو گے تو ساری دنیا سرنگوں ہو جائے گی اور دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ یہ سچ بول رہا ہے۔ دنیا آج بھی پہچانتی ہے کہ سچ کون بول رہا ہے اور مصلحت کے ساتھ کب بول رہا ہے۔ کچھ لوگ بڑی محبت سے پہلے تو اسلام کی بات کرتے ہیں' پھر سیاست شروع کر دیتے ہیں تو مصلحت کے ساتھ بولنا پڑتا ہے۔ اب وہ سچ والی بات کہاں سے پیدا ہو گی۔ کہنے کا مقصد ہے کہ اس آدمی نے محبت سے بات نہ کی بلکہ اور کہانی شروع کر دی۔ اس سے پہلے اور طرح کے لوگ تھے۔ مثلاً" ایک اسلامی جماعت کو دیکھیں' یہ بڑی شاندار اور طاقت ور جماعت تھی اور اس پر ساری قوم کی بڑی انویسٹمنٹ ہوئی تھی' لوگوں نے کہا کہ جو کام تم نے کرنا ہے' کر ڈالو مگر قافلہ ابھی تک کنارے نہیں لگا۔ اب اگر کوئی صاحبِ درد آ گیا تو وہ یہ کام کرے گا۔ ایسا شخص فطرت کی ضرورت ہو گا حالانکہ فطرت کسی کو اپنی ضرورت نہیں سمجھتی۔ کوئی صاحبِ درد صاحبِ نصیب بن کر اور فطرت کی ضرورت بن کر جب سامنے آتا ہے تو وہ Indispensable ' ناگزیر ہوتا ہے۔ اس میں درد ہوتا ہے کیونکہ قدرت نے جو بھی آواز بولنی ہے وہ آدمیوں کے ذریعے سے بولنی ہے کیونکہ قدرت خود نہیں بولتی ہے اور یہ سب کچھ

انسان کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ تو اس آدمی کی تعریف عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ درد والا ہوتا ہے۔ اب آپ کو وافر درد مل چکے ہیں اور درد آپ کے اندر گم ہو گیا ہے۔ انسان اِدھر اُدھر گم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا ظالم ہے۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہ دنیا ظالم کیسے ہوتی ہے؟ یہ مظلوم کو رونے بھی نہیں دیتی۔ اس لیئے آپ سب لوگ دعا کریں کہ اللہ کریم رحم فرمائے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اگر سچ انسان پر وارد ہو جائے تو کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اب کیا ہو گا؟ صرف وہی ہو گا جو اللہ کریم کا حکم ہو گا۔ اب میں آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور یہ بڑا مخفی سوال ہے' آپ بتاؤ کہ یہ جو لوگ سارے یہاں بیٹھے ہیں' یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کام آپ یہ کر رہے ہیں کہ یہاں پر جمع ہیں' اب اس کے علاوہ آپ کو اور کیا کرنا چاہیئے۔ کیا کوئی تحریک بن جائیں؟ غیر سیاسی تحریک بن جائیں یا سیاسی تحریک بن جائیں؟ میں آپ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم جو بات کر رہے ہیں اور یہ جو چند لمحات ہیں یہ ہم لوگ اللہ کریم کے فضل کی بارش میں بیٹھے ہوتے ہیں' اس میں نہ کوئی باعث ہے اور نہ کوئی مبعوث ہے بلکہ یہ سب اللہ کا اپنا ہی فضل ہوتا ہے اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں ہمیشہ ایسے بول سکتا ہوں اور نہ میں آپ لوگوں سے ایسی بات کر سکتا ہوں کیونکہ آپ لوگ اس کے علاوہ کبھی ملتے ہو تو میں آپ سے کبھی ایسی بات نہیں کر سکتا۔ تو مدعا یہ ہے کہ ایک تو اللہ کا فضل مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس کے فضل کے طالب ہیں اور مانگ رہے ہیں کہ ہم پر اللہ کریم کا فضل ہو جائے اور رحم ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم کوئی موومنٹ چلائیں مگر میرا خیال

ہے کہ پہلا طریقہ ٹھیک ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

سوال :۔

سر! ہم لوگ تو اس وقت اللہ کریم کے فضل کی بارش میں بیٹھے ہوئے ہیں' تو ہمارے علاوہ جو بہت سے لوگ ہیں ان کے لیئے بھی رابطے یا رسائی کا موقع ہونا چاہیے۔

جواب :۔

جس طریقے سے آپ یہاں آئے ہیں اس طریقے سے وہ بھی مل جائیں گے۔ اگر تو آپ اشتہار سے آئے ہیں تو آپ کل ہی اشتہار دے دیں کہ باقی لوگ جنہوں نے اشتہار نہیں پڑھا تھا اب ہم ان کے لیے اشتہار چھاپ رہے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہم نے پہلے کبھی اشتہار نہیں دیا تھا' بالکل نہیں دیا تھا۔ تو پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جو جِن کو پہلے لایا وہ پہلے آ گئے اور جن کو بعد میں آنا ہے وہ بعد میں آ جائیں گے۔ اس میں دِقت والی کوئی بات نہیں ہے۔ تو اب آپ لوگ جمع ہونے کے لیئے ایک سنٹر کی بات کریں گے۔ ذرا اللہ کریم کی طرف سے سنٹر کے لیئے وقت آ جائے تو سنٹر کوئی مشکل کام نہیں ہے اور یہ آناً" فاناً" ہو جائے گا۔ پھر ہم سنٹر بنانے کے لیئے بندے بھیج دیں گے اور وہ سنٹر بنا دیں گے۔ بھلا یہ کوئی مشکل کام ہے۔ میں پھر آپ کو بتاتا ہوں کہ میرے لیئے کوئی مشکل کام نہیں ہے اور قطعاً" مشکل نہیں ہے۔ آپ اس کے لیئے بے تاب ہیں لیکن یہ میرے لیئے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ آپ لوگ صبر کیا کریں۔ وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا۔

اِک صبر کے گھونٹ سے مٹ جاتی
کب تک نہ لبوں کی تشنہ لبی
کم ظرفیِ دنیا کے صدقے
یہ گھونٹ بھی پینا مشکل ہے

بس آپ لوگ ایک صبر کا گھونٹ پی جائیں تو پھر ہر چیز مِل جائے گی۔ سوال کو آپ بالکل ہی غائب کر دیں۔

بِن مانگے موتی ملے مانگے ملے نہ بھیک

آپ لوگ بِن مانگے چلیں تو اس طرح بڑا کچھ ملتا ہے۔ آپ یہ بات دیکھیں کہ عام طور پر مجھے اس بات کا پتہ ہونا چاہیئے کہ میری افادیت کیا ہے؟ میرا خیال ہے کہ میں اتنا غور کرتا ہوں اور آپ سے پوچھ سکتا ہوں۔ آپ لوگ سماج کے لیئے ملنے بے تاب نہ ہوں' ہاں البتہ اگر آپ نے کوئی بات سیکھی ہے تو آپ اپنے شعور کے اندر اور اپنی اصلاح یافتہ زندگی کے اندر لوگوں کو تھوڑا سا پیغام دے دیں کہ بھئی دیکھو آپ لوگ اچھی طرح زندگی گزارو اور یہ زندگی یوں ہے۔ میرا مقصد ہے کہ جیسے جیسے آپ کو بات سمجھ آتی ہے' وہ آگے بتائیں اور اگر آپ یہاں کسی اور کو لاتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ بلال صاحب نے کسی اور کو لانے کے لیئے منع تو نہیں کیا ہے' آپ لے آئیں یعنی جو آپ کو اچھے لوگ لگتے ہیں' ان لوگوں کو آپ لے آئیں۔ آپ کو اور مہمانوں کو لانے کی اجازت ہے بشرطیکہ آدھا کام پہلے کر کے لاؤ یعنی ان کی تھوڑی سی ٹریننگ کر کے لاؤ' ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ اوٹ پٹانگ سوالات کریں اور اگر ہم نے کوئی تیز جواب دے دیا تو پھر تمہاری دوستی ختم ہو جائے گی۔

نئے بندے کی تھوڑی سی ٹریننگ کر کے لائیں۔ آپ کو مہمان لانے کی اجازت ہے۔ آپ اپنا کام محنت سے کیا کریں، نوکری ہے یا ذاتی کاروبار۔ گلہ نہ کرو بلکہ شکر کیا کرو۔ اب آپ لوگوں میں کس بات کی بیتابی ہے۔ ایک بے تابی ایسی ہوتی ہے کہ انسان اپنی اصلاح سے بچنا چاہتا ہے، پھر وہ کیا کرتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح شروع کر دیتا ہے اور یہ آسان سی بات ہے۔ لیکن یہ اچھی بات نہیں ہوتی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسا کام کریں تو پھر آپ اپنی ایک محفل بنائیں، لوگوں سے جا کر ملیں، اگر وہ محفل کامیاب نہ ہو تو پھر میرے پاس آ جائیں۔

سوال :-

ہمیں یہ خوش نصیبی حاصل ہے کہ آپ کی محفل میں حاضر ہونے کی سعادت ملی ہوئی ہے، تو ہم آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ آپ کسی موومنٹ یا تحریک میں آنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟

جواب :-

آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ اللہ کا فضل ہونا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آئی کہ فضل دینے والے نے ٹائم کا حساب لگایا ہو گا کہ نہیں لگایا ہو گا؟ اللہ نے اپنے وقت کا حساب لگایا ہو گا اور وہ وقت کب ہو گا اور اللہ نے اس کی تیاری بھی کی ہو گی کہ اس کے ایجنٹ کون لوگ ہوں گے، وہ کب تیار ہوں گے اور اس کی تیاری کب ہونی ہے۔ تو وہ کون لوگ ہوں گے اور وہ انقلاب کی تیاری کیسے کریں گے۔ ان کا کیا ڈسپلن ہے، کیا سکول آف تھاٹ ہے، کیا مکتبہ فکر ہے، اس کی کوئی ٹریننگ ہوتی

ہے؟ نہیں! ایسی بات ہی نہیں ہے۔ یہی بات میں آپ کو سمجھاتا آ رہا ہوں کہ آپ کو ٹریننگ کا کوئی خاص سنہری اصول میں نے نہیں بتایا ہے اور کوئی پروگرام بھی میں نے نہیں بتایا ہے۔ میں نے تبلیغ کے کوئی Chapter ' کوئی سبق بھی نہیں پڑھائے ہیں۔ سلوک و طریقت پر ہم نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی کوئی ادارہ تصوّفین یا متصوّفین بنایا ہے۔ ہم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ آپ لوگ بیٹھتے جائیں اور ہماری بات سنتے جائیں۔ آپ ہی بتائیں کہ اس میں کیا دقت ہے۔ اب میں تو With that much of knowledge راضی ہوں یعنی میرے پاس جو آگہی ہے اس کے ساتھ میں راضی ہوں۔ تو پھر آپ میں ایسی کون سی بات پیدا ہو گئی ہے کہ میں راضی ہوں' میں تیز رفتار بھی ہوں اور میں نے مڑ کے کبھی نہیں دیکھا۔ طاقت بھی رکھتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کے ساتھ میرا حسنِ سلوک قائم ہے' رکھیں گے' تو پھر آپ میں بھی کوئی خوبی پیدا ہونی چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ جب آپ آئے تھے تو آپ میں صرف یہی خوبی تھی کہ آپؐ اللہ کو ماننے والے تھے لیکن آپ اللہ کے حکم کو نہیں مان رہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے فضل کو تو مانتے ہیں لیکن ڈیٹ ہم اپنی مرضی سے لیں گے۔ تو وہ تو اللہ ہے اور جب باری آئے گی تو وہ ڈیٹ دے گا۔ اللہ کریم جب چاہے' جو چاہے' جس وقت چاہے اور جہاں چاہے' وہ نمودار ہو جائے۔ آپ اللہ کریم کے فضل کا انتظار کرتے کرتے ہزار دفعہ مرجائیں اور کروڑ دفعہ زندہ ہو جائیں تو پھر بھی اس کا فضل اپنا ٹائم رکھتا ہے۔ پھر بھی آپ یہ بات یاد رکھنا کہ آپ اس کے انتظار میں

رہنا۔ آپ سب کو میری یہ نصیحت ہے' اس کے انتظار سے مایوس نہ ہونا۔ میرے ساتھ آپ کے تعلق کا معاملہ ہے' تو اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں' آپ بتائیں کہ آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی گلہ تو نہیں ہے۔ کیا آپ مجھ سے کچھ اور چاہتے ہیں' آپ اس کی کوئی Concrete form بتائیں' مکمل صورت بتائیں تا کہ میں اس پر سوچوں۔

سوال :۔

ہم چاہتے ہیں کہ عمل کا سفر جلد طے ہو جائے۔

جواب :۔

ہمیں کوئی ایمرجنسی نہیں ہے' ہمیں کہیں اور نہیں جانا ہے اور نہ ہم نے بھاگ کر سفر کرنا ہے۔ یہ سفر اندر کا سفر ہوتا ہے اور اس میں کہیں جانا نہیں ہوتا ہے' یہ مشرق مغرب کا سفر نہیں ہے' یہ دوڑ لگانے کا نہیں ہے' یہ سفر خیال کا ہے اور اس میں خیال ہی خیال ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ سر جھکانے کا سفر ہے اور عین اپنے اندر خانہ کعبہ کا سفر ہے' یہ اللہ کریم کے فضل کا سفر ہے بلکہ اپنی آنکھوں میں اپنے آنسو دیکھنے کا سفر ہے۔ اس لیئے آپ سر جھکاتے جائیں۔ اب اس میں وقت کی کوئی بات نہیں۔ یہ سفر اس کے لیئے مبارک ہے جس کی آنکھوں کو آنسو عطا ہو گئے اور جو ذات آنسو عطا کر رہی ہے' چاہے وہ غم دے' چاہے وہ کرب و بلا دے' چاہے کچھ بھی ہو' آپ اس کا شکر ادا کریں کہ وہ آپ کے لیئے غم کا وافر سامان کر رہا ہے۔ گھبرانا نہیں چاہیئے' اللہ اللہ کرنا چاہیئے۔ اور

میں آپ کو بتاؤں کہ یہاں پر بڑے بڑے پیر خانے الٹ گئے' خیر ہم نے تو ابھی تک پیر خانے کی شکل نہیں بنائی لیکن ان کے پیر خانے یہیں سے الٹے۔ وہاں جب لوگوں کو تبلیغ کرنے کی بجائے یہ کہا گیا کہ کل سے یعنی آئندہ سے آپ لوگ پیسے لے کر آؤ' گائے لے کر آؤ' بکرے لے کر آؤ اور خود ذبح ہونے کے لیے آؤ تو پیر خانے ختم ہو گئے۔ بعض اوقات وہ جرم پیروں سے معصوم لوگوں نے بھی کرائے۔ لوگ بڑے معصوم ہوتے ہیں اور ان کی معصومیت میں آ کر ہم لوگ اگر جلد بازی کر جائیں تو پھر ہم بھی وہی غلطی کریں گے کہ جس سے ہمارے پہلے پیر خانے ختم ہوئے۔ اس لیے آپ لوگ ان معصوم لوگوں کو تھوڑا سا روکیں اور انہیں کہیں کہ آرام سے چلو اور آرام سے بیٹھے رہو۔ اللہ کریم آپ سب لوگوں کو خوش رکھے' انہی حالات میں خوش رکھے' یہ حالات بھی ٹھیک ہو جائیں جیسا آپ چاہتے ہیں اور اللہ آپ کو خوش رہنے کا طریقہ بھی بتائے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ایک مرکز بنانے کی توفیق دے جس میں صحیح طریقے سے اللہ کریم کا نام بلند ہو۔ اس کے لیے سب لوگ کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کی محنتیں قبول فرمائے۔ آمین!

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

۱ قرآن پاک کی تاثیر کب اور کیسے ہوتی ہیں؟ ہم اس رمضان شریف میں کیا کریں؟

۲ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں ایک انسان کا کیا مقام ہے؟

۳ جب وسیلہ اللہ کا ہے اور محبت اللہ سے ہونی چاہیئے تو پھر غیر سے تو بچنا چاہیئے؟

سوال :۔

قرآن پاک کی تاثیر کب اور کیسے ہوتی ہے؟ ہم اس رمضان شریف میں کیا کریں؟

جواب :۔

جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو' ادب کے ساتھ سنو اور محویت کے ساتھ سنو۔ قاری اور حافظ اپنا کام کریں اور سننے والا اپنا کام کرے تو پھر آپ کو قرآن سننے سے تاثیر ملے گی۔ اس کے پیچھے بڑا مقام ہے۔ تاثیر تو آدمی کا اپنا نام ہے۔ جس شخص کو تاثیر ہونی ہے وہ آپ خود ہی ہیں۔ اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ پہلے آپ ان باتوں کا جائزہ لیں کہ جن سے آپ کو تاثیر ہوتی ہے اور یہ سوچیں کہ تاثیر کے شعبے کیا ہیں؟ غم' خوشی' عبادت اور گناہ عام طور پر تاثیر میں شامل ہوتے ہیں۔ اگر کسی کے انتقال کی خبر آ گئی تو غم بن گیا' کوئی نقصان ہو گیا تو غم بن گیا' عام طور پر نقصان ہوتا ہی ہے' کبھی جان کا' کبھی مال کا' کبھی توقعات کا' کبھی پھل کا یعنی پکا ہوا پھل ہو اور بے وقت اور بے موسم آندھی آ جائے تو وہ پھل ضائع ہو جاتا ہے۔ اعضا اور ان کی تکلیف سے

غم پیدا ہوتا ہے۔ غم کا مطلب یہ بھی ہے کہ توقع کے برعکس کوئی واقعہ پیش آ جائے' یا ضرورت کے علاوہ کوئی واقعہ ہو جائے۔ اور جب آپ غم کا تجزیہ کرتے ہیں تو غم دراصل ایک انداز کی خوشی ہے' جو آپ کے اندر ٹوٹنا شروع ہو جاتی ہے ورنہ تو غم بذاتِ خود اپنا مقام نہیں رکھتا۔ کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی اپنی نیکی اپنی نہیں ہوتی۔ مثلاً" آپ کی بیوی کی اپنی نیکی' اپنی نیکی نہیں ہے بلکہ وہ آپ کا حسنِ سلوک ہے اور اس کا گناہ اپنا گناہ نہیں ہے بلکہ مرد کا گناہ ہے۔ تو عورت کی دِقت' اپنی دِقت کوئی نہیں ہے بلکہ مرد کی دِقت ہے' عورت کا ماحول' اپنا ماحول کوئی نہیں ہے بلکہ مردوں کا دیا ہوا ماحول ہے یعنی عورت کو جس انداز میں بھی ڈھالا ہوا ہے وہ آپ لوگوں نے ڈھالا ہے۔ اس کا Virtue' اس کی خوبی اور اس کی خامی دراصل یہ انسان کی یعنی مرد کی دی ہوئی چیز ہے۔ اس کی وجوہ سب Passive ہیں' دوسرے کی ہیں۔ ذاتی طور پر عورت کو مسجد میں جا کر اذان دینے کا حکم نہیں ہے یا قرأت کا حکم نہیں ہے' امامت کا حکم نہیں ہے۔ آپ نے اس کو وہ مقام نہیں دیا کیونکہ اجازت نہیں ہے۔ تو عورت نغمہ ہے لیکن اجازت نہیں ہے' وہ حسن ہے لیکن اجازت نہیں ہے کیونکہ اس کی اپنی خوبی اور اپنی خامی' اپنی نہیں ہے۔ اس طرح آپ کا اپنا غم جو ہے وہ آپ کا اپنا نہیں ہے بلکہ یہ کسی نہ کسی شے کا دیا ہوا ہے۔ کسی خوشی کے ٹوٹنے کا نام غم ہے' کسی توقع کے ٹوٹنے کا نام غم ہے۔ بلکہ بعض اوقات کسی خواب کے ٹوٹنے کا نام غم ہے۔ "میں نے یہ سوچا ہوا تھا' میں تو آپ کو بڑا اچھا سمجھتا تھا لیکن آپ تو غلط نکل آئے" اسی طرح غم بن گیا۔ وہ شخص خود اپنی یہ غلطی نہیں مانے گا

کہ اس نے دوست کو بہت اچھا سمجھا ہوا تھا جو بہت غلط نکلا۔ تو پھر آپ کو اپنے اوپر افسوس کرنا چاہیئے کہ غلط آدمی کو آپ نے اچھا سمجھا اور اچھے کو آپ نے غلط سمجھا۔ تو پھر یہ تو آپ کی سمجھ کا بڑا قصور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا غم خوشی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر خوشی چلی جائے تو غم بن گیا' خوشی ٹوٹ جائے تو غم بن گیا اور آرزو ٹوٹ جائے تو غم بن گیا۔ تو انسان کے اندر تاثیر کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ غم جب آ جائے تو تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ جب آپ روتے ہیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹنے لگ جاتے ہیں' یعنی جب غم آتا ہے تو شکل بھی اور ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات خوشی آ جائے تو پھر آپ کے اندر مسکراہٹ پیدا ہو جاتی ہے' بعض اوقات خون کے اندر بھی سرخی آ جاتی ہے کیونکہ خوشی آ گئی۔ اسی طرح کبھی کبھی آپ کوئی خوب صورت چیز دیکھتے ہیں یا خوب صورت نظارہ دیکھتے ہیں تو پھر آپ کے اندر ایک تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پہلی تاثیر کسی خبر کے ذریعے آئی اور ایک احساس کے ذریعے آئی۔ احساس بھی آپ کا نام ہے اور خبر بھی آپ نے Receive کی یعنی خوب صورت نظارہ آپ نے خود دیکھا اور تاثیر لی۔ اگر آپ کے پاس دیکھنے والی مشین یعنی آنکھ نہ ہو تو نظارے سارے ختم ہو جاتے ہیں' گویا کہ یہ آنکھ تاثیر کا ذریعہ ہے۔ آپ کے جسم کے تمام قواء' ظاہر اور باطن کے قواء اور اعضاء سارے تاثیر کے ذرائع ہیں۔ آپ اپنے جسم کے قواء کے ذریعے تاثیر لیتے اور تاثیر دیتے ہیں جیسا کہ آپ کا چہرہ نگاہوں کے لیئے تاثیر ہے اور آپ کی نظر کے لیئے دوسروں کے چہرے تاثیر ہیں' نغمہ کان کے لیے تاثیر ہے' اسی طرح آپ کے لیئے نیکی بھی تاثیر کا ذریعہ

ہوتی ہے۔ آپ کے اپنے کان کا فنکشن عبادت کے حوالے سے ہونا چاہیئے۔ اگر آپ کے کان نامحرم اور غیرمانوس آوازوں سے آشنا ہوں اور اس کے بعد جب آپ سے کہا جائے کہ آپ ان کلاموں میں اللہ کا کلام سنو تو آپ کے اندر تاثیر کا شعبہ متاثر ہو گا۔ وہ شعبہ جس پر ناروا آوازیں پڑی ہوئی ہیں، دھند آ گئی، گرد و غبار آ گیا تو یہ آپ کا قصور نہیں ہے کیونکہ آوازیں ہی اتنی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ناروا نظارہ ہو تو انسان آنکھ بند کر سکتا ہے لیکن آواز سے تو کان بند نہیں ہو سکتے۔ کہیں نہ کہیں سے کان میں آواز پڑ جاتی ہے، کہیں کان میں گالی پڑ جائے تو آپ کا خیال پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی درد ناک چیخ آپ کے کان میں پڑ جائے تو آپ کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ کان ذریعہ تاثیر ہیں۔ اللہ کریم نے آپؐ سے یہ کہا ہے کہ آپ کانوں کا فنکشن یہ رکھو کہ سب سے اچھی بات سنا کرو اور سب سے اچھی بات اللہ کریم کی اپنی بات ہے۔ عربی تو کم ہی لوگ پڑھے ہوتے ہیں لیکن آپ قرآن شریف ایسے انداز کے ساتھ سنو کہ آپ کا اللہ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں، اس اللہ نے آج سے پہلے یہ کتاب تحریر کی، اللہ کی کتاب یا اللہ تعالیٰ نے اپنا بولا ہوا فرمان یا کلام جبریلِ امینؑ کے ذریعے، وحی کے ذریعے اپنی سب سے محبوبؐ ذات کو بھیجا، یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان تک آیا، آپؐ کے قلب پر نازل ہوا، پھر آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ کی زبان سے نکلی ہوئی بات جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلتی ہے تو یا وہ حدیث ہے یا پھر وہ قرآن پاک، جب وہ وحی کے ذریعے آئے تو وہ قرآن ہے اور اگر وحی کے بغیر ہو تو پھر وہ حدیث

پاک ہے۔ اصل میں وہ بھی وحی ہے کیونکہ آپؐ بغیر وحی کے بولتے ہی نہیں ہیں۔ تو گویا کہ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ایسی ذات ہے کہ آپؐ نے جو بولنا ہے، جو فرمانا ہے، وہ اللہ کی Sanction سے، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے بلکہ اللہ کے الفاظ کو بولنا ہے، حضور پاک ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو بولنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آگے یہ فرما دیا ہے کہ اتنا بولا ہوا قرآن ہے اور باقی کا حدیث بنا لو۔ لہٰذا جب آپ اپنے کانوں کو قرآن شریف سناتے ہو تو آپ کی تاثیر متاثر ہوتی ہے اور آپ ان دو ہستیوں کے قریب ہو جاتے ہیں اور اس وقت کا کیا اندازہ ہو گا کہ جب یہ قرآن نازل ہو رہا تھا اور جب یہ قرآن پہلی بار دنیا کو سنایا جا رہا تھا تو آپ اس وقت میں اپنے آپ کو Imagine، تصور کرو، تو پھر آپ کو قرآن پاک پڑھنے اور سننے کا لطف بہت زیادہ آئے گا اور تاثیر زیادہ ہو گی۔ تب آپ کہیں گے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کے دربار سے چلا اور حضور پاک ﷺ تک آیا، پھر آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا، زمانے میں پھیلا اور آج اس کا سامع میں بھی ہوں۔ تو پھر جب آپ قرآن سنو گے تو اس کی تاثیر اور ہو گی کیونکہ اللہ کا کلام اللہ کے حبیب ﷺ کے ذریعے آپ تک آیا۔ اب آپ اس کلام کو سنو تو یہ آپ کو اور طرح سے اثر دے گا۔ پھر قیام اللیل جو ہے یہ آپ کے لیئے تاثیر بنے گا۔ اس کا فنکشن صرف دنیا یا دین تک محدود نہیں ہے بلکہ اسے آپ محبت کے ساتھ سنیں اور اس حساب کے ساتھ سنیں کہ یہ اللہ کریم کا فرمایا ہوا ہے اور حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی بات ہے۔ پھر تو قرآن آپ کے لیئے تاثیر بن جائے گا۔ تو آپ اپنے تاثیر

کے شعبے کی اصلاح کریں۔ ویسے بھی کہتے ہیں کہ کان کا سب سے اعلیٰ فنکشن جو ہے وہ سب سے اچھی بات کو سننا ہے اور سب سے اچھی بات اللہ کریم کی بات ہے اور آنکھ کا سب سے بڑا فنکشن جو ہے وہ حسن کو دیکھنا ہے اور سب سے احسن مقامات جو ہیں یہ جمالیات کے مقام ہیں۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ کے نام سے بننے والے مقامات جو بھی آپ کے ذہن میں آئیں کہ یہ مقام اللہ کے نام سے بنا' یہ مقام اللہ کے نام سے آباد ہے' یہ حرم شریف ہے' یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آستانہ عالیہ ہے' یہ کسی بزرگ کی خانقاہ ہے' اس کے پیچھے اللہ کا نام Involved ہے' آگے پتہ نہیں کیا ہے۔ تو جب اللہ کریم کا نام Involved ہو گیا' جب اللہ کا نام آ گیا تو وہ مقام نیکی کا مقام بن گیا۔ تو وہ نیکی کا مقام کیسے ہے؟ اس لیۓ کہ اس میں اللہ کا نام آ گیا ہے۔ تو جہاں آپ کی نگاہ ناروا اجسام دیکھنے پر مجبور ہے' نامناسب چہرے' نامناسب جسم' بے ڈھب اور بے ترتیب منظر دیکھنے پر مجبور ہو تو وہاں اس نگاہ کو نیک مقامات دیکھنے کی طرف مائل کر دو اور نیک آواز بھی سنا کرو۔ پھر آپ کے اندر ایک ایسا مقام آئے گا کہ آپ کے اندر نیک خیالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے اور پھر آپ کا آٹومیٹک سلسلہ چل نکلے گا اور وہ سلسلہ نیکی کا سلسلہ ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی اصلاح مقصود ہے۔ آپ لوگ اللہ کے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ آپ کی مجبوری ہے۔ آپ بے شک غلطی کریں گے اور جب آپ تنہا ہوں گے تو کہیں گے کہ یا اللہ تو معافی دے دے۔ تو مقصد یہ ہے کہ یہ آپ کی مجبوری ہے کہ آپ خدا کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کوئی مسلمان کتنا ہی بے باک ہو جائے وہ تنہائی کے اندر ہمیشہ ہی عاجز ہو گا' بلکہ

کائنات کا ذرہ ذرہ عاجز ہے۔ اس لیئے جب آپ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ نہیں سکتے تو پھر یہ ضروری بات ہے کہ اللہ کو تلاش کریں۔ تلاش کیا ہے؟ اب تلاش جو ہے یہ کوئی جغرافیائی سفر تو نہیں ہے کہ آپ نے کتنے میل جانا ہے' کتنے میل سفر کرنا ہے اور یہ کوئی تاریخ نہیں ہے کہ آج سے پرانے دور کا پتہ کرو' اس دور کی تاریخ سٹڈی کرو مثلاً" یہ کہ داتا صاحبؒ جو ہیں وہ کہاں پر پیدا ہوئے تھے۔ تو تاریخ کے سارے واقعات پتہ کرنے سے آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اتنی سی بات ہے کہ اللہ کا فضل ان پر ہوا اور اب آپ بھی کسی وسیلے سے اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ اتنی سی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اب یہ راز ہے کہ آپ اپنے خیال کو تلاش بناتے ہیں اور تلاش حاصل نہیں ہوتی جب کہ دوسرے کو حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر فرق کیا ہے؟ فرق یہی ہے کہ آپ کا خیال لطیف نہیں ہوا اور آپ کے خیال میں ملاوٹ ہے ورنہ اللہ کریم کا راستہ تو سب سے آسان راستہ ہے' کیسے؟ خیال کو Purify کرنا' خالص بنانا ہی اللہ کا راستہ ہے اور یہ کہیں جانے آنے کا نام نہیں ہے۔ بس آپ صرف اپنے خیال کو پاکیزہ کرلیں' بہت پاکیزہ کرلیں اور لطیف کرلیں حتیٰ کہ آپ کا خیال بہت ہی لطیف ہو جائے۔ تو آپ لوگوں نے صرف خیال کو پاکیزہ کرنا ہے اور پاکیزہ خیال خود بخود ہی اللہ کریم کے پاس چلا جائے گا۔ آپ نے اپنی نگاہ کو پاکیزہ کرنا ہے۔ میں آپ کو عبادت کا ایک آسان طریقہ بتا رہا ہوں کہ اگر برا منظر آنے کا امکان ہو اور آپ نے وہاں سے نگاہ موڑ لی تو پھر آپ کے لیئے نیکی لکھی گئی۔ اسی طرح کسی وقت بری آواز کان میں آ سکتی تھی' بری آواز بلا رہی تھی مگر آپ نے کہا "معاذ اللّٰہ" کہ میں اپنے

اللہ سے ڈرتا ہوں اور میں بری آواز کی طرف نہیں جاتا' تو یہ بازار برائی کا میلہ تھا اور اس میلے میں آپ خریدار کے طور پر نہیں گئے۔ تو برائی سے بچنا ہی نیکی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس بازار میں برائی کا موقع نہ ہو بلکہ اس بازار میں برائی تو رہے گی۔ تو یہ دنیا کا بازار ہے' اس میں برائی رہے گی' گناہ رہے گا' جس چیز کا نام قرآن پاک میں ہے وہ رہے گی' کافر بھی رہے گا' مومن بھی رہے گا' یہ سب قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسا مقام آ جائے کہ کافر دنیا میں نہ رہے تو پھر قرآن کا یہ حصہ Operative تو نہ رہا! تو اس دنیا میں کافر رہے گا' مومن رہے گا' خیر ہو گی' شر ہو گا' اور یہ سب کچھ یہیں رہے گا۔ آپ کا خیر کی طرف جانے کا مطلب یہ ہے کہ شر سے گریز کر جائیں۔ شر دعوت دے گا' مگر آپ اس سے نکل جائیں' شر موجود ہے مگر آپ ادھر نہ جائیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ یہ نہ کہنا کہ بدی میرے سر پر گر پڑی تھی بلکہ آپ اپنا سر بچائیں کیونکہ بدی سے بچنا ہی نیکی ہے اور بدی کا آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ بدی کیا کرتی ہے' بدی کم از کم ایک بات ضرور کرتی ہے کہ آپ کا دعا پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ تو بدی پہلا کام کیا کرے گی' دعا سے آپ کا اعتماد اٹھا دے گی' پھر آپ دعا کے قریب نہیں جا سکیں گے اور جو دعا کے قریب نہیں جا سکتا وہ خدا کے قریب نہیں جا سکتا۔ تو دعا مانگنے والا ہمیشہ خدا کے قریب رہتا ہے۔ دعا کی منظوری یا نا منظوری کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کے قرب کی بات ہے۔ جس انسان نے اپنی مشکلات کو اپنی کوششوں کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ ملا دیا وہ آدمی ضرور اللہ کے پاس پہنچے گا۔ اس لیئے آپ کو اللہ کریم نے یہ راستہ بتایا ہے۔ آپ

رمضان کے اس مہینے میں اپنی اصلاح کریں کیونکہ یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس میں Hurdles، رکاوٹیں کم ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیطان بند ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے بندے بھی بیچارے روزے کی مجبوری میں بند ہو جاتے ہیں۔ یہ جو آپ کے عمل میں رکاوٹ ڈالنے والے' جواء کھیلنے والے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں بھئی روزہ ہے' روزے کے بعد کھیلیں گے اور آپ بچ گئے۔ غلط کاروبار کرنے والے کچھ شرم اور حیا کرتے ہیں۔ اس لیے شر جو ہے وہ کسی حد تک پابند ہو جاتا ہے یعنی کہ Openly' بے دریغ ہر آدمی اگر روزہ نہیں رکھتا ہے تو بھی وہ پبلک میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ یہ مجبوری ہے' سماج اس کو لعنت کرے گا۔ اس مہینے سے آپ فائدہ اٹھا لیں۔ کسی آدمی کو کوئی غلط دعوت دے تو وہ کہے کہ جی ایسا نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ رمضان میں ایسی بات نہیں کرتے۔ تو یہ ایک ایسا مقام آگیا ہے کہ آپ لوگ اس مہینے میں اپنی اصلاح کر لیں۔ تراویح اور روزہ کا سب کو پتہ ہے اور اس طرح عبادت کا ایک پراسیس چل پڑتا ہے۔ اس پراسیس میں آپ بھی چل پڑیں۔ تو آپ کا نیکی کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس لیئے یہ مہینہ اور مقام نیکی کا ہے' رات کو رونق لگ جاتی ہے' افطاری' تراویح اور قیام اللیل میں کلام اللہ شروع ہو جاتا ہے۔ کسی جگہ پر بھی آپ جا کر دیکھو تو سحری تک سارا کاروبار چلتا ہے' اس طرح ایک زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کو زندگی سے ایک نیا انداز ملتا ہے' صبح کے وقت بھی لوگ کاروبار کی طرف بھاگے دوڑے جاتے ہیں' تھوڑا بہت آرام بھی کرتے ہیں۔ کاروبار کے اندر اور احساس کے اندر بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ پھر روزہ رکھنے کے ساتھ ہی جسم

کی ٹیکنیک بدلتی ہے تو پھر جسم بے مصرف قسم کی فضول حرکات نہیں کرتا۔ انسان اِدھر اُدھر نہیں جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی ساری میکانزم بدلنی شروع ہو جاتی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ صحیح معنوں میں کھانے کی فرحت افطاری کے وقت ہوتی ہے ہر چند کہ روزہ افطاری کے لیئے نہیں ہے لیکن افطاری میں آپ کو ایک خاص قسم کی فرحت محسوس ہو گی اور یہ عید کے برابر ہی ہوتی ہے۔ افطاری عید ہوتی ہے اور اس میں آپ کو ایک خاص قسم کی خوشی اور فرحت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیئے روزے کا اہتمام جیسے بتایا گیا ہے اگر آپ ویسا روزہ رکھیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل ہونے کا امکان ہو جاتا ہے' خیال پاکیزہ ہو جاتا ہے' خیال پیور ہو جاتا ہے' خیال لطیف ہو جاتا ہے' برائی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں' آپ اپنے آپ کو دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور اس طرح خود بینی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر انسان دیکھتا ہے کہ میرا اپنا مقام کیا ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ایک خاص احسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہو جاتا ہے۔ اس مہینے میں جس نے عبادت میں رات گزاری وہ شخص بہت کچھ کما گیا۔ پھر اس مہینے میں خاص راتیں آئیں گی اور خاص واقعات ہوں گے۔ اس مہینے میں سب سے اچھی سننے والی چیز قرآن پاک ہے' سب سے اچھا بولنے والا لفظ قرآن ہے اور یہ تو بہت بڑی بات ہے کہ قرآن سننے کا وقت خودبخود مل جائے گا۔ آپ قرآن شریف ضرور سنیں۔ سننا فرض ہے' آپ سنتے چلے جاؤ اور یہ سننا بڑے ہی مقام کی بات ہے۔ تو آپ قرآن پاک ایسے انداز کے ساتھ سنو کہ جیسے یہ نازل ہو رہا ہو' اس

پراسیس کے ساتھ سنو تو پھر آپ کو بہت ہی لطف آئے گا۔ بظاہر آپ لوگ نیک نہیں ہیں لیکن یہ یاد رکھنا آپ نیک ہوں یا کم نیک ہوں مگر آپ کے پیچھے آپ کے اپنے خاندان کے نیک لوگوں کی پرانی نیکیاں لگی ہوئی ہیں اور وہ آپ کو چھوڑیں گی نہیں کیونکہ کہیں آپ کے دادا کی روح پیچھے لگی ہوئی ہے اور کہیں نانا کی روح پیچھے لگی ہوئی ہے۔ وہ سارے نیک لوگ تھے اور وہ آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے مجبور ہو کر آخر نیکی کی طرف آنا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مجبور ہو کر آئیں، آپ پہلے ہی سیدھے ہو کر آ جائیں۔ آپ ذرا ماڈرن ہو گئے ہو مگر ماڈرن کے پیچھے سارے Ancient، پرانے بزرگ ہیں، ساری قدیم روحیں پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان کو اگر آپ چھوڑتے ہیں تو بھی وہ آپ کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اگر آپ سیدھے راستے سے آ گئے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ آپ کو غم کے راستے سے لائیں گے۔ اس سے پہلے کہ غم کا راستہ آپ کو دیا جائے آپ خوشی سے ہی آ جائیں ورنہ آپ کو پتہ ہے کہ جب کوئی تکلیف ہو تو نہ ماننے والوں کے دل سے بھی نکلتا ہے "یااللہ"۔ کسی کافر کا بچہ بیمار ہو اور ڈاکٹر جواب دے دیں تو وہ روتا ہے۔ کس کے سامنے روتا ہے؟ وہ اصل اللہ کے سامنے روتا ہے۔ تو اللہ کو نہ ماننے والا بھی مانتا ہے۔ جب تک انسان کی آنکھ میں آنسو ہیں وہ خدا سے نہیں بچ سکتا اور یہ آنسو ہر آدمی کے پاس ہیں۔ انسان کے پاس یہ تصور ضرور رہے گا۔ اس لئے ساری کی ساری نیکی آپ کو کرنا پڑتی ہے۔ تو نیکی کیا ہے؟ آپ کا اپنا شعور! مجبوری کیا ہے؟ آپ کے بزرگ، ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی یہ سارے بزرگ جو ہیں، ان کی روحیں

جہاں بھی ہیں، ان کا وہاں بیٹھے ہوئے بھی ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے جو وارث ہیں، وہ نیک راستے کی طرف چل پڑیں۔ ان میں دعا کی Capacity ہوتی ہے تو دعا کرتے ہیں، عمل کی Capacity ہوتی ہے تو عمل کرتے ہیں اور اگر اختیار ہوتا ہے تو وہ اختیار استعمال کر جاتے ہیں۔ اس لیے وہ خواہش سے آپ کو بلائیں گے اور اگر خواہش سے آپ نہیں آئیں گے تو وہ ابتلاء سے بلائیں گے۔ جس کو آپ ابتلاء سمجھ رہے ہیں، تکلیف سمجھ رہے ہیں وہ تو اصل میں آپ کو بلانے کے لیئے ہے۔ وہ آپ کو چھوڑتے نہیں ہیں، جس طرح آپ اپنے بچے کو نہیں چھوڑتے۔ آپ اپنا لکھا ہوا کاغذ ضائع نہیں کرتے تو وہ اپنی اولاد کو کہاں چھوڑیں گے۔ اس لیئے آپ کو وہ ضرور اس راستے پر لے جائیں گے جس راستے پر وہ جا چکے ہوں گے اور وہ صحیح راستہ ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اپنے بزرگوں کی نیکی کی پروڈکشن سمجھتے ہوئے خودبخود ہی اس راستے پر چل پڑیں ورنہ آپ کو چابک سے چلایا جائے گا، پھر آپ کے لیئے بچت کی راہ کوئی نہیں ہو گی۔ یہ راہ وہی ہے جو آپؐ کے باپ دادا کا راستہ ہے کیونکہ۔

تجھ کو جانا ہے جہاں آباء گئے
جانے والے سب یہی فرما گئے

اس لیئے سب سے بڑی نیکی قرآن کا سننا ہے، خالص ہو کر سنو اور محو ہو کر سنو کہ اللہ بول رہا ہے اور اللہ کے حبیبؐ بول رہے ہیں، ان کی زباںؐ ہے، سنو اور محو ہو کر سنو۔ آپ کو سمجھ بھی آ جائے گی اور آپ کے ساتھ واردات بھی ہو جائے گی۔ اصل بات تو اللہ کا کلام ہے۔

اللہ ہی بولتا ہے' یہ سمجھ آ جائے تو پھر آپ کے لیئے بہت آسانی ہو جائے گی۔

سوال :۔

جناب عالی الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں ایک انسان کا کیا مقام ہے؟ اس کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

آسان سی بات ہے کہ یہ مقام' خوف کا مقام ہے اور خوف سے دنیا میں صرف ایک ہی چیز نجات حاصل کر سکتی ہے' وہ صرف شوق ہے لہٰذا شوق نہ ہو تو انسان کبھی خوف سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً" کھیڑوں کے گھر میں جانا صرف رانجھے کا کام ہے ورنہ کسی کے گھر میں کوئی جا نہیں سکتا کیونکہ کسی کے گھر میں بے دھڑک چلے جانا' کسی کے محلے میں یوں جانے سے تو پھر مار پڑنے کا امکان ہے' آخر وہ ہیر شادی شدہ ہے' پرائی عزت ہے۔ تو وہاں صرف رانجھا جائے گا اور ضرور جائے گا کیونکہ اسے شوق ہے اور شوق جو ہے وہ خوف سے مبرا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو کبھی ملال یا حزن نہیں ہوتا جس شخص پر توبہ کے دروازے کھل چکے ہوں۔ جو شخص اشیاء کی ماہیت جان چکا ہو اور جس کو نفع نقصان سمجھا دیا گیا ہو اسے ملال اور حزن' نہیں ہوتا۔ اب یہ ایک مقام ہے جو آپ خود کھول سکتے ہیں اور اگر آپ یہ کھول لیں تو لاخوف کی منزل آ جاتی ہے۔ اگر آپ حاصل اور محرومی دونوں کو برابر سمجھیں تو خوف سے بچ جائیں گے۔ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ایک خلعت ہے جو نااہل کو نہیں دی جاتی۔ یہ اہلیت والے کو دی جاتی ہے۔ اس کی اہلیت یہ ہے کہ

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقامو جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اس پر قائم رہنا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے تو پھر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ یہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون والے لوگ ہیں۔ تو جس آدمی نے دنیا کی محبت کو اللہ کی محبت پر نثار کر دیا اس کے لیئے خوف اور حزن نہیں ہے اور یہ معمولی سی بات ہے کہ آپ دنیا کو چھوڑ دیں۔ میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا ہے کہ آپ کے پاس سارا جو حاصل ہے مثلاً" مکان' سامان' جائیداد' اور زندگی' اسے اللہ کی راہ میں Convert' تبدیل کروا لو اور ان سب کو چھوڑ دو تو پھر آپ کے لیئے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو مال کمانے کی خوشی نہ رہے اور رقم خرچ کرنے کا خوف نہ رہے' جس کو آنے کی خوشی نہ ہو اور جانے کا غم نہ ہو' اس کے لیئے لاخوف کی منزل آ جاتی ہے۔ زندگی ہم گزارتے ہیں اور یہ اللہ کا امر ہے کہ پھر ہم زندگی چھوڑتے ہیں۔ موت اور ہستی ساری جو ہے وہ اللہ کے نام اور فقط اس کی رضا کے لیئے لگا دو۔ پھر آپ زندہ رہیں تو اس کی رضا ہے اور مر جائیں تو بھی اس کی رضا ہے۔ اگر آپ اپنی رضا نکال دیں یعنی زندگی کی تمنا نکال دیں تو پھر موت کا ڈر نہیں رہے گا۔ ہر آدمی کو زندگی کا اندیشہ ہو سکتا ہے مگر آرزو اگر اللہ ہو تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ اندیشے اور ملال اس دنیا کے ہیں۔ وہاں کے اندیشے ہی کوئی نہیں ہیں کیوں کہ وہاں فراق جو ہے وہ بھی وصال ہے اور وصال تو ہے ہی وصال! اللہ اگر آپ کو اپنے سے دور رکھے گا تو وہ بھی وصال ہے۔ اس دنیا میں جتنے لوگ اللہ والے ہیں سارے اللہ سے دور رہے صرف یاد میں

رہے‘ یہ ایک راز ہے اور یہ ایک عجیب راز ہے۔ یہ عجب راز ہے کہ بہشت اور پھر یہ دنیا‘ جب دونوں اللہ کے حوالے سے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا۔ آپ کبھی بہشت میں تھے اور یہاں آ گئے یا پھر بہشت میں چلے جائیں گے‘ تو کیا فرق ہوا۔ یہاں بھی اس کے چرچے اور جلوے ہیں اور وہاں بھی تو اللہ ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ بات فرشتوں کو حاصل نہیں ہے‘ اللہ کا دیدار‘ مشاہدہ ایک مقام ہے اور اس کی یاد‘ ایک اور مقام ہے۔ مشاہدے پر یاد کو فوقیت دی گئی ہے۔ یاد کو برداشت کرنا یا قائم رکھنا انسان کے علاوہ کسی میں نہیں ہے۔ یاد کے حوالے سے انسان جو ہے یہ فرشتوں پر فوقیت لے گیا۔ فرشتے مشاہدۂ حق میں ہیں‘ ابلیس بھی مشاہدۂ حق میں تھا‘ لیکن یاد جو ہے وہ صرف انسان کے پاس ہے اور یہی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جب آپ یہاں پر ہیں تو کیا ہے؟ اللہ کی یاد! جب وہاں جائیں گے تو مشاہدہ ہو گا لیکن یاد نہیں ہو گی جیسے یہاں چاند کی چاندنی ہے اور وہاں چاند پر جاؤ تو چاندنی نہیں ہے صرف چاند ہوتا ہے۔ چاندنی زیادہ خوب صورت ہے اور چاند ایک علیحدہ مقام ہے۔ چاند کی یاد چاندنی کہلاتی ہے۔ یہ اپنا مقام ہے اور وہ اپنا مقام ہے۔ تو اللہؐ کی یاد جو ہے وہ عشق کہلاتا ہے‘ زندگی کہلاتی ہے اور یہ سارا زندگی کا عمل ہے‘ Process of Life ہے۔ اور اللہ کا جو تقرّب ہے وہ بہشت کہلاتا ہے۔ مشاہدۂ حق جو ہے وہ اللہ کا دیدار ہے۔ جنت میں جا کر آپ کیا ہو جائیں گے؟ آپ فرشتے بن جائیں گے۔ تو آپ اندازہ کرو کہ آپ کی زندگی اور طرح سے ہو جائے گی۔ یہ جو الٰہیات اور یاد کی آرزو ہے یہ بڑا مقام ہے‘ یہ سوگ ہے‘ یہ عشق ہے اور یہ تپش ہے۔ یہ جو مقام ہے

یہ فرشتوں کو نہیں ملا۔ فرشتوں کو یاد کا موقع ہی نہیں ملا۔ یاد کے اندر محبت کا طریقہ' پراسیس اور Experience ' تجربہ صرف انسان کو ملا ہے اور یہ بڑا مقام ہے۔ تو یاد کا بڑا مقام ہے دنیا کے اندر جتنے بھی عشق کے سرفراز واقعات ہیں وہ سارے کے سارے مشاہدے کے بعد "یاد" ہیں' جتنے بھی مشہور واقعات ہیں۔ جتنے مشہور قصے ہیں' یاد کا زمانہ ہی ان کا عروج کا زمانہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ تو لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ان کا اس لیئے نہیں ہوتا کہ یاد کے بعد پھر مشاہدہ ہے' لہٰذا وہ مشاہدۂ حق ہے اور یاد بھی حق ہے' اس لیئے ملال کس بات کا اور کس بات کا خوف! خوف' لالچ سے پیدا ہوتا ہے' لوبھ جو ہے یہ خوف پیدا کرتا ہے' لوبھ نکل جائے تو خوف نکل جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی لمبی زندگی تھی' کچھ لوگ کہتے ہیں چودہ سو سال کی زندگی تھی' تو جب ان کے پاس عزرائیل گئے تو السلام علیکم کہا انہوں نے کہا وعلیکم السلام۔ کہنے لگے آپ نے پہچان تو لیا ہو گا میں وہی ہوں' کہنے لگے کہ ہاں تم وہی ہو۔ انہوں نے کہا یا حضرت آپ یہ بتائیں کہ آپ چودہ سو سال زندہ رہے ہیں تو اس زندگی کے اندر آپ نے کیا محسوس کیا۔ انہوں نے کہا محسوس کیا کرنا تھا بس تیرا انتظار ہی کرتا رہا ہوں کہ اب آتا ہے کہ کل آتا ہے' ساری زندگی میں بس یہ ایک ہی کام کیا ہے۔ تو ایسے لوگوں کو کیا خوف ہو گا جو چودہ سو سال صرف ایک واقعہ کا انتظار کرتے رہے کہ موت کا فرشتہ اب آتا ہے کہ کل آتا ہے اور آپ اپنی پچاس سال کی زندگی میں جاتے جاتے ایک چیز اور بنا لیتے ہو اور آپ نے یہ ضرور کرنا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ پھر خوف ضرور پیدا ہو گا۔ تو آپ جتنا

حاصل کرتے جائیں گے اتنا ہی اسے چھوڑنے کا خوف ہو گا۔ زیادہ خوف اسی کو ہو گا جس کا پھیلاؤ زیادہ ہو گا۔ تو گویا کہ جن لوگوں کا، اللہ نے بتایا ہے کہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون والے جو ہیں وہ دنیا میں پھیلتے نہیں ہیں اور انہیں اللہ کا خوف ضرور رہتا ہے' جسے صرف اللہ کا خوف ہوتا ہے اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہے اور دنیا کا خوف اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ اقبالؒ نے کہا ہے کہ:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وہ سجدہ یہی ہوتا ہے۔ اگر ایک خوف ہو تو ہزار خوف نکل جاتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹا بچہ رو رہا ہو' اسے کوئی چھوٹی سی تکلیف ہو اور وہ چپ نہ کرے تو آپ کیا کرتے ہیں کہ اسے آپ تھپڑ لگا دیتے ہیں۔ اسے جب بڑی تکلیف ہوتی ہے تو وہ چھوٹی تکلیف بھول جاتا ہے اور چپ ہو جاتا ہے۔ بس اتنی سی کہانی ہے کہ جب آپ کو چھوٹا غم نہ سمجھ آ رہا ہو اور آپ چیخ رہے ہوں تو آپ کو بڑا غم دکھا دیا جاتا ہے۔ پھر آپ بول اٹھتے ہیں کہ جی چھوٹا غم ہی ٹھیک تھا مثلاً" کوئی یہ کہے کہ مجھ میں لکھنے کی صلاحیت کم ہو رہی ہے تو میں اس سے چین لے لوں گا۔ پھر وہ کہے گا مجھے معاف کر دیں اور مجھے میری وہی صلاحیت دے دیں۔ تو یہ طریقہ ہے "لا خوف" کرنے کا۔ طریقہ کیا ہے؟ کہ بڑا خوف دکھا دو تو پھر وہ لاخوف ہو جاتے ہیں اور اگر بڑے خوف والا خود ہی مہربان ہو تو پھر اور آسانی ہو جاتی ہے۔ یہ مقام ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں اگر آپ پیش نظر رکھیں کہ ہر انسان کو تکلیف آتی ہے تو کسی شخص کو اگر معمولی سی

تکلیف آ جائے تو آپ اس تکلیف کو علاج کے حوالے کرنا۔ تو طریقہ یہی ہے کہ تکلیف کو علاج کے حوالے کرتے ہیں۔ اگر آپ کو مزید سمجھ آ جائے تو اس تکلیف کو علاج سے نکال کر اللہ کے حوالے کر دیں یعنی دوسرے کو حوالے کیئے بغیر صرف اللہ کے حوالے کر دیا جائے۔ اس طرح آپ اس تکلیف میں سے خداوند تعالیٰ کا ایک راستہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ اگر کوئی کام پڑ گیا' کسی غم کا سامنا ہو گیا تو غم کے اندر اگر آپ نے سجدۂ شکر کر لیا کہ "یا اللہ تیری جو مرضی' میری بھی وہی مرضی ہے"۔ تو غم آپ کو ایک خاص مقامِ بندگی سکھا دیتا ہے۔ آپ کو یہاں سے ضرور جانا ہے۔ جانے سے پہلے دو چار عمل ہیں جو آپ کرتے ہیں۔ آپ کو یقین ہوتا ہے کہ کچھ بھی آپ کا اپنا نہیں ہے' اپنا وجود بھی اپنا نہیں ہوتا۔ اس لیئے آپ جب دیکھ لیں کہ یہ چیز اپنی نہیں ہے تو پھر آپ اللہ کی طرف سے ان چیزوں کو امانت سمجھ کر استعمال کریں' آپ اپنا قبضہ چھوڑ دیں اور قبضے کا خیال چھوڑ دیں تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ یہ مقام کیا ہے؟ تو غم میں سجدہ کرنا اللہ کا تقرّب ہے' تکلیف میں سجدہ کرنا اور پھر تکلیف کو دنیا کی نگاہ سے چھپانا' اللہ والا مقام ہے کیونکہ تکلیف جو ہے یہ ایک راز ہے اور چٹھی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر بھیجی ہے۔ اب آپ یہ راز دنیا پر آشکار نہ کریں اور آپ اس راز کو صحیح معنوں میں راز بنا لیں۔ تو اپنے غم کو چھپانا بھی الٰہیات کا راستہ ہے' خوشی کا ذکر کرنا بھی الٰہیات کا راستہ ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنا بھی الٰہیات کا راستہ ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ وہ شخص اللہ کے قریب ہو جاتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ کا احسان کہتا ہے۔ اپنی زندگی کو آپ اپنی

Achievement، اپنا حاصل کہنے کی بجائے اللہ کا احسان سمجھنا حالانکہ Achievement آپ کی ہے لیکن آپ اس کو اللہ کریم کا احسان سمجھیں تو سمجھیں کہ زندگی بن گئی۔ آپ یہ کہا کریں کہ یا رب العالمین! یہ تیرا احسان ہے۔ جتنی بھی آپ کی زندگی میں خوشیاں ہیں وہ اللہ کا احسان ہیں اور جو آپ کا حاصل ہے وہ اللہ کا احسان ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں کچھ بھی اور کوئی بھی نعمت ہے تو یہ اللہ کا احسان ہے۔ تو آپ اللہ کا احسان مانیں اور شکر ادا کریں۔ ایک وقت آئے گا کہ جسے آپ غم کہتے ہیں اس کا ایک الگ قسم کا حساب کتاب ہو جائے گا اور یہ بڑا مفید حساب کتاب ثابت ہو گا۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس لیئے جس کو آپ آج غم اور تکلیف کہہ رہے ہیں، اس پر بھی شکر شروع کر دیں تو یہ بھی ایک راستہ بن جائے گا۔ تو اپنی زندگی کو شکر کے راستے سے الٰہیات کا سفر طے کراؤ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے شکر کیا، اس کو ہم نے بڑھا دیا۔ آپ جس نعمت پر شکر کریں گے اللہ اس نعمت کو بڑھا دے گا۔ اس کی بزرگوں نے دو تفسیریں کی ہیں۔ تقرّب والے فقیر لوگ جب تکلیف پر شکر کرتے ہیں تو اللہ کا تقرّب بڑھ جاتا ہے اور دنیا دار غلطیوں پر شکر ادا کرتا ہے، رشوت کا شکر ادا کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو اور بڑھا دو۔ پھر اس کا نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیئے شکر کرنے والا یہ کسی سے ضرور پوچھ لے کہ میرا شکر جو ہے یہ کسی گناہ کا تو نہیں ہے۔ کیونکہ شکر سے اس چیز نے بڑھنا ضرور ہے، جس چیز کا آپ شکر کر رہے ہیں وہ ضرور بڑھے گی۔ آپ یہ خیال رکھیں کہ میں کہیں گناہ پر شکر تو نہیں کر بیٹھا۔ یہاں آکر بزرگوں کی ضرورت پڑتی ہے

کہ جس کا آپ شکر ادا کر رہے ہیں وہ کہیں غلطی تو نہیں تھی‘ گناہ تو نہیں تھا‘ ناجائز تو نہیں تھا‘ نا روا پیسہ تو نہیں تھا اور غلط شے تو نہیں تھی جو شکر کر کے بڑھ تو گیا لیکن غلط تھا۔ اس لیئے جو چیز آپ دیکھیں کہ اللہ کی طرف سے ہے تو اگر اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ بڑھ جائے گی۔ اس لیئے اپنے لیئے یہ طے کر لیں کہ وہ چیز غلط نہ ہو۔ اللہ کریم کا یہ راستہ ہے‘ جس بندے کو اللہ کریم کے راستے کی خواہش پیدا ہوئی تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ کریم نے اس کو یہ عطا فرمائی ہے کیونکہ غیر کے دل میں خواہش ہی نہیں پیدا ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کی خواہش‘ اللہ کے بندوں سے ملنے کی آرزو‘ اور اللہ کی کتاب کو دیکھنے کی تمنا‘ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی عطا ہے اور یہ اس کا احسان ہے‘ تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اللہ کریم تو اپنے راستے کی آرزو ہی عطا کرتا ہے اور جس کو اس کی راہ کی آرزو ہو گئی اس کے ساتھ ہی وہ حاصلِ آرزو چل پڑتا ہے اور ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ تو وہ بھی ساتھ ہے یعنی حاصل اور آرزو ساتھ ساتھ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خواہش کے ساتھ ہے‘ آرزو کے ساتھ ہے‘ اس سفر میں آپ نے دور تو جانا نہیں کہ کوئی دوڑ لگانی ہے۔ جس کی آرزو جتنی مخلص ہوتی جائے گی‘ اتنا وہ اللہ کے قریب ہوتا جائے گا۔ یہ سفر گھر بیٹھے بیٹھے کٹ جائے گا۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

آپ نے کہیں اور تلاش نہیں کرنا بلکہ اپنے آپ میں‘ اپنے ہی کاروبار میں‘ اپنی ہی زندگی میں‘ اپنے وجود میں‘ اپنے دل میں اور اپنی

روح میں تلاش کرنا ہے کیونکہ تلاش کرنے والا ہی حاصلِ تلاش خود ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ اس کی شکل وہی ہے جو آپ کی شکل ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ تلاش کرنے والا خود ہی وہ ہے۔ اس سفر کے اندر جو تنہائی ہے یہی آشنائی ہے' اس کے اندر آپ خود ہی اپنے رفیقِ سفر ہو' خود ہی آپ اپنے ہمسفر ہو اور اپنی منزل بھی آپ خود ہی ہو۔ اللہ کریم آپ کو آپ کا اپنا سفر عطا فرمائے۔ یہ اپنا سفر ہے۔ یہی اس شخص کا سفر ہے۔ اپنا سفر ہی اس کا سفر ہے۔ آپ غور کریں اور آپ کو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ آپ کو بنانے والا وہی اللہ ہے' وہی رب اور اللہ پروڈیوسر ہے اور کیا پروڈکشن ہے' کیا تخلیق ہے! سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کہ اس نے اپنے خاص فضل کے ساتھ آپ کو پروڈیوس کیا اور اس زمانے کے میلے پر روانہ کیا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ اور ساتھ ہی ساتھ میلہ دیکھنے کی صلاحیتیں دیں یعنی کہیں نگاہ دے رہا ہے' کہیں کان دے رہا ہے اور کہیں لطف دے رہا ہے' کہیں اور آسانیاں دے رہا ہے' جب بچہ ہے' شعور نہیں ہے تو ماں باپ بیچارے سٹ پٹا رہے ہیں کہ کہیں چوٹ نہ لگ جائے' دھیان کرو۔ بلکہ آپ آج تک ہی یہ کرتے آ رہے ہیں۔ تو اللہ کریم نے آپ کو بھیجا۔ اب آپ اس کا شکر ادا کریں۔ تو اس نے آپ کو ایک خاص معینّہ وقت کے لئے بھیجا کہ جاؤ اور جا کے میلہ دیکھ کر آؤ' یہ اس کے فضل کا میلہ ہے' اسے دیکھو اور اس کے اندر دیکھو کہ سیروا فی الارض کیا ہے؟ فانظروا کیف کان عاقبہ المکذبین زمین کی سیر کرو اور پھر جھوٹوں کا مقام دیکھو کہ کیا ہوا۔ سارے بادشاہ ساری ویرانیاں چھوڑ گئے' ظلِ سبحانی اور آنجہانی

بادشاہ جو تھے' ان کا قلعہ دیکھو' محل دیکھو اور دوسری چیزیں دیکھو کہ وہ کدھر ہیں اور کیا چھوڑ گئے ہیں۔ وہ سارے بادشاہ کدھر گئے اور اس کے مقابلے میں عشق کے بادشاہوں کو دیکھو کہ داتا صاحبؒ غزنی سے پیدل ہی آئے' غزنی سے چلتے چلتے لاہور آ گئے' یہاں پر آ کر بیٹھ گئے' نہ کوئی وسائل' نہ سامان اور نہ پیسہ۔ بس وہاں سے سیدھے چل کر یہاں آ گئے اور بیٹھ گئے۔ بس پھر رونق لگ گئی اور نیا شہر بننا شروع ہو گیا اور یہ پراسیس آج تک چل رہا ہے۔ یہ آدمی کون تھے؟ وہ ایک بندہ تھا کہ بہت سارے بندے تھے؟ خواجہ غریب نوازؒ سنجر سے آئے' داتا صاحبؒ کو سلام پیش کیا' کچھ دن یہاں رہے' کوئی واقعہ ہوا اور پھر چل پڑے۔ اس زمانے میں جب پرتھوی راج' رائے پتھورا کی حکومت عروج پر تھی' اس نے محمد غوری کو مار مار کر نکالا تھا اور خواجہ غریب نوازؒ جا کر وہاں آرام سے بیٹھ گئے' پرتھوی راج کی سلطنت ختم اور غوری کو دوبارہ بلایا گیا اور اس کو انہوں نے بات سمجھا دی کہ رائے پتھورا کی طاقت کا کیا راز تھا۔ پھر پرتھوی راج کا End ہو گیا' اختتام ہو گیا۔ پرتھوی راج کے پاس زمین کی طنابیں تھیں اور خواجہ صاحبؒ جا کر وہاں بیٹھ گئے' وہ غریب آدمی تھے لیکن غریب نوازؒ تھے۔ وہاں جا کے کیا سے کیا مقام بنا دیا .....

انگریز اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ انڈیا پر وہ Rule کرتے ہیں' حکومت کرتے ہیں' اسے ہم کیا Grab کریں گے۔ خواجہ صاحبؒ کا آج بھی ایک مقام ہے۔ وہ Sincere' مخلص لوگ تھے اور آپ کے اپنے اندر Sincerity' خلوص نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی Sincerity' خلوص پیدا کریں تو وہ چیز آج بھی موجود ہو گی۔ اگر وہ ایمان ہو تو۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تو یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس لیئے آپ یقین پیدا کر لیں مگر آپ لوگ اللہ کے پاس جاتے جاتے جیب سے کام کی ایک نئی پرچی نکال لیتے ہیں۔ آپ کہیں کہ ہم صرف اللہ کو سلام کرنے جا رہے ہیں۔ آپ دیدار کے لیئے جائیں' ملنے کے لیئے جائیں' یہ نہ ہو کہ ملتے ملتے کام یاد آ جائے۔ اس لیئے آپ اپنے آپ کو سیدھا سادا اللہ کے حوالے کر دیں' صرف اللہ کے حوالے۔ Pure اللہ کے حوالے کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی کرے۔ کوئی اور سوال پوچھو ----

سوال :-

جب وسیلہ اللہ کا ہے اور محبت اللہ سے ہونی چاہیئے تو پھر غیر سے تو بچنا چاہیئے۔

جواب :-

بات یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ مانتے ہیں کہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ الحمد شریف میں اس کا جواب یوں ہے کہ ' الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ملٰک یوم الدین ایاك نعبد وایاك نستعین اهدنا الصراط المستقیم کس اللہ سے یہ مدد مانگتے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' اهدنا الصراط المستقیم ہم تجھ سے یہ مدد مانگتے ہیں کہ تو اپنا راستہ دکھا۔ اللہ کہتا ہے کہ راستہ بھی میں بتاتا ہوں کہ میرا راستہ یہ ہے صراط الذین انعمت علیهم کہ یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر ہم نے انعام کیا۔ تو اللہ کا راستہ پھر بندوں کا راستہ نکل آیا۔ یعنی

کہ جن پر اللہ کا انعام ہوا ان کا راستہ دیکھو اور جن پر اللہ کا غضب ہوا ان سے بچو۔ تو پھر یہ ساری بات حل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر خود فرماتا ہے کہ آج میں تمہیں سب سے زیادہ خوب صورت قصہ سناتا ہوں۔ نحن نقص علیک احسن القصص میں ایک واقعہ سنا رہا ہوں' حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا یہ واقعہ بڑا خوب صورت واقعہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ باپ بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے کہ پیارا باپ تھااور پیارا بیٹا تھا اور یہ دونوں ہی پیغمبر تھے اور مجھے یہ دونوں بڑے پسند تھے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہ کرنا اور ساتھ ہی خود کہہ رہا ہے کہ بڑا خوب صورت واقعہ سنا رہا ہوں اور یہ قصہ بڑا شاندار ہے اور مجھے بڑا پسند ہے۔ اس ساری بات سے آپ کیا سمجھے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف جانے والوں کے ساتھ محبت ہی اللہ سے محبت ہے اور اللہ کے برعکس جانے والوں سے محبت ہی غیر اللہ ہے اور یہ بات یاد رکھنا کہ براہ راست اللہ سے محبت نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کریم کی محبت کا یہ جو دسترخوان بچھ گیا ہے اس میں آپ اب یہ دیکھ لو کہ آپ نے ان لوگوں کا قرب حاصل کرنا ہے جن کے ساتھ آپ کو محبت ہے اور یہ عام سی بات ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ تو حضور پاکؐ کی اطاعت کرو تاکہ اللہ تم لوگوں کو پسند کرے۔ تو اللہ کی محبت' اطاعتِ حضور پاک ﷺ ہے اور یہ اللہ کریم فرما رہا ہے اور خود ہی یہ نسخہ بتا رہا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میری محبت کو تم سمجھ ہی نہیں سکتے کیونکہ

میں درود شریف میں مصروف ہوں' میں اور میرے فرشتے مصروف ہیں' اس لیے میں جانتا ہوں کہ تم لوگ مجھ سے محبت کرو گے' تو تم لوگ میرے محبت کے راستے سے محبت کرو' تم لوگ حضور پاک ﷺ کی اطاعت کر لو تو پھر یہ بات خود ہی میرے پاس آ جائے گی ورنہ آپ اندازہ لگاؤ کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود شریف میں مصروف ہیں اور یہ اللہ خود بتاتا ہے۔ اور پھر یہ فرق بھی بتا دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے ان اللہ و ملٰئکته یصلون علی النبی یاایھاالذین امنوا صلّوا علیه وسلّموا تسلیما۔ یہ تو آسان ہی حکم دے دیا کہ اے ایمان والو! میں اور میرے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تو تم بھی یہ کام کرو۔ گویا کہ اللہ کی راہ بڑی ہی آسان ہے۔ تو اللہ کی راہ جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کا راستہ ہے اور حضور پاک ﷺ کا راستہ حضور پاک ﷺ کے چاہنے اور ماننے والوں کا راستہ ہے۔ تو اللہ کا ملنا تو بڑا آسان ہو گیا۔ سارے قرآن میں Throughout ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتا دی ہے کہ غیر کون ہے اور اپنا کون ہے؟ تو غیر وہ ہے جس کی نیت یہاں ٹھہرنے کی ہے اور اپنا کون ہے؟ جس کی نیت یہاں سے نکلنے کی ہو۔ تو نسخہ آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے کہ آپ لوگ اپنی اپنی جانوں کو لے کر آؤ کیونکہ آج آپ نے اپنی جان پیش کر دینی ہے' قربان کر دینی ہے۔ اگر اس شخص نے کہا کہ آج مجھے تھوڑا سا کام ہے تو وہ غیر ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے وہ غیر اللہ ہے اور جو یہاں سے اللہ کی طرف نکلنا چاہتا ہے وہ اللہ والا ہے۔ بس اتنا سارا فرق ہے کہ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے

طلب گار ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔ گویا کہ آخرت جو ہے وہ دنیا کے برعکس ہے۔ تو آپ آخرت کی تمنا کر لیں۔ اگر آپ کے پاس دنیا ہے تو یہ مبارک ہے۔ اگر آپ اس دنیا سے اپنی آخرت بنا لیں' اگر آپ کے پاس کچھ دماغ ہے تو آپ اس کو اللہ کی راہ میں لگائیں' نیکی کے راستے پر لگا دیں' اگر پیسہ ہے تو اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ تو اس طرح آپ کے پاس عبادت کے ذرائع پیدا ہو جائیں گے۔ اگر کبھی روزے کی کمی و بیشی ہو جاتی ہے تو آپ کسی مسجد کے اندر لوگوں کا روزہ کھلوا دیں' اپنی خامی بتائے بغیر یہ کام کرو تو یہ نیکی ہے۔ تو نیکی کیا ہے؟ نیکی یہ ہے کہ اپنی مجبوری کا خفیہ اعلان نہیں کرنا۔ مجبوریوں کا اعلان نہ کرنا نیکی ہے۔ جس نے اپنے گناہ پر خود پردہ ڈالا' اللہ اس پر بہت راضی ہوا۔ وہ یہ کہے کہ یا اللہ کریم میں گناہ گار ہوں اور اس گناہ کو میں نے اس لیئے چھپا لیا ہے کہ تیری دنیا میں گناہ جو ہے وہ مشہور نہ ہو۔ ایسے شخص نے اپنا گناہ چھپایا ہے تاکہ دنیا میں گناہ کا پروپیگنڈہ نہ ہو' چرچا نہ ہو۔ بس آپ لوگ بھی اپنے گناہ کو اس حد تک چھپا لو۔ گناہ کو چھپانا بھی نیکی ہے' اپنے گناہ پر کسی دنیا دار کو گواہ نہ بناؤ تو یہ بھی نیکی ہے۔ تو آپ اپنے گناہ پر کسی دنیا دار کو گواہ نہ بنائیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ اللہ کریم آپ کو معاف کرنے لگیں اور دوسرا کوئی کہے کہ جی اس کو معاف کیوں کیا۔ اس لیئے میں کہتا ہوں کہ گناہ کو گواہ سے بچاؤ' اپنے گناہ کو گواہ سے بچاؤ! بس آپ اپنے اللہ کے ساتھ محبت پیدا کرو۔ اللہ تو اللہ ہے' اس نے کسی سے Sanction نہیں لینی ہے کہ میں اس سے بات کروں کہ نہ کروں۔ بس آپ نے معافی مانگی اور اس نے معاف کر دیا' اس نے

کسی سے پوچھنا تھوڑی ہے۔ لیکن ایک بات ضرور ہے کہ اللہ معاف اس وقت کرتا ہے جب آپ اپنی زندگی کے تمام حاصل میں سے کسی چیز کو اللہ کی راہ میں نہ روکو۔ آپ کہیں کہ یہ جو کچھ ہمارا حاصل ہے' اللہ تعالیٰ یہ آپ کا ہے اور تو جو چیز مرضی اٹھا لے۔ اور وہاں گلہ نہ کرنا تو پھر معافی ہو جائے گی کیونکہ وہ تو ہمیشہ سے معاف کرتا آ رہا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کوئی کافر ہوتا تھا لیکن پھر سب سے بڑا مومن ہو گیا' ایسا ہوتا ہے کہ تلوار لے کر آ رہے ہیں اور تلوار کے واقعے سے پہلے وہ اسلام کے خلاف ہیں اور کلمہ شریف کے بعد اسلام کے آدمی ہیں' "سابقون" ہیں اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔ تو جو کوئی اچھا کافر ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اچھا مومن بناتا ہے اور برے کافر کو تو پھر مومن بھی نہیں بنایا جاتا۔ آپ اپنے طور پر اللہ کریم کو تنہائی میں یاد کریں اور اپنی توبہ تنہائی میں کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے ان گناہوں پر جو آپ پر بوجھ بنے ہوئے ہیں اور ان کا ذکر آپ نے کسی کے سامنے نہیں کیا ہے' اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کر دے گا۔ تو اس طرح بوجھ اتر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ میں کشادگی پیدا کر دے گا تاکہ آپ کا حال کشادہ ہو جائے' جس کا حال کشادہ ہو گیا اس کے لئے کشادگی ہی کشادگی ہے۔ تو آج آپ کے لئے یہ دعا ہے کہ یا رب العالمین ہمیں' ہمارے اپنے اعمال کی عبرت سے بچا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں ہمارے عمل کا نتیجہ دے بلکہ ہمیں ہمارے عمل کے نتیجے سے بچا۔ کچھ بات جو ہم سے غلط ہو گئی ہے اور تو جانتا ہے کہ وہ غلطی کسی وقت بھی برملا ظاہر ہو سکتی ہے تو آپ اسے ابھی معاف کر دیں۔ یا رب العالمین اس کو معاف کر دے اور ہم پر

رحم فرما۔ اور آج کے دن کے حوالے سے یا رب العالمین ہمیں نیک ہونے کی توفیق عطا فرما' نیکی بھی ہمیں عطا فرما اور دنیا میں بھی ہمیں آسانی عطا فرما۔ ہماری دنیا بھی بہتر ہو اور دین بھی بہتر ہو اور یہی دعا تو نے ہمیں سکھائی ہے کہ مجھ سے مانگو کہ دنیا بھی بہتر ہو اور دین بھی بہتر ہو یعنی کہ ایسی زندگی ہو کہ آپ بھی خوش رہیں اور اللہ کریم بھی خوش رہے۔ یا رب العالمین ہمیں ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی رہیں اور تو بھی راضی رہے تاکہ جب ہم زندگی گزاریں تو خوشی سے گزاریں اور جب چھوڑنے کا وقت آئے تو خوشی سے ہم چھوڑ دیں۔ یا رب العالمین! ہمیں زندگی سے پوری طرح سیراب کر دے' اور میلہ دکھایا ہے تو اچھی طرح دکھا۔ یا رب العالمین ! ہم سے ناراض نہ ہونا' ہم کمزور لوگ ہیں' ہمیں معافی دے! تو مہربانی فرما۔ یا رب العالمین اپنا فضل فرما' رحم فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔
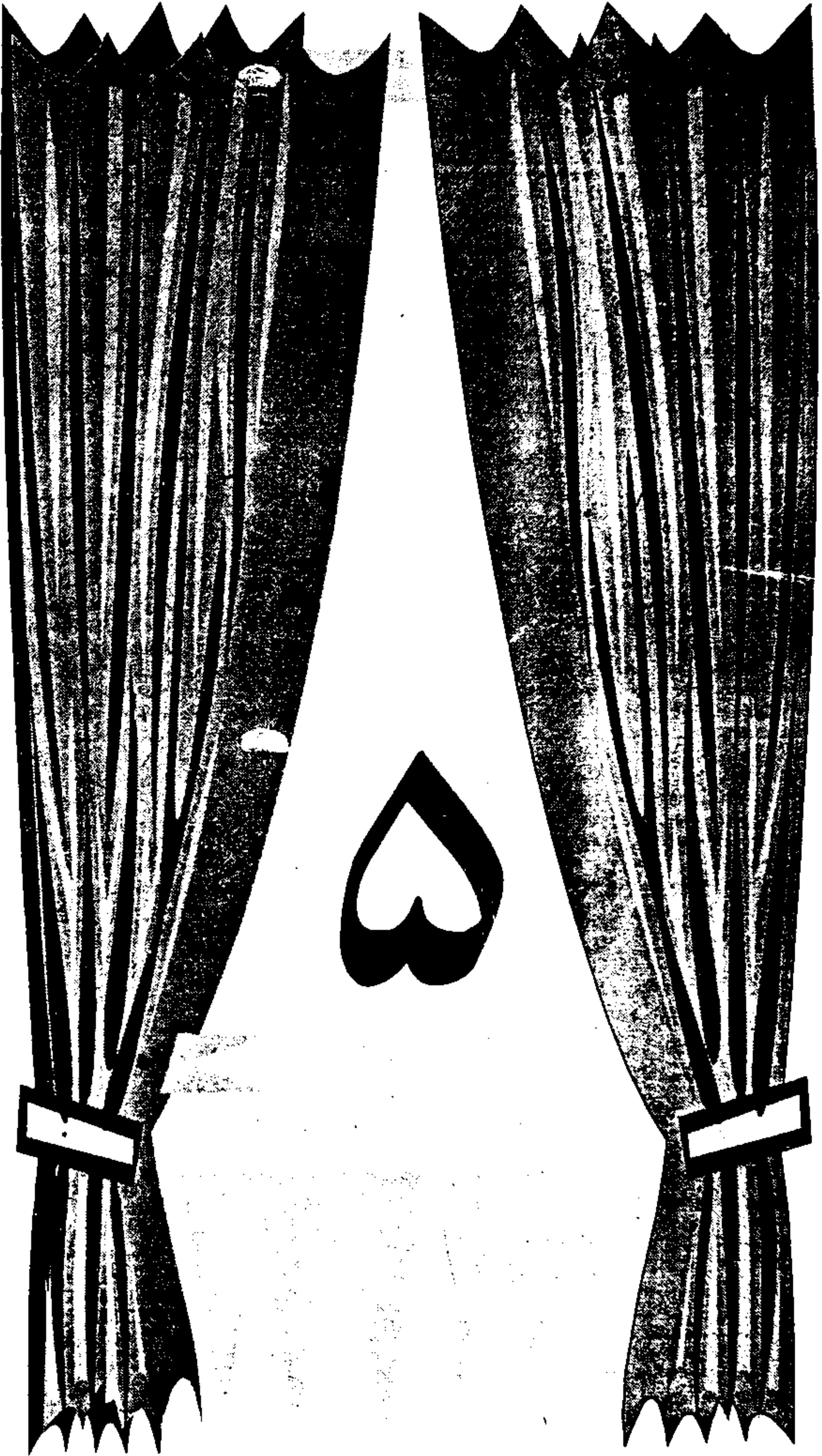
١ تقویٰ کیا چیز ہے؟

٢ بعض اوقات بہت اچھے منظر دیکھنے کے بعد ان کا تصور کیوں بھول جاتا ہے ؟

٣ کیا اللہ سے تعلق امید اور خوف کے درمیان رکھنا چاہیئے؟

٤ اللہ کی رحمت کیا ہوتی ہے ؟

٥ اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہیئے ؟

٦ اللہ کی خشیت یا خوف کیا ہے؟

سوال :۔

اس بات کی وضاحت فرمادیں کہ تقویٰ کیا چیز ہے؟

جواب :۔

اللہ کا فرمان ہے کہ لا یسمعون فیھا لغوا ولا کذّبا جو نہ جھوٹ بولے اور نہ جھوٹ سنے تو متقی وہ ہے۔ تو یہ متقی کا مقام ہے۔ جھوٹ نہ سننے کا مطلب یہ بھی ہے کہ جھوٹے لوگوں کے ساتھ اس کی دوستی نہیں ہو گی تبھی تو وہ جھوٹ نہیں سنے گا' لغو بات نہیں کرے گا اور لغو بات نہیں سنے گا۔ متقی کی ایک Definition یہ ہے۔ باقی وضاحت Definitions میں متقی کے متعلق کئی باتیں ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ ہر کام کے لئے اس شخص کے پاس اللہ کی طرف سے سند ہو' وہ اپنے تمام کاموں کو اللہ کے حوالے سے کرے اور اللہ کی رضا کے لئے کرے۔ سب سے پہلے قرآن پاک نے جو آپ کو بات بتائی ہے وہ متقی کی تعریف ہے اور وہ یہ بتائی ہے کہ الذین یومنون بالغیب یعنی کہ جو ایمان رکھتے ہوں بغیر مشاہدے کے یعنی کہ دیکھے بغیر ہی ایمان لے آئے ہوں۔ ایمان لانا دیکھ کر بھی ہوتا ہے اور دیکھے بغیر بھی۔ اور وہ ویقیمون الصّلوۃ: نماز قائم کرتے ہیں۔ وہ اس سے بے نیاز ہو کر نماز قائم کرتے ہیں کہ نماز کا کوئی فوری فائدہ ہو رہا ہے یا فوری نقصان ہو رہا ہے اور لوگ کیا کہہ رہے ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ پھر وممارزقنھم ینفقون

اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق کی شکل میں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور ہماری خوشی کے لیئے کرتے ہیں۔ والذین یومنون بما انزل الیك اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس بات پر جو آپؐ پر نازل ہوا یعنی علم، عرفان، قرآن وما انزل من قبلك اور جو کچھ بھی آپؐ سے پہلے اللہ کی طرف سے پیغمبروں پر نازل ہوا، صحیفے اور کتابیں۔ یعنی کہ متقی وہ ہے جو حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی بات کو مان لے، وحی کو مان لے، وہ کوئی بحث نہ کرے اور جو پہلے پیغمبروں پر نازل ہوا وہ بھی مان لے۔ وبالآخرۃ هم یوقنون اور اس بات کا یقین کر لیں، ایمان رکھ لیں کہ آگے ایک دن ایسا وقت آئے گا جس میں ہم جواب دہ ہوں گے وبالآخرۃ هم یوقنون کا مطلب ہے کہ آخرت پر ان کو یقین ہو اور ایمان ہو۔ یہ متقی کی تعریف ہے۔ متقی وہ بھی ہیں جو دنیا میں ٹھہرنے کی بجائے دنیا سے نکلنا زیادہ پسند کرتے ہوں۔ دنیا جو ہے یہ کافر کے لیئے جنت ہے اور مومن کے لیئے قید خانہ، الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر دنیا سے اگر آپ کا اختیار ہو، تو پھر نکلنا ہی بہتر ہے۔ اور قید خانے کی تعریف کیا ہے؟ جس سے نکلنا بہتر ہو اسے قید خانہ کہتے ہیں اور جس میں ٹھہرنا پسند آئے وہ جنت کہلاتی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں صرف ٹھہرنا ہی چاہیں وہ متقی نہیں ہو سکتے۔ جن کا حوالہ دنیا ہو گی تو وہ متقی نہیں ہو سکتے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے اولٰئك علٰی هدی من ربهم واولٰئك هم المفلحون وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ یہ اُن کا انعام ہے۔ تو وہ صاف بات بولیں گے اور صاف بات سنیں گے۔ اگر اس زندگی میں صاف بولنا اور صاف

سننا آ جائے تو انسان متقی ہو جاتا ہے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہو رہا ہے اس پر بحث نہ کرے تو متقی' جو کچھ پیغمبر پر نازل ہو رہا ہے اس کو مان جائے تو متقی' نماز کو قائم کرے تو متقی ہو گیا اور اللہ نے جو رزق دیا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ متقی ہو جاتا ہے۔ اگر آخرت نہیں ہے' اور حال ہی کی زندگی ہے' فرض کریں کہ صرف یہی زندگی ہے تو لامحالہ پھر ماضی بھی نہیں ہے۔ پھر آپ کا ماضی کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اگر ماضی نہیں ہے تو مذہب بھی نہیں ہے۔ پھر تو آپ اپنا حال دیکھیں اور اپنا نیا راستہ اختیار کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ماضی کی طرف جانا دراصل آخرت کی طرف جانا ہے۔ جو شخص اپنے باپ کی قبر کے پاس سے گزر گیا تو اس کے لیئے باپ تو ہے ہی نہیں' تو قبر کدھر سے ہے۔ سارا ماضی' دراصل ایک مستقبل کی نوید ہے۔ اس لیئے جو آدمی آخرت پر یا مستقبل پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ ماضی پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا وہ قومیں جو آخرت کو نہیں مانتی ہیں وہ کسی ماضی کو نہیں مانتیں اور وہ کہتے ہیں کہ قبروں پر ٹریکٹر چلا دو کیونکہ وہ کسی قسم کے قبرستان کو نہیں مانتے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جو ایڈوانس قومیں ہیں یا ہندو بھی کسی آخرت کو نہیں مانتے اور وہ مردے جلا دیتے ہیں۔ تو آخرت پر ایمان دراصل آپ کو ماضی سے متعارف کراتا ہے۔ اگر آپ ماضی کی کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو اس سے آپ کا کیا واسطہ۔ کتاب لکھنے والا تو اب ہے ہی نہیں۔ اب کتاب سے آپ نے کیا عقیدت کرنی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید ہے جو آپ بسم اللہ پڑھ کے بڑے ادب سے پڑھتے ہیں۔ یہ تو قدیم کتاب ہے' اب آپ کیوں پڑھتے ہیں۔ مگر ماننے والوں کے لیئے یہ بڑی کتاب ہے۔

اسی طرح کسی امام کی کتاب، کسی ولی کی کتاب آپ پڑھتے ہیں۔ تو یہ تو کسی اور زمانے کی بات ہے۔ اگر آخرت پر آپ کو یقین نہ ہو تو کسی ماضی پر آپ کا اعتبار نہیں ہو گا۔ لہٰذا ماضی کے ساتھ جو محبت اور عقیدت ہے وہ دراصل آخرت پر یقین ہے۔ لہٰذا ماضی پر اعتقاد ہی آخرت پر اعتقاد ہے۔ آخرت پر آپ لوگوں کا اعتقاد ہونا چاہیئے۔ ماضی سے آپ جو رابطہ کرتے ہیں کہ وہ فلاں جگہ ہے، یہ بزرگوں کی جگہ ہے جہاں پر وہ تشریف لائے تھے۔ تو یہی آپ کے لیئے آخرت پر اعتقاد ہے۔ آخرت پر یقین آ جانا ہی متقی ہونے کی دلیل ہے۔ تو متقی وہی ہے جو ماضی کو حال اور مستقبل سے ملا کر دیکھے کیونکہ اللہ کے ہاں اپنا تو کوئی ماضی ہے نہ حال، اور نہ مستقبل ہے۔ اُس کے لیئے ہر وقت برابر ہے۔ یہی بات تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ ایک ایسے وقت پر یقین کر لو جس کو ابھی آپ نے دیکھا نہیں ہے اور انسان کہتا ہے جی ہم کیسے یقین کر لیں جب دیکھا ہی نہیں ہے! حالانکہ انسان یہ عمل روز کر رہا ہے کہ دیکھا نہیں ہے مگر یقین کرتا ہے۔ کیسے یقین کرتا ہے؟ ماضی کے حوالے سے، اور ماضی پہ یقین رکھتا ہے۔ مگر مستقبل پہ وہ یقین نہیں رکھتا۔ اس سے اگر یہ کہا جائے کہ کسی بزرگ کا واقعہ ہے اور یہ ان کی کتاب ہے تو وہ پڑھتا ہے بلکہ ادب سے پڑھتا ہے۔ جس آدمی کے پاس ماضی کا ادب ہو گا اس آدمی کے پاس مستقبل کا شعور ضرور ہو گا۔ تو ماضی اور حال کو مستقبل سے ملا کر دیکھنے والا بھی متقی ہے۔ آپ لوگ اور سوال کریں۔

سوال :۔

بعض اوقات بہت اچھے منظر دیکھنے کے بعد ان کا تصور بھی بھول جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب :۔

انسان گرمیوں میں سردی کا تصور بھول جاتا ہے۔ ہرچند کہ ہر سال آپ سردی سے گزرتے ہیں لیکن گرمی میں کیسے آپ کو وہ تصور آئے گا۔ سردیاں آئیں گی تو سردی کا تصور ہو گا۔

سوال :۔

کیا اللہ تعالیٰ سے تعلق امید اور خوف کے درمیان رکھنا چاہیئے؟

جواب :۔

جتنا اللہ تعلق دے گا اتنا ہی تعلق آپ رکھیں گے، یہ آپ کے اختیار کی بات نہیں ہے بلکہ اس کی اجازت کی بات ہے اور یہ تعلق اللہ کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ ایسا تعلق کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ جتنا بھی علم بیان ہوا ہے یہ بیان کرنے والے اتنا ہی بیان کرتے رہے ہیں جس کو جتنی جتنی آگاہی ہوئی ہے۔ یہ علم جس جس انداز سے بیان ہوا ہے، آپ اس کو اپنے دور، اپنے حوالے سے، اپنی زندگی میں دیکھیں۔ اگر کبھی ایک وقت آتا ہے جب جلال کا زمانہ ہو تو پھر آپ خوف سے گزریں اور اگر رحمتوں کا دور ہو اور اللہ تعالیٰ رحم کرے تو "لاخوف" سے گزر جاؤ۔ تو یہ تو اس کے مزاج کی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کی فصل اچھی ہو رہی ہو تو پھر غریبی کا خیال چھوڑ دو اس لئے کہ

فصل اچھی ہو رہی ہے۔ جب اللہ مہربانی کرنے پہ آ جائے تو رحمت کے وقت آپ استغفار لے کر نہ بیٹھ جانا۔ جب " الحمد للہ " کے زمانے آئیں تو استغفار نہیں کرنا حالانکہ یہ کہنا نہیں چاہیے کیونکہ استغفار تو روز ہی پڑھنا چاہیئے۔ تو جہاں نوازشیں ہو رہی ہوں وہاں پر " الحمد للہ " ہونا چاہیئے۔ جب کوئی باز پرس کا زمانہ آ جائے تو وہاں "استغفار" ہونا چاہیئے۔ "الحمد للہ" وہی کرے گا جس کو اللہ سے محبت ہو گی۔ جو خدا کے گھر کا سامان لے کر بھاگ نہ جائے وہی "الحمد للہ" کرے گا کہ اللہ نے مجھے اپنے گھر میں بلایا۔ یہ نہ ہو کہ اللہ آپ کو بلائے اور آپ اللہ کے گھر سے کوئی چیز اٹھا کر بھاگ جائیں۔ یہ تو استغفار والی بات ہے۔ الحمد للہ کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم آپ کے گھر میں آ گئے ہیں اور اب ہم جان دے کر ہی اٹھیں گے۔ یہ آپ کے لیئے "الحمد للہ" ہے۔ یہ جتنی بھی باتیں ہیں یہ آپ کو سمجھ نہیں آتیں اور سمجھ اس لیئے نہیں آتیں کہ ہر بات آدمی کے لیئے ہر وقت کرنے والی نہیں ہے۔ ہر نماز بھی ہر وقت پڑھنے والی نہیں ہے اس لیئے کہ اگر پچھلی نماز کا نام مغرب تھا تو اب عشاء کا وقت ہو گا۔ ہر نماز کا الگ الگ نام ہے' الگ الگ فارمیشن ہے' اور الگ الگ فارمیٹ ہے اور رکعت کی تعداد الگ الگ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں الگ الگ واقعات ہیں' الگ الگ مزاج اور الگ الگ واقعات ہیں۔ اگر کسی پر اللہ تعالیٰ نے غریبی کی آزمائش ڈال دی ہے تو پھر وہ ذرا حساب سے چلے اور صبر کے ساتھ چلے۔ اگر کسی پر اللہ تعالیٰ نے پیسے کی نوازشیں ڈال دی ہیں تو یہ بھی ایک بوجھ ہی ہے اور وہ پھر بڑی احتیاط سے چلے۔ تو یہ دونوں آدمی مختلف طریقے سے آزمائے جا رہے ہیں۔

اب ایک آدمی جس کو اللہ نے پیسہ دیا ہے وہ اس کے نام کا کھانا' لنگر پکائے اور جس کو پیسہ نہیں دیا جا رہا ہے وہ اس کے نام سے صبر کرے' تو امیر اور غریب دونوں سخی ہونے چاہئیں اور غنی ہونے چاہئیں۔ غریب آدمی کی سخاوت یہ ہے کہ وہ امیر آدمی کا پیسہ دیکھنا چھوڑ دے۔ تو یہ الگ الگ آزمائشیں ہیں۔ باپ کے لیئے الگ آزمائش ہے کہ وہ اولاد کی کس طرح پرورش کرے کیونکہ یہ تو باپ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیسے تعلیم دی۔ اولاد کو الٹا لٹکا دیا جائے گا کہ تو نے باپ کی عزت کیوں نہ کی۔ وہ دونوں اللہ کے حوالے سے ماپے جائیں گے۔ تنہائیوں کی بداعمالیاں بھی گرفت میں آتی ہیں۔ سب کے لیئے الگ الگ بات ہے۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ ایک وظیفہ سارے لوگ کبھی نہ کیا کرو کیونکہ ہر آدمی کے لیئے وظیفہ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سارے اسماء جو ہیں وہ سارے مبارک نام ہیں کیونکہ اللہ کے اسماء جو ہوئے۔ اگر کوئی کہے کہ آج سے آپ یہ وظیفہ کیا کرو "یا قہار" تو آپ نہیں کریں گے۔ "یا جبار" "یا قہار" "یا منتقم" کا وظیفہ آپ نہیں کریں گے۔ اگر آپ "یا قہار" کا وظیفہ کریں گے تو اور سے اور بات ہو جائے گی۔ اگر کوئی "یا رحمٰن" کا وظیفہ کرے تو اس سے پوچھو کہ یا رحمٰن اور یا قہار میں کیا فرق ہے کیونکہ یہ ایک ہی تو ہیں اور ایک ہی ہستی کے دو اسماء ہیں۔ کیا کوئی فرق ہے؟ ہاں فرق ہے! اس لیئے یہ بڑا سوچنا پڑتا ہے۔ ہر آدمی جو ہے اگر وہ کوئی وظیفہ کرنا چاہے تو سوچ کے کرے کیونکہ اس کا اپنا ایک حساب ہے۔ سب کے لیئے "اللہ ہو" کا ذکر بھی نہیں ہوتا' یہ بھی بڑے حساب سے کچھ لوگوں کو بتایا جاتا ہے۔ آپ صرف درود شریف پڑھا کریں۔ کچھ

لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ پڑھا کرو۔ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کچھ لوگوں کو کہا جاتا ہے پورا کلمہ پڑھا کرو۔ "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کچھ کو کہا جاتا ہے "محمد رسول اللّٰہ" پڑھا کرو۔ کسی سے کہا جاتا ہے "یاحی یا قیوم" کسی کو "یا رحمٰن یا رحیم" پڑھایا جاتا ہے۔ تو اسماء کی پہچان کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء بھی ہیں جو آپ پر آشکار نہیں ہوئے۔ اس لیئے انسان یہ سوچے کہ وہ کس انداز سے چل رہا ہے۔ پہلے تو وہ اپنے آپ سے پوچھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کیا سوال کرنا ہے۔ اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ بندہ راستے میں اپنے رب سے مل جائے اور کہے کہ یا اللہ میں ابھی آپ کی طرف جا رہا تھا اور آپ کی تلاش میں جا رہا تھا۔ اللہ پوچھے کہ کیا چاہتے ہو؟ وہاں سے پتہ چلے گا یہ آدمی کون ہے کیونکہ اللہ کو اگر کبھی نے کسی کام پڑ لگا دیا تو وہ جھوٹا آدمی ہے اور اگر وہاں اللہ کے سامنے آپ کا کام تمام ہو گیا تو آپ سچے آدمی ہیں۔ اسی لیئے اگر کوئی شخص کچھ لینا چاہ رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے لینے کے لیئے جا رہا ہے مثلاً" بچہ بیمار ہو گیا تو اب اللہ کے پاس چلے ہیں۔ اللہ کے پاس کیا لینے جا رہا ہے؟ شفا اور صحت لینے جا رہا ہے۔ تو اس کو ہم توحید کا سفر نہیں کہیں گے' اس کو ہم محبت کا سفر نہیں کہیں گے۔ مگر اس سفر کو غلط بھی نہیں کہیں گے۔ اسے شفا چاہیئے تو ڈاکٹر کے پاس بھی تو جا سکتا ہے۔ مگر یہ شخص ڈاکٹر کی شکل میں اس کے پاس جا رہا ہے' اللہ جو سب ڈاکٹروں کا مالک ہے' اس کے پاس جا رہا ہے۔ اس لیے اس آدمی کا وظیفہ کچھ اور ہی ہو گا۔ جو کہتا ہے کہ بچوں کی شادی کرنی ہے' حالات ٹھیک کرنے ہیں' تو پھر وہ اللہ کے پاس ضرورت کے لیئے جا رہا ہے' دراصل

اس کو کچھ پیسے چاہئیں' وہ اللہ کے پاس نہیں جا رہا ہے بلکہ وہ اپنے رازق کے پاس جا رہا ہے' رزاق کے پاس جا رہا ہے اور ربوبیت کی تلاش میں جا رہا ہے۔ تو اللہ کے پاس جانے والا وہ ہوتا ہے جو اللہ کے علاوہ کچھ نہ مانگے۔ اللہ کے پاس جانے والا سوال کی شکل میں کوئی غیراللہ خواہش نہ لے کر جائے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ سے محبت کرنے والا انسان اللہ کے پاس چلا جائے اور اللہ اس سے پوچھے کہ کیا لینے کے لیئے آئے ہو تو آگے اس کا کوئی جواب نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ سے اگر کچھ لینا ہے تو سمجھو کہ پھر یہ اس سے جدائی ہے کیونکہ وصال سے کچھ مانگنا ہی جدائی ہے۔ وہاں پر سوال ختم ہو جاتا ہے اور اگر وصال پر سوال کر دیا تو پھر جدائی ہے' فراق ہے۔ پیغمبروں کا شعبہ اللہ نے بتایا ہے کہ ان کو دنیا کے کام کے لیئے بھیجا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص دنیا مانگ لے تو پھر وہ محروم ہے۔ تو پھر آپ کیا کریں؟ آپ یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگیں جو اللہ کی مرضی ہو اور اگر اللہ کی مرضی ہی حاصل کرنی ہے تو پھر مانگنا کیا ہے' پھر وظیفہ کیسا ہے۔ تب اپنے آپ سے پوچھو کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس لیئے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی اسماء ہیں۔ ان کو بڑا سوچ سمجھ کے پڑھنا چاہیئے۔ ذات کی اور بات ہے اور رب کا اور معنی ہے' رب ہر پالنے والے کو کہتے ہیں۔ پالنے والی چیز کو بھی رب کہہ سکتے ہیں۔ زمین میں ربوبیت ہے مگر یہ رب تو نہیں ہے' رب وہ رب ہے جو رب الارباب ہے۔ اللہ اتنی بڑی ذات ہے کہ صرف وہی ذات ہے اور باقی سب اس کی صفات ہیں۔ صفات کا ادراک انسان میں ممکن ہے۔ ذات کا ادراک کم ہی ممکن ہے' ذات کا دیدار کم ہی ممکن ہے۔ صفات کی شکل

میں کچھ نہ کچھ آپ جان سکتے ہیں کہ اللہ جو ہے محبت کرنے والا ہے اور ماں باپ کے دل میں بھی محبت و شفقت ہوتی ہے' اللہ Creation کرتا ہے' خالق ہے' آدمی خالق کے حوالے سے کچھ نہ کچھ تخلیق کرتا رہتا ہے جیسے کہ بچے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین کی خلافتِ ارضی سے سرفراز کیا اور اس کے اندر کئی صفات ہیں' سوائے اس کے کہ وہ اللہ نہیں ہو سکتا' وہاں یہ عبد ہے' بندہ ہے' عابد ہے اور اللہ معبود ہے۔ باقی یہ کہ رشتوں کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اللہ کا جتنا رحم ہے کسی انسان کے ذریعے آپ تک آئے گا۔ بندہ خدانخواستہ پھنس گیا اور جیل میں چلا گیا تو رحم کس سے مانگے گا؟ اللہ سے۔ اور حکم کس کا ہو گا' جج صاحب کا ہو گا کہ اس کو چھوڑ دو۔ تو اس ذریعے سے اللہ نے رحم کیا کر دیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ کچھ رزق دے ؎

تنگئ حالات سے گھبرا گیا ہے دل

جب دل حالات سے گھبرا جائے تو اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے اور وہ آپ کو آج کے حالات کے مطابق رزق دے گا اور یہ نہیں ہو گا کہ پرانے دور کے منسوخ شدہ نوٹ دے دے۔ تو گویا کہ اسی زمانے کے وسیلوں کے اندر سے راستہ ملے گا۔ تو یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ ہے کہ دعا اس نے منظور کی' رازق وہ ہے اور آپ تک رزق جو ہے وہ کسی بندے کے ذریعے آ گیا۔ گویا کہ رازق کے عمل میں کہیں نہ کہیں کسی بندے کے شامل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ضروری شامل ہو گا مگر ایسا امکان ہو سکتا ہے۔ اگر یہ امکان واضح ہو جائے تو پھر آپ کا مسئلہ بڑا آسان ہو جاتا ہے اور آپ کو یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ پیغمبر کا

فنکشن کیا ہے اور پیغمبر کی ضرورت کیا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں معصیت کو مغفرت دیتا ہوں اور میں معاف کر دیتا ہوں۔ آپ سے سوال ہے کہ آپ یہ غور کریں کہ کیا اللہ ہر گناہ گار کو، ہر باغی انسان کو معاف کرتا ہے یا کر سکتا ہے؟ ہاں وہ سب کو معاف کر سکتا ہے۔ اب آپ اگلے سوال کا جواب نہ دینا بلکہ صرف سوال سن لینا کہ کیا اللہ تعالیٰ شیطان کو معاف کر سکتا ہے؟ شیطان سے بڑے بڑے جرم تو لوگوں نے کیے ہیں اور اس شیطان نے صرف ایک کہنا نہیں مانا تھا کہ سجدہ نہیں کیا اور آپ کتنے سجدے Miss کر گئے ہیں۔ شیطان نے اللہ کا کہنا نہیں مانا اور حضرت آدم علیہ السلام نے بھی کہنا آگے پیچھے کر دیا مگر وہ افتخار میں آ گئے اور شیطان گرفت میں آ گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ فرعون کو معاف کر دیتا تو کیا حرج تھا مگر وہ ایسا نہیں کرتا! اب یہی بات غور والی ہے اور اس پر آپ غور کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ شیطان اور فرعون کو یوں نہیں معاف کرتا۔ اللہ سب کو معاف کر سکتا ہے مگر ان کو معاف نہیں کرے گا۔ جس شخص نے آج تک اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی ہو تو آخری عمر میں صرف کلمہ پڑھ کر بہشت میں جا سکتا ہے۔ اور اس شیطان نے، ابلیس نے سجدے کے انکار سے پہلے بے حد عبادت کی، مگر وہ عبادت قبول نہیں ہوئی اور وہ کبھی معاف نہیں ہو گا۔ فرعون جو ہے وہ کبھی معاف نہیں کیا جائے گا اور موسیٰ علیہ السلام سرفراز ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلے یہاں کر دیے ہوئے ہیں کہ کس کے ساتھ اللہ کا کیا تعلق ہو گا۔ تو پھر آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ راستہ یوں ہے۔ اسی طرح ماں باپ کا باغی کبھی نہیں بخشا جائے گا۔ تو یہ واقعات جو ہیں یہ غور طلب ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ

سے محبت کا اظہار کیا تو پھر یہ محبت آج بھی ہے' کل بھی ہے اور تاقیامت رہے گی۔ اور جن لوگوں کو اللہ کے محبوبؐ سے محبت ہو جائے وہ آج بھی سرفراز ہیں اور کل بھی سرفراز ہیں۔ یہ میں اللہ کی مہربانی کی بات کر رہا ہوں۔ اللہ کی مہربانی کو ماپنے کے لیئے آپ لوگوں نے غلط پیمانے بنا لیئے ہیں۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ کی مہربانی پیسے کا نام ہے' مگر اللہ کی مہربانی غریبی کا نام بھی ہے' اللہ کی مہربانی وطن کا نام ہے اور اللہ کی مہربانی پردیس کا نام ہے' اللہ کی مہربانی صحت کا نام ہے اور اللہ کی مہربانی بیماری کا نام ہے۔ اللہ کی مہربانی یہ ہے کہ انسان زندہ رہے اور اللہ کی مہربانی یہ بھی ہے کہ انسان زندگی سے باہر ہو جائے۔ اب اللہ کے باقی اسماء یہاں آپ کے کام آئیں گے۔ یہاں ایک طرح کی مہربانی ہے اور وہاں اس کے برعکس اور طرح کی مہربانی ہو گی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ بڑی مہربانی ہوئی کہ ہمارے ہاں کھانے پکے اور ہمارے ہاں لنگر خانے بن گئے۔ دوسرا کہتا ہے کہ بڑی مہربانی ہو گئی کہ چار دن سے کھانا ہی نہیں پکا۔ اس سے پوچھا پھر کیسے گزارہ کرو گے تو اس نے کہا کہ وہ آپ ہی ہمارے پاس ہے۔ اب آپ اپنے آپ کو روٹین سے نکالو تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ مگر آپ کو بات سمجھ تو آتی ہے لیکن پیسوں کی پوٹلی ہاتھ سے جانے نہیں پاتی۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے چل رہے ہیں۔ ایک طرف جہاں اللہ ہے تو عین اس کے برعکس بھی اللہ ہی ہے۔ یعنی دن کے ظہور کا وقت ہے تو رات بھی اس کے ظہور کا حصہ ہے۔ تو آپ کبھی رات کو غلط نہ کہیں۔ زندگی جو ہے وہ اس کا احسان ہے اور موت بھی اس کا احسان ہے' یادداشت' قوتِ یادداشت

اور حافظہ بڑا احسان ہے اور بھول جانا اس سے بھی بڑا احسان ہے' اگر بھول جانا نہ ہو تو ایک غم' پرانا غم' ہمیشہ کے لئے غم رہ جاتا۔ بھول جانا غم کا صفایا کر دیتا ہے۔ مثلاً" ایک بڑا غم تھا' ابھی ابھی انسان رو رہے تھے اور پھر خاموش ہو گئے۔ خدانخواستہ کسی کا باپ فوت ہو جائے تو وہ رُوتا ہے' پھر تو زندگی کا چلنا ناممکن ہے' وہ شخص غم میں رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد غم ایسا بدلتا ہے کہ غم کا خیال ہی نہیں رہتا۔ پہلے غم ہوتا ہے' پھر قبر کی تیاری ہوتی ہے۔ قبرستان بھیجنا پڑتا ہے۔ ساتھ ساتھ روتا جاتا ہے کہ باپ فوت ہو گیا۔ تو پھر لوگوں نے اسے رونے سے الگ کر دیا اور وہ کفن دفن اور قبر کی تیاری میں لگ جاتا ہے' جنازے کے لئے مولوی صاحب کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ بے چارہ افراتفری میں پڑ جاتا ہے اور غم بھول جاتا ہے۔ ادھر وہ باپ کی موت کے غم میں ہوتا ہے اور ادھر لوگ پوچھتے ہیں "قل" کا کیا پروگرام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب مرضی کر لو۔ اب وہ رو رہا ہوتا ہے اور ادھر سے ایک دوست آ جاتا ہے کہ کچھ کھانے پینے کا بھی انتظام کیا ہے' کوئی دیگ پکائی ہے کیا؟ تو اس طرح سارے لوگ اپنے کاروبار کرتے کرتے اس بے چارے کے غم کو برباد کر دیتے ہیں۔ تو یہ بھی اللہ کریم کا ایک احسان ہے کہ غم بھول جاتا ہے ورنہ غم جو ہے وہ آپ کے لئے قیامت بن جائے بلکہ تباہی بن جائے۔ تو جہاں دنیا خوشی دیرپا نہیں رہنے دیتی وہاں غم بھی دیرپا نہیں رہنے دیتی! تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی وہ بھی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں اور وہ بھی ہے جو آپ سمجھ نہیں رہے ہوتے۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ آپ لوگ دعائیں کیسے مانگتے ہیں۔ آج آپ اپنی دعاؤں کا

ترجمہ بھی سن لو۔ "یا اللہ ہم پر مہربانی نہ کر" جس چیز کو آپ مہربانی کے طور پر مانگ رہے ہو وہ عین ممکن ہے کہ نامہربانی ہو۔ آپ دعا مانگتے ہیں کہ "یا اللہ یہ دے دے" اگر اللہ دعا منظور کرنا شروع کر دے تو انسان کہے گا کہ یا اللہ پیسے دے دے۔ تو وہ اللہ سے نامہربانی مانگتا ہے' پھر کہتا ہے یا اللہ پیسے والا منصوبہ پورا ہو جائے' یا اللہ دوسرا منصوبہ بھی پورا ہو جائے' یا اللہ یہ جو بل پھنسا ہوا ہے یہ بھی آ جائے' یا اللہ برا دشمن بھی تباہ ہو جائے۔ تو سمجھو کہ آپ نے اللہ کے علاوہ اللہ سے سب کچھ مانگا ہے۔ تو آپ نے اللہ سے کیا مانگا کہ یا اللہ ہم پر تو نامہربانی کر۔ اگر ایک آدمی کے پاس مناسب مقدار میں مال ہے اور نامناسب اظہار غریبی کر رہا ہے تو سمجھو وہ تباہ ہو گیا۔ میں نے کیا کہا؟ جس کے پاس رزق مناسب ہے اگر وہ کہے کہ غریب ہوں' میرے پاس کیا ہے' بڑی مشکل سے ہی گزارہ ہو رہا ہے تو جس کے پاس مناسب مقدار میں مال ہے اور نامناسب اظہارِ غریبی کر رہا ہے تو ایسا آدمی برباد ہو گیا۔ اللہ دینے والا ہے اور وہ سب جانتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پیسے کی مار دیتا ہے۔ پیسے کی مار یہ ہوتی ہے کہ اسے یہودی بنا کے مارتا ہے' سونا ہی سونا' چاندی ہی چاندی' اور ایمان سے خارج۔ یہ یہودیوں والی مار ہے۔ جس شخص نے اپنی دولت کو ہونے کے باوجود کم بیان کیا اس کو یہ مار پڑ جائے گی کہ اس کا مزاج یہودی والا بنا دیا جائے گا۔ یہودی کا مزاج کیا ہوتا ہے؟ پیسہ ہی پیسہ' سونا ہی سونا' چاندی ہی چاندی اور اس کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا' بے ایمانی ہی بے ایمانی۔ اس لئے آپ لوگ یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی دوسری صفت اہم ہے۔ قہار بھی

بہت پیارا لفظ ہے' اور رحمان بھی بہت پیارا لفظ ہے۔ وہ اگر ستم کرے تب منظور' کرم فرمائے تب منظور۔ بس تعلق قائم ہونا چاہیئے۔ اور اگر تعلق قائم ہے تو پھر جو وہ چاہے منظور' صحت دے تو منظور' بیماری دے تو منظور' زندگی دے تو منظور۔ وہ ساتھ رہے تو ہر شے منظور اور اگر جدائی ہو تو پھر بادشاہی بھی نامنظور کر دینا۔ فرعون کون ہے؟ جو اللہ سے جدا ہے اور بادشاہی میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کون ہیں؟ وہ جو دنیا سے الگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس لیئے آپ اپنی یوں اصلاح کریں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت یہ مانگا کریں کہ یا اللہ ہمیں وہ چیز دے جو تجھے پسند ہو۔ اپنے مال کو گنا نہ کرو' اس سے پہلے کہ چیزیں چھن جائیں آپ چیزوں کو چھوڑ جائیں' یہ پیشے' یہ کاروبار' یہ زندگی سب ہماری اپنی ذات تک ہیں۔ جب آپ اس شہر سے باہر نکلیں گے تو سارے برابر نکلیں گے۔ یہ شہر کون سا ہے؟ یہ پہچان کا شہر ہے' شہر لباس کا نام ہے' گھر کا نام ہے اور ایک دن گھر سے آپ نکل جائیں گے' لباس سے آپ باہر ہو جائیں گے' زندگی سے نکل جائیں گے۔ آگے ایسا شہر ہے جس میں آپ سب ایک لباس میں جائیں گے۔ وہ شہر جو بھی ہے' اس کا نام کچھ بھی رکھ لو' چاہے شہرِ غریباں رکھ لو تو اس میں ایک ہی لباس ہے۔ وہاں نہ پیشہ ساتھ جاتا ہے اور نہ پیشے کی کمائیاں ساتھ جاتی ہیں۔ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ساتھ جاتی ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑے دھیان کے ساتھ چلا کرو اور ہر حال میں اس سے تعلق قائم رکھا کرو ------

سوال :-

اصل میں اللہ کی رحمت کیا ہوتی ہے؟

جواب :۔

رحمت وہ ہے جب دل اللہ کی یاد سے معمور ہو اور تباہی وہ ہے جب اللہ کی یاد نہ ہو۔ دل اگر اللہ کی یاد سے غافل ہے تو پھر برباد ہی برباد ہے اور دل میں اللہ کی یاد ہے تو آباد ہی آباد ہے۔ اللہ کی یاد کیا ہوتی ہے؟ اللہ کے ہر فیصلے کو خاموشی سے تسلیم کرنا اور اللہ جس راستے سے گزارے اس سے گزر جانا۔ اگر وہ آپ کے ہاتھ میں چلنے کے لیئے چھڑی دے دے تو آپ چھڑی لے کر چلیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کہا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو انہوں نے کہا چھڑی ہے۔ اللہ نے پوچھا کہ اس سے کیا کرتے ہو تو انہوں نے کہا بھیڑ بکریوں کے لیئے درختوں سے پتے توڑتا ہوں۔ تو پیغمبروں نے بادشاہی کی' ان کے تذکرے ہیں' اللہ سے ہم کلام بھی ہوئے اور کنوئیں میں بھی رہے' یوسف علیہ السلام کنوئیں میں بھی تھے' جیل میں بھی تھے' بدنامی بھی ہوئی۔ مولوی غلام رسول صاحب نے یوسف زلیخا کا بڑا خوب صورت واقعہ لکھا۔ پیغمبر کی بینائی بھی گئی' یعقوب علیہ السلام کی بینائی بیٹے کی جدائی میں چلی گئی اور جب بیٹے کی خوشبو آئی تو بینائی واپس آگئی۔ پیغمبر آرے سے چیر دیے گئے' مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ کیا کیا واقعہ نہ ہوا۔ کبھی آپ غور کریں تو یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے اور اللہ کی طرف سے ان پر سلام آیا ہے۔ وسلام علیٰ نوح اور اگر اللہ سلام بھیجے تو اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ اس لیئے ہوا کہ انہوں نے اللہ کے آگے اُف نہیں کی۔

زخموں پہ زخم کھا کے جی
اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے یہ دل لگی نہیں

اس لیۓ ان پر اللہ کی طرف سے سلام آتا ہے اور اللہ سلام بھیجے تو اور کیا چاہیئے۔ اور آپ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا مال اکٹھا کرتے ہیں اور دنیا کے اندر برباد ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ آپ گھر میں کسی فن کار کی تصویر لگاتے ہیں، مائیکل اینجلو کی تصویر لگاتے ہیں یا کوئی اور آرٹ، تو کچھ عرصہ بعد پتہ چلتا ہے کہ آنکھیں خراب ہو گئیں، بینائی کمزور ہو گئی اور تصویر وہیں رہ گئی اور دیکھنے والی نظر کمزور ہو گئی۔ گھر میں گلاب کے پھول لگائے اور پھر وہ وقت آیا کہ نہ نگاہ کام کرتی ہے اور نہ خوشبو آتی ہے۔ اب بے چارہ گلاب کیا کرے گا۔ ہر چیز ہونے کے باوجود ان ہونی ہو جاتی ہے۔ پیسہ انسان رکھتا ہے کہ کھانے پینے کے کام آئے گا اور کچھ عرصہ بعد آپ کا کھانا پینا ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے، ایک ڈاکٹر آئے گا اور کہے گا کہ نمک کم کر دو، دوسرا کہے گا چینی بھی کم کر دو حتیٰ کہ ہر شے کم کر دو۔ یہ ڈاکٹر ایسا معاملہ کرتے جائیں گے۔ پھر پیسہ کس کام آیا؟ کیا پیسے سے کبھی صحت آئی ہے؟ پیسے سے کبھی بیٹے پیدا ہوئے ہیں؟ پیسے سے کبھی بیٹیوں کو اچھا رشتہ ملا ہے؟ پیسہ آپ نے دیا کہ بیٹیوں کے گھر اچھے آباد ہوں اور جس بیٹی کو پیسہ نہیں دیا گیا کیا اس کا گھر اچھا آباد نہیں ہوا؟ کیا پیسے سے آبادیاں ہوتی ہیں؟ بزرگوں سے آبادیاں ہوتی ہیں؟ آپ سمجھتے ہیں کہ پیسوں سے آبادیاں ہیں، بیٹیوں کو

پیسے کے ساتھ آباد کرتے ہو اور داماددوں سے بھی پیسے لیتے رہتے ہو۔ اصل میں کیا ہونا چاہیئے۔ پیسے اللہ کے' مال اللہ کا' بندہ اللہ کا اور اللہ جو چاہے کرے آپ کو سب منظور ہونا چاہیئے۔ کسی بات کا گلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اصل میں یہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔

سوال :۔

اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہیئے؟

جواب :۔

دعا یہ مانگنی چاہیئے کہ یا اللہ مجھے تو اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' مجھے تو اپنے فیصلوں پر' کاربند رہنے کی توفیق دے اور مجھے یہ حوصلہ عطا فرما کہ میں اپنا مال جو تیرے فضل سے ملا ہے تیری راہ میں خرچ کر سکوں' یا اللہ مجھے حوصلہ عطا فرما کہ میں بچوں کی طرف بھی رجوع کروں اور ماں باپ کی طرف جانے کے لیئے بھی قدم اٹھاؤں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا ضرور مانگنا کہ یا رب العالمین مجھے حوصلہ عطا فرما تاکہ میں تیری دی ہوئی نعمتوں کا برملا شکر ادا کر سکوں' مخفی شکر نہیں بلکہ برملا شکر ادا کر سکوں۔ مثلاً" یہ کہ اللہ نے مجھے پیسہ دیا۔ آپ کبھی چھپا کر یہ بات بیان نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے' وہ دیتا ہے اور آپ اس سے بھی اس کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپاتے ہو۔ یہ اس کی مہربانیاں ہیں۔ تو دعا کیا مانگنی چاہیئے؟ وہ جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ تین چار بنیادی دعائیں میں نے آپ کو بتائی ہیں کہ اللہ ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی ہوں اور تو بھی راضی رہے' اللہ تعالیٰ جو کچھ تو نے دینا ہے وہ بن

مانگے دے دے اور جو کچھ نہیں دینا ہے اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے' یا رب العالمین اگر پیسہ دے تو پھر اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دے۔ اور اگر تو آزمائش سے گزارنا چاہتا ہے تو صبر کی توفیق دے۔ یا رب العالمین ہمیں یہ دنیا دیکھنے کا موقعہ بھی دے اور دنیا چھوڑنے کا حوصلہ بھی دے۔ یا اللہ آخری دم تک ہمارے قواء مضمحل نہ ہوں اور ہم چلتے پھرتے ہی تیرے پاس آ جائیں اور یہ نہ ہو کہ لوگ گھسیٹ کے' اٹھا کے' آپ کے پاس لے آئیں۔

تاڑی مار اُڈا نہ باہو اسی آپ ای اڈن ہارے ھُو

یا اللہ ہمیں انسانوں کے خوف سے بچا' یا رب العالمین ہمیں انسانوں کے ظلم سے بچا' تو ہمیں اپنا ہی بنا کے رکھ' سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ یا رب العالمین تو ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما اور ہمیں یہ محبت بخش۔ یا اللہ ہماری حفاظت کرنا اور خود ہی تو مہربانی کرنا۔ سب سے اچھا وظیفہ "الحمد للہ" ہے کہ یا اللہ کیا تیری مہربانیاں ہیں' تو نے دنیا کا مجھے اتنا جلوہ دکھایا' یہ سب تیری مہربانی ہے' تیرا انعام ہے کہ تو نے مجھے مسلمان بنایا ہے' یہ تیرا شکر ہے' اور انسان بنایا' تیرا شکر ہے' اور اچھے زمانے میں پیدا کیا' تیرا شکر ہے' اور اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے پیدا کیا' تیرا شکر ہے' اور اپنی یاد سے ہمارے دل کو معمور کیا' تیرا شکر ہے' تو نے ہمیں آباد کیا' شکر ہے' اور ہمیں دنیا کے بوجھ سے آزاد کیا' شکر ہے' تو نے اپنی طرف ہمیں رجوع کرایا' شکر ہے' یہاں رکھا تیرا شکر ہے اور بلا رہا ہے' تب بھی تیرا شکر ہے۔

سوال :۔

اللہ کی خشیت یا خوف کیا ہے؟

جواب :۔

اللہ کا ڈر وہ ہے جو محبت کا ڈر ہے کہ اللہ ہم سے خفا نہ ہو۔ تو محبت میں خشیت ہوتی ہے۔ تو خشیت یہ ہوتی ہے کہ مل کے بھی روتے ہیں اور فراق میں تو روتے ہی ہیں۔ کبھی آپ نے محبت کرنے والوں کو دیکھا کہ جدا ہوئے تو رو رہے تھے اور اب جب ملاقات ہے تو پھر کیوں روتے ہیں۔ یہ خشیت ہے۔ اس لئے روتے ہیں کہ پھر جدائی نہ ہو جائے۔ وہ "نَے" یعنی بنسری جس کے اندر فریاد ہے' نغمۂ نَے ہے' نالہ ہے' فریاد ہے' اِلفراق ہے' اور ہُدہُدِ فرخندہ فالِ عشق ہے۔ تو خشیت کیا ہے؟ وہ عشق اور محبت ہے اور جس دل کے اندر عشق نہیں ہے' اس کو کیا پتہ کہ خشیت کیا ہے۔ رونا' شب بیداری اور آہِ سحر گاہی خشیت ہے۔ بچہ بھی روتا ہے کیونکہ کھلونا ٹوٹ گیا' اس کو دس روپے کا اور کھلونا لا دو تو پھر رونا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خشیت نہیں ہے کیونکہ بچے کا رونا کھلونے کے لئے ہے اور انسان جب غریب ہونے کے ڈر سے روتا ہے تو وہ خشیتِ الٰہی نہیں ہے۔ زمانے کے حالات کے غم سے جو روتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ جو بیٹوں کے خوف سے روتا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے' غریبی کے خوف سے جو روتا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے' بیماری کے خوف سے جو روتا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ اس لئے روتا ہے کہ یا اللہ سب کچھ چھن نہ جائے۔ اس کو یہ خوف ہوتا ہے۔ یہ خشیت نہیں ہوتی۔ خشیت کیا ہے؟ کہ یا اللہ تیرے احسانات اتنے ہیں کہ

گنوا نہ سکیں۔ محبت کا معنی جو ہے وہ خشیت ہے۔ جس میں خشیت آ گئی اس میں سے خوف نکل گیا اور وہ لا خوف میں آ گیا۔ اب دعا کریں۔ یا رب العالمین! جتنا ہم نے یہاں وقت گزارا ہے تیرے فضل سے گزارا ہے' بس تو ہم سے ناراض نہ ہونا' تیری یہی مہربانی ہے' ہم پر راضی رہنا تیری مہربانی ہے' ہم پر مہربانی کرنا' ہم پر نوازشیں کرنا' ہمیں سرفراز فرمانا' ملکی سطح پر ہمارے حالات بہتر کر' یا رب العالمین قوم پر یہ جو وقت آیا ہے' یہ آسانی سے ٹل جائے اور ملک کے حالات بہتر ہو جائیں' تو ہماری ہر چیز اپنی نگاہ میں رکھ' یا رب العالمین ہمیں دین کی خدمت کے لیئے کچھ موقع عطا فرما' اللہ تعالیٰ زندگی اتنی طویل رکھنا جتنی صحت کے ساتھ ہو۔ یا اللہ تو نے جو مہربانی کی ہے' جو احسانات کیئے ہیں' جو نوازشیں کی ہیں' جو انعام دیے ہیں اور جو رزق دیا ہے وہ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولنٰا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

.... ☆ ....

۶
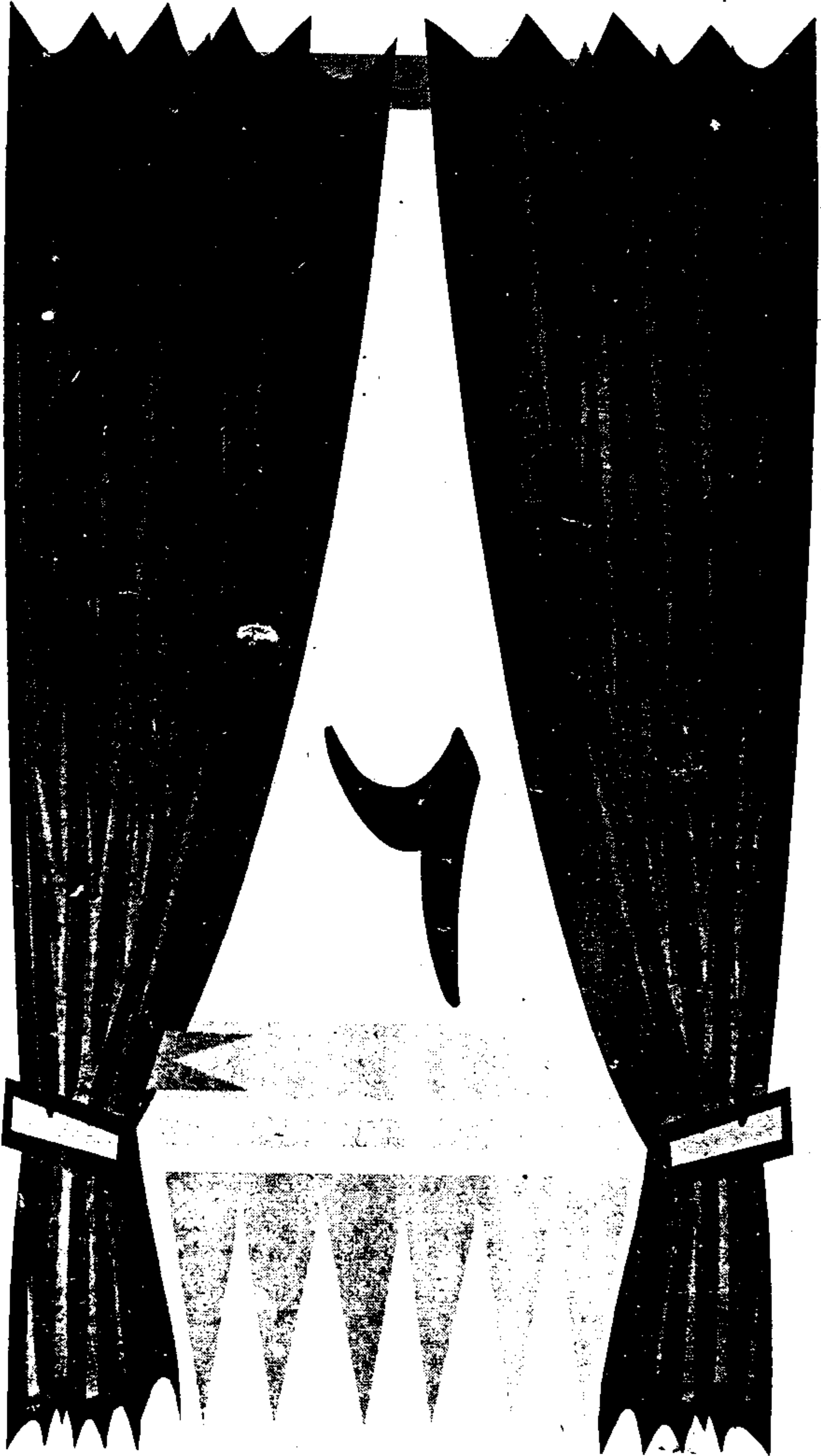
۱ اللہ کی راہ پر چلنے والے کے لیۓ اپنی خواہش کے لیۓ کس حد تک دعا کرنی چاہیۓ؟

۲ یہ کس طرح پتہ چلتا ہے کہ خدا بندے کی تلاش میں ہے؟

۳ شکر کی کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں؟

۴ کیا ہمیں تبلیغ کرنی چاہیۓ؟

سوال :۔

اللہ کے راستے پر چلنے والے کے لیئے اپنی خواہش کے لیئے کس حد تک دعا کرنی چاہیئے؟

جواب :۔

پہلے تو یہ دیکھیں کہ تکلیف کو دور کرنے کے لیئے دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بڑے غور والی بات ہے کہ ہم تکلیفوں کو دور کرنے کی دعا کرتے ہیں' علاج پوچھتے ہیں اور مسئلے حل کرتے ہیں۔ ہم بزرگوں کی' اولیاء کرام کی اور شہدائے کرام کی تعریفیں کرتے ہیں کہ وہ تکالیف میں سے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے ساتھ آرام سے گزر گئے اور ہم خود بے تاب ہوتے ہیں کہ تکلیفیں دور ہو جائیں۔ اب یہ مسئلہ جو ہے بڑا غور طلب ہے۔ اس میں دو تین باتیں ہیں جو سمجھنے کے قابل ہیں۔ خواہش کے پورا ہونے کی دعا کو آپ بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ خواہش جو ہے پوری ہو جائے اور خواہش کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ جب وہ خواہش پوری نہ ہو تو تکلیف ہوتی ہے۔ اس میں Main point' غور والا نکتہ یہ ہے کہ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات آپ کو اپنی خواہشات کا حاصل ہی

پریشان کرتا ہے۔ گناہ خواہش کے حاصل ہونے کا نام ہی تو ہے۔ جس آدمی کو یہ یقین نہ ہو کہ میری خواہش مجھے کہاں لے کے جائے گی اس کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ خواہش پر اصرار کرے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو دنیاوی کاروبار میں مصروف ہیں' آسودہ کاروبار ہے اور کامیاب ہیں' ان کے پاس کسی دینی فریضے کو ادا کرنے کا وقت نہیں ہے اور اس کے لیئے دعا کرتے جاتے ہیں۔ بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ زندگی گزارنے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو اللہ پر چھوڑ دیا جائے یا اپنی حفاظت خود کی جائے۔ انسان جب بے بس ہو جاتا ہے اور خواہش نہیں چھوڑتا تو پھر دعا کے لیئے پکارتا ہے۔ جو کام آپ کر سکتے ہیں وہ تو کرتے رہتے ہیں مثلاً" کھانا کھا لیتے ہیں' پکا لیتے ہیں اور یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ کھانا دے کیونکہ خود پکا لیتے ہیں۔ تو جو کام آپ کر سکتے ہیں' وہ کرتے جاتے ہیں۔ آپ کو نیند آتی ہے اور آپ یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ کوئی چارپائی دے دے کیونکہ چارپائی پڑی ہوتی ہے اور آپ سو جاتے ہیں۔ تو وہ کام جو آپ کر سکتے ہیں کرتے ہی رہتے ہیں اور وہ کام جو آپ کرنا چاہتے ہیں اور کر نہیں سکتے اس کے لیئے آپ دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ دعا پوری نہیں کرتا تو پھر آپ گھبرا جاتے ہیں۔ بہشت میں داخلے کے وقت اگر کسی سے ملاقات ہو تو آپ پوچھیں کہ تم بہشت میں کیسے آئے؟ تو وہ یہ کہے گا کہ میری بہت ساری خواہشیں پوری نہیں ہوئیں اور میں بچ کے یہاں آگیا' جن کی خواہش پوری ہوئی وہ دوسری طرف جا رہے ہیں۔ آپ کی خواہش دنیا کے اندر خوشی حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کو مرنے کی

خواہش ہو بلکہ وہ لمبی زندگی چاہتا ہے۔ اگر ایک باپ ہے اور ایک بیٹا ہے تو وہ دونوں طویل زندگی کی خواہش کریں گے۔ تو وہ دونوں چاہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے دوسرا مرے۔ تو لمبی زندگی کی خواہش کیا ہے؟ باپ کہتا ہے میری عمر دراز ہو یعنی کہ میرے سامنے باقی لوگ مر جائیں اور اولاد کہتی ہے کہ ہماری عمر دراز کر کہ ہمارے سامنے بزرگ مر جائیں۔ یہ تو کوئی کہہ نہیں سکتا کہ دونوں کی عمر دراز کر' ہم دونوں کے علاوہ باقی سارے مر جائیں یا کوئی بھی دنیا میں نہ مرے۔ تو یہ ہو نہیں سکتا۔ سارے مرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیئے آپ کی دعائیں کنفیوژن پیدا کرتی ہیں اور آپ کو محسوس نہیں ہوتا کہ بات کیا ہے اور قصہ کیا ہے؟ پیغمبروں کے درجات اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتے کے درجات ہیں اور اللہ کے حکم کو قبول کرنے کے درجات ہیں۔ اب یہاں ایک مقام غور والا ہے اور مسلمانوں کو اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔ پہلے زمانے میں اللہ کریم کا اور طرح کا نظام تھا' پیغمبر آئے' جب تک تعلیم رائج رہی' ان کا اثر رہا۔ لوگ کنفیوز ہونے لگے تو نیا پیغمبر آ گیا۔ اگر لوگوں کو کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبر بھیج دیا۔ اس نے دین کو Renew کر دیا۔ پھر لوگ ذرا اور کنفیوز ہونے لگے تو پھر نیا پیغمبر آ گیا اور وہ لوگوں کے خیال کو Renew کرتا گیا۔ اللہ کی فطرت کی طرف سے اب جب اسلام آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اب ہم نے آپ کو فائنل بات دے دی ہے اور ہم نے تجدید کے لیئے' Renew کرنے کے لیے نیا بندہ نہیں بھیجنا۔ یہاں سے آ کے مسلمانوں کے ساتھ ایک نئی بات شروع ہو گئی کہ جب خیال کنفیوز ہو جائے تو بندہ پھر بھی موجود ہوتا ہے'

Available ہوتا ہے کیونکہ آخری پیغمبر آ گئے۔ اب آپ اگر کنفیوز ہو جائیں اور اسلام سمجھ نہ آئے تو پھر بھی رجوع ادھر ہی کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو رجوع مستقبل کی طرف کرنا پڑتا تھا کہ انتظار کرو تاکہ کوئی نیا آدمی آ جائے۔ اب کسی نئے آدمی کا انتظار نہیں ہو گا' نئی تعلیم کا انتظار نہیں ہو گا' اب تعلیم وہی رہے گی جو ہے اور اب نظام وہی رہے گا جو ہے۔ اب زندگی نئی ہے' لوگ سائنس میں ترقی کرتے جائیں گے' ہونا یہ چاہیئے کہ مذہب میں بھی نیا نظام آنا چاہیئے کہ آپ کی مغرب کی نماز وہاں پڑھی جائے گی' آپ کی عشاء کی نماز وہاں پڑھی جائے گی' ہوائی جہاز کے زمانے ہیں' Space age ہے' تیز رفتاری ہے' آج کا انسان بہت مصروف ہے' کمپیوٹر لائف ہے' چلو اس طرح کرو کہ نمازوں میں کمی کر دی جائے' دو نمازیں کافی ہیں کیونکہ آج کا انسان بہت مصروف ہے' Busy ہے لیکن دین کے اندر کوئی کمی بیشی نہیں ہو گی۔ تو آج کا تیز رفتار انسان سست رفتار مذہب میں پریشان ہو رہا ہے۔ یہ بات آج کے مسلمان کو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ہے کیا؟ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کے پاس اتنا ٹائم کیسے ہوتا ہے؟ ان کے پاس پورا ٹائم ہے! اور جو نہیں پڑھتے ان کے پاس وقت ہی کم ہوتا ہے' اِدھر دن ہوا' اُدھر شام ہو گئی اور زندگی تمام ہو گئی۔ وقت ہی کوئی نہیں ہے اور جس کے پاس نماز ہے اس کے پاس وقت بہت ہوتا ہے کہ ابھی تو ظہر ہے' پھر عصر ہے اور پھر مغرب ہے۔ وقت کی رفتار' انسان کے عمل کے ساتھ ساتھ بڑھتی کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جس آدمی نے ملازمت کرنی ہے' اس کو صبح سے شام تک دفتر کا کام ہوتا ہے' پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد چھٹی کا دن ہے۔ یہ اس

کے لیئے ہے جو آدمی ہمہ وقت مصروف رہنے والا ہے۔ سائنس کے زمانے میں انسان کو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ذہن کیوں Develop نہیں ہوا؟ اب اس کی ڈیویلپمنٹ یہی ہے کہ یہ ویسے ہی رہے گا۔ اب ہمارے پاس تعلیم کا ذریعہ ماضی کے بزرگ ہیں اور ماضی کے واقعات ہیں کیونکہ اسلام کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی مستقبل کی نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ صرف ماضی کی نشان دہی کی ہے کہ یہ پہلی امتوں کا حال ہے' یہ ان کے واقعات ہیں اور یہ نہیں کہا کہ اب کوئی نئی چیز آئے گی۔ تو ماڈرن انسان جب بزرگوں کے' اولیاء کرام کے اور پیغمبروں کے واقعات پڑھتے ہیں تو ان میں ایک چیز نوٹ کرتے ہیں کہ وہ سارے کے سارے ایک کام ضرور کرتے تھے اور وہ یہ کہ راضی ضرور تھے' تسلیم و رضا کے بندے تھے' تسلیم و رضا کا مطلب ہے کہ جو تیری مرضی ہے وہی ہماری مرضی ہے۔ اگر آپ مرضی نہ تسلیم کریں تب بھی اس نے اپنی مرضی کرنی ہے۔ اگر آپ راضی نہیں ہیں' تو آپ کتنا ہی دفاع کر لیں' میں علاج کو دفاع کہتا ہوں' آپ بیماری کا جتنا علاج کر لو مگر ایک وقت کے بعد ہر شخص کو کمزوری ہو جائے گی چاہے وہ طاقت کی دوائیاں کھاتا ہو۔ تو کمزوری نے آ جانا ہے۔ اگر کوئی ڈاکٹر آنکھوں کا ایکسپرٹ ہو تو بھی اس پر موتیا اتر آئے گا۔ یہ موتیا کہاں سے اترتا ہے؟ یہ کمزوری کی بات نہیں ہے بلکہ یہ عمر بڑھنے کی اناؤنسمنٹ ہے اور یہ خود بخود ہی ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب طاقت ور قواء میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے' بھاگنے دوڑنے والا انسان بھاگنے دوڑنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب آنکھیں کمزور ہو جائیں تو چہروں کے چراغ مدھم ہو جاتے ہیں اور چہرے

نظر نہیں آتے۔ ایک آدمی نے گھر میں باغ لگایا اور اس کو بڑی خواہش تھی کہ گھر میں گلاب کھلیں۔ پھر گلاب کھلے۔ وہ آدمی اب کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ ایک زمانے میں میری خواہش تھی کہ میرے گھر میں گلاب ہوں، اب میری خواہش آخری عمر میں پوری ہوئی ہے مگر اب میری Smell خراب ہو گئی ہے، قوتِ شامّہ کو پتہ نہیں چلتا کہ گلاب کی خوشبو کیا ہے اور میری بینائی بھی کمزور ہو گئی ہے کہ گلاب کا رنگ بھی نظر نہیں آتا، گلاب حاصل تو ہو گیا لیکن عمر ہاتھ سے نکل گئی۔ انسان کا یہی ایک واقعہ ہے کہ آپ جو چیز اللہ سے مانگتے ہیں وہ آپ مانگتے ہی چلے جائیں۔ آپ کہتے جائیں کہ یہ یہ چیز ہونی چاہیئے، ہوتے ہوتے ایک دن ایسا آتا ہے کہ آپ خود نہیں رہتے۔ اس کا راز کیا ہے؟ سب سے بڑا غم، سب سے بڑی خوشی میں ملتا ہے۔ جتنی بڑی خوشی ہے، اس نے اتنا بڑا غم بننا ہے۔ خوشی کو آپ بیٹی کہہ لیں تو اس نے جدا ہو جانا ہے۔ جتنی پیاری بیٹی ہو گی اتنا بڑا غم دے کے جائے گی۔ غم اسی سے نکلے گا جس سے خوشی ہے۔ کوئی خوشی ایسی نہیں جو ہمیشہ رہ جائے، کیونکہ وہ رہ سکتی نہیں ہے۔ اگر رہ جائے تو وہ خوشی نہیں ہے۔ صرف ایک خوشی ایسی ہوتی ہے جو ہمیشہ رہتی ہے اور وہ ہے اللہ کے ذکر کی خوشی اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی خوشی۔ جو اس کے فیصلوں پر راضی رہ جائے، اس کو غم کوئی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فیصلے اس کے ہیں اور یہ فیصلے آپ کے تو نہیں ہیں۔ اب جو آدمی اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو جائے اس کے لیئے دعا کیا ہے اور تکلیف کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو وہ واقعات دے دیئے ہیں جو آپ نے دعا سے لینے

تھے۔ کوئی آدمی یہ دعا نہیں کرتا کہ مجھے راستے میں نظر آئے کیونکہ آنکھیں ہیں اور آپ کو نظر آ جاتا ہے۔ تو آپ یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ مجھے راستہ نظر آ جائے' یا اللہ لقمہ میرے منہ میں چلا جائے۔ یہ تو آپ روز کرتے رہتے ہیں۔ تو جو کام آپ کر سکتے ہیں اس کے لیئے دعا نہیں کرتے اور جو نہیں کر سکتے اس کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ یہاں دو قسم کے لوگ ہوں گے یا تو راضی ہو جاؤ یا کام خود کر لو۔ یا تو درویش ہو جاؤ یا پھر مالک مانے یا نہ مانے وہ کام کر کے رہو۔ اس اطاعت میں بھی بغاوت ہے۔ جو کام آپ نے کر کے رہنا ہے تو پھر اس کا نتیجہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ حدیث شریف کا حوالہ ہے کہ کبھی اللہ کریم سے دعا کے ذریعے بادشاہت نہ مانگنا۔ اگر دعا کے ذریعے بادشاہت مل گئی تو پھر بادشاہت کی ذمہ داری آپ کی ہو گی۔ اگر وہ عطا کر دے تو وہ خود ہی نبھائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس حد تک منع کیا گیا ہے کہ یہ دعا نہ کرو۔ ایک واقعہ آپ کو بتاتا ہوں' سمجھ آ جائے گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ ایک درویش نے اپنے ایک مرید کو کہا کہ اب تو حج کرنے تو جا رہا ہے مگر جہاں مقبولیت کا مقام آئے وہاں دعا نہ کرنا۔ ایک مقام ہوتا ہے جو مقبولیت کا مقام ہے' جہاں جو دعا کی جائے پوری ہو جاتی ہے۔ اسے کہا کہ جب تم وہاں جاؤ تو دعا نہ کرنا۔ مرید اس مقام پہ پہنچا جہاں دعا کی مقبولیت کا وقت تھا۔ اس نے اپنے شیخ کی بات کو نظر انداز کر دیا اور دعا مانگی تو دعا منظور ہو گئی۔ وہ بات بھول گیا تھا۔ دعا کا اثر ہوا' اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا' بڑی مبارکیں دی گئیں' مگر سولہ سال کی عمر میں اس کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ فوت ہو گیا۔ اب وہ شخص مجنونانہ کپڑے پھاڑ کر قبر پر بیٹھ گیا۔ وہی درویش اپنی چھڑی

لے کر پھر قبر پر آ گیا اور پوچھا کہ روتا کیوں ہے؟ اس نے کہا جی بیٹا مر گیا۔ درویش نے کہا کہ تجھے جو کہا تھا کہ دعا نہ مانگنا کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ تیرے یہ امکانات ہوں گے۔ تو دعا کے ذریعے آپ نے مجبور کر کے یہ کچھ مانگا اور پھر یہ حادثہ گزر گیا۔ اب آپ اس کو برداشت کرو اور رونا بند کرو۔ مدعا یہ ہے کہ آپ لوگ باز نہیں آتے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دیکھو آپ کی کتنی عمر ہو گئی ہے اور اتنی عمر تک ابھی خواہشیں پوری نہیں ہوئیں۔ مگر ایک اور خواہش کا وقت آنے والا ہے کہ وہ آپ سے کہے گا السلام علیکم چلو آپ کا ٹائم اپ ہو گیا ہے۔ مگر آپ سمجھتے ہیں کہ ابھی ٹائم کی Allocation پوری نہیں ہوئی ہے اور آپ نے وہ کام کیا ہی نہیں جس کام کے لیے آپ آئے ہیں۔ مگر پھر آخری وقت آ جاتا ہے جو آپ کے جانے کا ٹائم ہوتا ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ ابھی تو آ کے بیٹھے ہی ہیں۔ ابھی یہاں ایک خواہش پوری کرنی ہے، اس کے بعد دوسری خواہش شروع ہو جاتی ہے مگر ٹائم بھی دوسرا آ جاتا ہے۔ تو انسان کو اس لیے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ اپنی زندگی کو اپنی تصنیف نہ سمجھو، اپنی زندگی کو اپنی تحریر کی ہوئی کتاب نہ سمجھو، اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے رکھو، اور یہ سب سے آسان کام ہے۔ دعا کو پورا کرانا ایک الگ چیز ہے اور تکلیف کو برداشت کر لینا ایک الگ مقام ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ شور شرابہ کریں کہ یہ بیماری ہے اور اس کے لیے دعا کریں، آپ یہ کہیں کہ اب اس کی مرضی ہے اس کو ٹھیک کرے یا نہ کرے۔ کچھ دعائیں وقت کے بعد تاثیر لاتی ہیں۔ اقبالؒ نے ایک شعر کہا تھا۔

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کے فریاد کی تاثیر دیکھ

تو بعض دعاؤں کی تاثیر دیر سے آئے گی۔ اللہ کریم اگر آپ کی دعائیں جلدی سننے لگ جائے' اللہ اگر Simultaneuosly سننے لگ جائے کہ اِدھر دعا مانگی اور اُدھر دعا منظور ہو جائے' ہمارے کام جلدی کرے' جلدی ایکشن کرے اور ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی دے دے تو برائی کی سزا بھی فوری آ جائے گی۔ جب آپ اپنی برائیوں کی سزا فوراً" نہیں لینا چاہتے تو نیکیوں کے معاوضے بھی فوراً" نہ مانگا کرو۔ یا تو اللہ سے کہو کہ ہر چیز فوری کرے' تو عین ممکن ہے کہ برائیاں جلدی سزا پا جائیں۔ اس لیئے آپ یہ کہیں کہ برائیاں ہم نے چھوڑیں اور تُو معاف فرما۔ تکلیف کو برداشت کرنے سے ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔

دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

مطلب یہ کہ اگر وہ دکھ دے تو سکھ جو ہے اس کو آپ دکھ پر وار دیں۔ اللہ اگر دکھ قبول کرنے پر راضی رہتا ہے تو وہ دکھ تو ہزار سکھ سے بہتر ہیں۔ اس لیئے اپنے آپ کو بہت پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے' آپ پریشانی کو قبول کر لیں' زیادہ شور نہ مچایا کریں کہ بیٹا پیدا ہو اور بیٹی پیدا نہ ہو۔ اگر بیٹا بڑا ہو جائے گا تو پھر آپ کسی اور کی بیٹی مانگیں گے۔ بس اتنی سی کہانی ہے کہ آپ بیٹوں کے بعد پھر بیٹیاں مانگیں گے کہ جتنے بیٹے ہیں اتنی بیٹیاں ہونی چاہئیں۔ اگر آپ کے گھر میں بیٹی ہو گئی تو اس میں تکلیف کیا ہے' کیا پرابلم ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے اس

لیئے ہونے چاہئیں کیونکہ بیٹیاں چھوڑ کے چلی جاتی ہیں۔ تو بیٹے بھی تو چھوڑ کے چلے جاتے ہیں' بس بہو آنے کی بات ہے کہ بیٹا گیا۔ یہ چھوڑنا چھڑانا کیا ہے' آپ کی اپنی بینائیاں چھوڑ جاتی ہیں' آپ کی رعنائیاں چھوڑ جاتی ہیں' آپ کا خیال آپ کو چھوڑ کے چلا جاتا ہے اور آپ کی یادداشت آپ کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ آپ کی یادداشت ایسے چھوڑ جاتی ہے کہ آپ اپنا نام بھی بھول جاتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ کیا نام ہے میرا' اب میرا کیا نام رہ گیا ہے' جن کے دم سے نام تھا وہ نہ رہے تو نام کیا ہے۔ نام بدل جاتا ہے۔ اس سے کہیں کہ تم کون ہو تو وہ کہے گا کہ پتہ نہیں میں کون ہوں؟ جب سرفرازی نہ رہی تو "سرفراز خاں" کدھر سے رہ گیا۔ اس لیے تکلیفوں کا ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے برداشت کرنا۔ سب سے بڑی قوت انسان کے پاس جو ہے وہ قوت برداشت ہے۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا۔ کہنے لگا مجھے اسمِ اعظم دیں تاکہ میرے بگڑے کام بن جائیں۔ شیخ کہنے لگے کہ اسمِ اعظم میں تجھے کل دوں گا' آج تم سیر تفریح کرو اور کل آ کے اسمِ اعظم لے جانا۔ وہ بڑا خوش ہو کے سیر تفریح کرنے لگا۔ جنگل سے گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا لکڑ ہارا لکڑی کاٹ کر اپنی کمر پر لاد کر لا رہا ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے' مشکل سے لکڑیاں کاٹ کے لا رہا ہے' اس کے دل میں آئی کہ شاید میں اس کی کوئی مدد کر سکوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ شہر کے کوتوال کا وہاں سے گزر ہوا۔ کہنے لگا "بابا یہ لکڑی جو ہے ہمارے گھر میں پہنچا دو"۔ بابا نے کہا اس کی قیمت دے دو۔ اس نے کہا میں کوتوال ہوں اور کوتوال پیسے نہیں دیا کرتا۔ بابا نے کہا ہم پیسے لے

کر ہی لکڑی دیں گے۔ کوتوال نے لکڑی اس سے چھین لی' سزا دے دی اور بابا خاموش دیکھتا رہا' وہ آدمی سکتے میں دیکھتا رہا کہ یہ کیا واقعہ ہے' بڑے ظالم لوگ ہیں اس بستی کے۔ پھر وہ اپنے شیخ کے پاس گیا۔ شیخ نے کہا تم نے کیا دیکھا' صبح تجھے اسم اعظم بھی دینا ہے۔ کہنے لگا میں نے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ ایک بوڑھے کو ایک طاقت ور انسان نے' بااختیار انسان نے مارا۔ لکڑی بھی چھین لی' پیسہ بھی نہ دیا اور سزا بھی دے دی' یہ تو بہت ظلم کی بات ہے۔ شیخ نے کہا تیرے پاس اگر اسمِ اعظم ہوتا تُو تو کیا کرتا۔ کہتا ہے کہ کم از کم میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا۔ شیخ نے کہا دیکھ بات سن! تُو تو یہ ظلم نہ ہونے دیتا اور مجھے اسمِ اعظم اس بوڑھے سے ملا ہے اور وہ میرا پیر ہے۔ تو وہ بوڑھا لوگوں کو اسمِ اعظم دیتا ہے اور خود اتنی برداشت رکھتا ہے کہ مار کھا لی ہے مگر اسمِ اعظم استعمال نہیں کیا۔ تمہارے پاس اگر اسمِ اعظم ہو تو شام سے پہلے تم اس کو بیچ آؤ گے یعنی خواہش پوری کرتے کرتے اسمِ اعظم کا چراغ ہی گل کر دو گے۔ تو اسمِ اعظم جن کے پاس ہوتا ہے ان کے پاس ظرف ہوتا ہے۔ جن کی دعائیں منظور ہوتی ہیں وہ پھر بار بار دعائیں نہیں کرتے بلکہ جب دعا کی تو زمانے بدل گئے۔

داغ سجود تیری جبیں پر ہوا تو کیا
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے

آپ چار سجدے کرتے ہیں اور اللہ کو پانچ لسٹیں پیش کر دیتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری نماز پڑھتا ہوں لہٰذا تو میرا کام کر۔ یہ تو پھر کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ کوئی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بس آپ کے کام ہی کرتا جائے۔

آپ لوگ بندہ ہو کے اسے قبول نہیں کرتے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ خدا ہو کے آپ کی بات مانے۔ اس لیئے انسان ہونے کی حیثیت سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں کو قبول کرنے کے بعد جب تُو اس کا ہو گیا تو اس کے بعد تجھے آرزو ہی نہیں رہے گی۔ کہتے ہیں ایک آدمی عبادت کرتے کرتے اس کی بارگاہ تک پہنچ گیا۔ اللہ نے اسے کہا تیری کیا آرزو ہے؟ اس نے کہا کہ اگر اب میں آرزو بیان کروں تو مجھ سے زیادہ بد بخت کوئی نہیں ہے' بس یہی آرزو تھی کہ تو پوچھ لے۔ دعا تک رسائی کے بعد دعا مانگنا تو بڑی ذِلّت کی بات ہے۔ جب رسائی ہو گئی ہے تو پھر بن مانگے تیرے کام ہوتے جائیں گے' پھر تو ہر کام قبول کرتا جائے گا' کچھ تکلیفیں آئیں گی۔ اور وہ تو برداشت کرتا جائے گا' کچھ نقصانات ہوں گے تو وہ بھی تو برداشت کرلے گا' اس ملیئے اپنے درجات میں اضافہ کرنے کی بجائے خواہشات کو پورا کرنے کی تمنا کو بدلا جائے۔ مثال میں نے آپ کو دی ہے کہ اگر یہ خواہش ہے کہ آپ اللہ کے سفر پر روانہ ہوں تو پھر یہ بڑی خوب بات ہے۔ اگر خواہش دنیا کی ہے اور یہاں کے معاملات کی ہے تو پھر وہ تو کافروں کی بھی پوری ہوتی جا رہی ہے۔ اس خواہش پہ دعا کو Involve نہ کیا کرو' دعا کو ذریعہ نہ بناؤ۔ دعا یہ کریں کہ آپ پر باطن آشکار ہو جائے۔ اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ دنیاوی تکلیف پر شور نہ مچاؤ بلکہ بالکل خاموش رہو۔ یا تو اللہ جانتا ہے یا نہیں جانتا اور اگر جانتا ہے تو مانگو نہیں' اگر نہیں جانتا تو مانگنے کا کیا فائدہ۔ اگر وہ جانتا نہیں ہے تو پھر مانگ کے کیا لینا ہے۔ اگر اس پر آپ کا حال ظاہر ہے تو پھر وہ بِن مانگے عطا کرنے والا ہے' جس نے بِن مانگے تمہیں آنکھیں دی ہیں' نام دیا ہے'

جسم دیا ہے' زندگی دی ہے' خیال دیا ہے' حال دیا ہے' روشنی دی ہے بلکہ سب کچھ دیا ہے تو باقی کام بھی وہ بِن مانگے کرے گا۔ آپ اطمینان سے اس کے راستے پر چلتے جائیں اور جیب میں خواہش کی پرچی نہ رکھیں کہ اللہ جہاں مل گیا اسے کام بتا دیا۔ آپ اپنی آرزوں کو اللہ کے حوالے کریں اور اپنے آپ کو بھی اللہ کے حوالے کریں' اپنی ہمت کر کے حاصل کرلیں' جہاں کہیں مشکل ہو گی وہاں پر خود بخود مشکل کشائی ہو گی۔ بس صرف اس کے راستے پر چلنے کی بات ہے۔ یہ جو فاروقی صاحب نے پوچھا تھا کہ کیا زندگی کے اندر نظاروں سے خیال درست ہو جاتا ہے اور نظاروں سے خیال خراب بھی ہو جاتا ہے؟ آپ یہ دیکھیں کہ کمال کی بات یہ ہے کہ ہمیں نظارے جس دنیا کے ملتے ہیں' اس دنیا کے اندر کافر بھی رہا ہے' پیغمبر بھی رہا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ دونوں کے راستے اسی دنیا کے اندر موجود ہیں۔ ماننے والوں کو اسی دنیا میں ایمان ملتا ہے اور کافر کو اسی دنیا میں کفر ملتا ہے۔ میں نے پہلے دن آپ کو ایک بات بتائی تھی' ایک فقرہ سنایا تھا کہ یہ کائنات جو نظر آتی ہے' آپ کو جو ظاہری باتیں نظر آتی ہیں یہ کائنات عین حقیقت ہے۔ ساری کائنات عکسِ حقیقت ہے۔ اس کائنات کے اندر کچھ بھی باطل نہیں ہے۔ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا یہ جو کچھ جو تو نے پیدا فرمایا ہے باطل نہیں ہے۔ کائنات حجابِ حقیقت ہے اور یہ بھی ہے کہ کائنات میں حقیقت نظر نہیں آتی۔ اب یہ دونوں باتیں اپنے مقام پر صحیح ہیں کیونکہ یہ خیر اور شر کا بنا ہوا ایک کپڑا ہے' ایک خیر کا دھاگہ چل رہا ہے اور شر کی ساتھ ہی ایک لائن چل رہی ہے۔ اس کے اندر آپ کو ایک تار پر سفر کرنا ہے۔ تو اسی

کائنات میں شر نے پلنا ہے اور آپ نے شر کو چھوڑنا ہے۔ اگر خیر والا انسان آ جائے تو اس کو اس کائنات میں اگر بدی نظر آئے گی تب بھی وہ نیکی کی طرف چلے گا اور جو برا آدمی ہے اس کو پیغمبر ملے گا تب بھی وہ اس کے مقابلے میں کھڑا ہو گا۔ پیغمبروں کے ساتھ لڑنے والے انسان ہی تو تھے۔ اور پیغمبروں پر آج اتنے عرصے کے بعد درود بھیجنے والے انسان ہی ہیں' ان کے ساتھ جنگ کرنے والے کون تھے اور ان پر درود بھیجنے والے کون ہیں۔ آپ لوگوں کے بڑے مقامات ہیں کہ آپ لوگ ان کو دیکھے بغیر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان بالغیب آپ کی مجبوری بھی ہے اور صداقت بھی ہے۔ تو اسی کائنات میں آپ لوگوں کو حقیقت نظر آتی رہتی ہے۔ تو اصل بات کیا ہے؟ حقیقت طلب کا نام ہے اور نظارے کا نام نہیں ہے۔ حقیقت طلبی پیدا ہو جائے تو نظارے خود بخود آپ کے سامنے اپنا رخ ٹھیک کر لیں گے۔ جہاں آپ نے سجدہ کر دیا وہیں پہ کعبے کا کوئی نہ کوئی دروازہ کھل جائے گا۔ اگر آپ باغی ہو گئے تو پھر کعبے سے بھی واپس آ جائیں گے یعنی اگر گدھا مکہ مکرمہ چلا جائے تو واپس آ کے گدھا ہی رہے گا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ کا یہ اپنا سفر ہے اور نیک آدمی کو سارا راستہ نیک ہی نظر آتا ہے' برے آدمی کو سارے راستے میں برے نظر آتے ہیں۔ آپ ایک کام کرو' سامنے میز رکھ کر اس پر صرف تاش رکھ دیں اور چپکے سے بیٹھ جائیں' آدھے گھنٹے کے بعد وہاں لوگ کھیل رہے ہوں گے۔ آپ نے وہاں چیز ہی ایسی رکھی ہے۔ اگر شطرنج رکھ دو تو پھر دو چار آدمی بازی لگا رہے ہوں گے۔ تو آپ نے جو کام موجود کیا وہی کام چل پڑے گا۔ اگر آپ کے دل میں نیکی کا خیال شامل ہو گیا تو آپ سارے سفر میں

نیکی تلاش کریں گے۔ اگر ایک آدمی کو قوالی کا شوق تھا اور وہ بے تاب ہو کے گھر سے نکل آیا کہ قوالی سننے کی تمنا ہے' اس کو دور دور سے کہیں آواز نہیں آ رہی' بے چارہ بڑا پریشان' سرگرداں پھرتا ہے' تھوڑی دیر کے بعد وہ دیکھے گا کہ درودیوار سے قوالی کی آواز آئے گی۔ یہ آوازِ دوست نہیں ہے بلکہ یہ اس کی اپنی آواز ہے۔ ستار کے اندر سے آواز کدھر سے آ رہی ہے؟ دوست کی۔ یہ دوست کی آواز اس کے اپنے کان ہیں ؂

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

آواز نہیں ہے لیکن وہ نغمہ سن رہا ہے۔ اس سے پوچھو کہ تُو کون سا نغمہ سن رہا ہے تو وہ کہے گا کہ وہ ابھی اس کے اندر سے پیدا نہیں ہوا ہے۔ یہ آپ کے شوق کی بات ہے۔ اور اگر شوق نہ ہو تو کہتا ہے کہ لاہور میں کوئی کام کا بندہ ہی نہیں ملتا' لاہور بھی کوئی شہر ہے؟ اور اگر دیکھو تو سارا شہر ہی نیک لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ لاہور میں سینما ہال گنوا لو تو بہت ہیں اور اگر آپ مزار گننے لگ جاؤ تو داتا صاحبؒ' میاں میر صاحبؒ' پھر گنتے چلے جاؤ تو سارے مزار ہی مزار لاہور میں ہیں۔ میرا مطلب ہے لاہور میں ہزارہا مزار ہیں' ہزارہا خانقاہیں ہیں۔ جدھر جاؤ گے کوئی نہ کوئی آستانہ' کوئی نہ کوئی مزار ہو گا۔ بی بی پاک دامنؒ سے لے کر شاہ جمالؒ تک مزار ہی مزار ہیں۔ یہ دیکھنے والے کی مرضی ہے کہ تجھے کیا نظر آیا۔ دیکھنے والے کا شوق نظارے کے اندر حسن پیدا کرے گا اور دیکھنے والے کی بیزاری نظاروں کو زنگ آلود بنا دے گی۔ برے آدمی کو

برائی نظر آئے گی اور اچھے آدمی کو اچھائی نظر آئے گی۔ اس کائنات کے اندر نظارہ Feed کرتا ہے' نظارہ خوراک دیتا ہے۔ کس کو؟ ارادوں کو اور نیتوں کو۔ نیت جیسی ہو گی ویسا آپ کو نظارہ ملے گا۔ جیسا آپ کا اندازہ ہو گا ویسا نظارہ ملے گا۔ اللہ والوں کے لیئے یہ کائنات مظہرِالٰہی ہے اور گناہ گاروں کے لیئے یہ کائنات حجاب ہے۔ ولی اللہ کے لیئے یہاں اللہ ہی ہے اور باغیوں کے لیئے یہ کائنات بغاوت کا ذریعہ ہے۔ شیطان والوں کے لیئے یہ کائنات شیطانی کاروبار کا مرکز ہے۔ ملاوٹ والے ملاوٹ والوں سے ملیں گے' ان لوگوں سے ملیں گے کر کر لمبے ہاتھ اور نیک کو نیک ملے گا۔ جو ہم خیال ہوں' ہم سفر خود بخود ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال مولانا رومؒ نے دی ہے۔ کبھی کبھی ہم سفر بظاہر ہم جنس نہیں ہوتے۔ مولاناؒ نے کہا ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ دجلہ کے کنارے ہنس اور کوا مل کے چگ رہے ہیں۔ مولانا نے سوچا کہ ہنس کہاں اور کوا کہاں' دونوں ایک جگہ چگتے جا رہے ہیں' یہ کیا ہے؟ پاس جا کے دیکھا تو دونوں زخمی تھے۔ تو بعض اوقات غیر جنس زخمی ہونے سے ہم جنس ہو جاتے ہیں۔ ہسپتال میں جا کے سارے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدرد ہو جائیں گے' ایک بیڈ والا دوسرے بیڈ والے کے ساتھ ہمدرد ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کا اپنا خیال آپ کو اپنے ہم خیال تک پہنچاتا ہے۔ ہم خیال کی طرف سے دعوت نہیں ہوتی کہ اخبار میں اعلان ہو کہ اس خیال والے لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ یہ اپنا خیال کشاں کشاں ہم خیال تک لے جاتا ہے۔ حسن والوں کی تلاش کرنے والوں کو اس کائنات میں حسن ملتا ہے اور عشق والوں کو عشق ملتا ہے' پیسے والے کو پیسہ ملتا ہے کہ وہ کاروبار

کرے اور ان سے اگر اللہ تعالیٰ پوچھے کہ تجھے دوزخ میں ڈالوں یا جنت میں ڈالوں تو وہ کہے گا کہ جہاں دو پیسے زیادہ ملیں وہاں ڈال دو! اس کو جنت دوزخ سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کی لغت پیسہ ہے۔ اس کی Terminology پیسہ ہے۔ وہ کہے گا کہ وہ شخص میرا دوست ہے کیونکہ اس سے مجھے پیسوں کا فائدہ ہوا ہے ۔ اور اگر کوئی دوست بن گیا لیکن فائدہ نہ ہوا تو اس کے بعد دوستی چھوڑ دی۔ کچھ لوگ رشتوں کو' منفعت میں ماپتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو رشتوں کو حسن میں ماپتے ہیں کہ وہ حسن یا حسنِ خیال یا خیالِ حسن ہے۔ یہ خاص بات ہے کہ یہ حسنِ خیال ہے۔ انسان اگر شاعر بن جائے تو یہ سننے والوں کو اکٹھا کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک نیا شعر ہوا ہے۔ وہ داد دیتے ہیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ انسان کو داد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسا انسان ہو ویسی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر کسی آدمی کے پاس گلا اور آواز ہو تو وہ "سارے گاما" گائے گا۔ تو وہ سننے والوں کو بلائے گا اگر سننے والا کوئی نہ ہو تو صاحبِ گلا کیا کرے گا' مر جائے گا یا پاگل ہو جائے گا۔ اگر چہرہ خوب صورت ہو اور دیکھنے والی آنکھ نہ ہو تو بندہ مر ہی جاتا ہے۔ خوب صورت چہرے کا حق ہے کہ دیکھنے والی آنکھ اسے پہچانے' تو یوں ہم خیال ہوتے ہیں۔ کیسے ہم خیال بنتے ہیں؟ کہ ایک کا چہرہ ہوتا ہے اور دوسرے کی نگاہ ہوتی ہے' اس طرح دونوں ہم خیال ہو جاتے ہیں۔ اس کائنات میں حسن پرست آنکھ کو جلوہ مل جائے گا اور جو اندھا ہے اس کو اندھیرا مل جائے گا۔ جس کے پاس مکمل حسن کی خواہش ہو گی اس کو حق نظر آئے گا کہ یہ کائنات نور ہے' جلوہِ نور ہے' ہر طرف نور ہے' نور ظاہر میں' نور باطن

میں' نور دل پر' نور و نور بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اب جس کی نگاہ روشن ہو تو ہر طرف جلوہِ نور ہے۔ ستارے روشن' سورج روشن' دن روشن' بندے روشن' نگاہیں روشن' خیال روشن' افکار روشن' بلکہ ہر شے روشن ہے۔ جس آدمی کے اندر اندھیرا ہو تو وہ کہتا ہے کہ رات اندھیری ہے اور پریشانی کا عالم ہے اور پھر کہتا ہے کہ دن بھی اندھیرا ہے' لوگوں کے دل بجھے ہوئے ہیں' دل افسردہ' غم ناک' آنکھیں پرنم ہیں مگر مسکرائے چلے جا رہے ہیں' غم ہی غم ہے۔ گھڑی بند' کتابیں خاموش' ہر طرف پریشانی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کہاں رہتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ دکھ میں رہ رہے ہیں۔ کہتا ہے کب سے؟ جب سے اس دنیا میں آئے ہیں۔ اس جہانِ رنگ و بو میں آئے ہیں۔ تیرا کیا حال ہے؟ کہتا ہے وہی برا حال ہے' کل والا ہی ہے' بم کی خبر' دھماکہ' پریشانی' غم کا عالم' محبتیں مر گئیں اور بندے مر گئے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ دیکھو اس کا حل یہ ہے کہ یا تو تم توبہ کر لو اور جو مر گئے ہیں ان کے لیئے دعا کرو' تم چونکہ مرے نہیں ہو' اس لیئے اب دعا کرو کیونکہ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ خدا کی طرف رجوع کرو۔ تکالیف بندوں کو باغی بنا دیتی ہیں اور تکالیف ہی بندوں کو خدا کی طرف مائل کرتی ہیں۔ برے آدمی کے لیئے تکلیف بہت بری شے ہے۔ اچھے آدمی کے لیئے تکلیف بہت اچھی شے ہے۔ اب بتاؤ تم کون ہو؟ اگر تم اچھے ہو تو تکلیف اللہ کی طرف سے خاص مہربانی ہے۔ غریبی اللہ سے باغی کر دے تو اس آدمی کے لیئے سزا ہے اور جس کو غریبی اللہ کے قریب کر دے' سمجھو کہ غریبی اللہ کی عنایت ہے۔ غریبی غریب نواز کی باتیں ہیں۔ غریبی پیغمبر کے گھر کی عطا ہے' غریبی رداءِ شاہِ مشکل کشا ہے'

غریبی متاعِ غریب نوازؒ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غریبی اور غریب الوطنی جو ہے یہ تو عطا ہے اگر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے۔ ورنہ کوئی درویش کسی کو سزا دیتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ کرے تجھے پیسے مل جائیں۔ مطلب کیا ہے؟ تو گمراہ ہو جائے۔ "اللہ تجھے امیر بنا دے" کا مطلب کیا ہے؟ گمراہ ہو جانا۔ جب فقیر کبھی اپنے آدمی کو دعا دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کرے تُو فاقے میں رہے کیونکہ درویش سارے فاقے میں پلے ہیں اور سارے اپنے فاقے میں رہے ہیں۔ فاقے سے مراد یہ ہے کہ تجھے غنا مل جائےؒ تو غنی ہو جائے اور دولت سے بے نیاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مالِ جمع کرنے والا اور گننے والا فلاح کیا پائے گا؟ تو راضی رہنے کے لئے کوئی مقدار نہیں ہوتی کہ کتنی چیز ہو تو آپ راضی رہیں گے۔ لہٰذا جو کچھ ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔ ورنہ انسان کہتا ہے کہ دس روپے اور دے دے تو پھر راضی ہو جائیں گے۔ درویش کہتا ہے کہ دس روپے کے بغیر ہی راضی ہو جا اور ابھی راضی ہو جا۔ انسان کہتا ہے کہ ایک اور مکان ضرور ہونا چاہئے تو درویش کہتا ہے کہ اس مکان کے بغیر ہی راضی ہو جا اور یہیں پر راضی ہو جا۔ جو اب راضی نہیں ہے وہ کل بھی راضی نہیں ہو گا۔ جو اب خوش نہیں ہے وہ کل بھی خوش نہیں ہو گا۔ Amendment کی خواہش' تبدیلی کی خواہش' اصلاح کی خواہش' زندگی سے کچھ نکالنے کی خواہش' زندگی میں کچھ داخل کرنے کی خواہش' یہ سب فالتو خواہشات ہیں۔ زندگی پہ As it is راضی ہو جاؤ۔ جیسی ہے راضی ہو جاؤ اور کسی چیز کی کمی ہے تو راضی ہو جاؤ۔ پھر یہ کائنات آپ کو جلوہِ نور نظر آئے گی کیونکہ یہ اس وقت نور نظر آتی ہے جب نگاہ میں

کوئی جلوہ ہو۔ ہیر نے رانجھے سے محبت کی اور وارث شاہؒ کا اس سے کیا تعلق ہے؟ ہیر جانے اور رانجھا جانے' آپ کون ہو؟ محبت والا کہتا ہے کہ ہیر تو وارث شاہؒ کی ہے' رانجھے کی نہیں ہے۔ اب وارث شاہؒ مالک ہے' ہیر کا بھی اور رانجھے کا بھی بلکہ اس سارے کارخانے کا۔ اب ہیر سے پوچھیں کہ رانجھے کے پاس جانا ہے یا وارث شاہؒ کے پاس تو وہ کہتی ہے کہ وارث شاہؒ تو ہمارے پیر ہیں۔ گویا کہ ایک عشق والا آیا اور سارے عشق کا مالک بن گیا۔ کمال ہے وراث شاہؒ کا۔ وارث شاہؒ کے حق میں سلام ہونا چاہیئے کیونکہ ہیر کو رانجھے کے ساتھ عام سی محبت تھی مگر اس نے دونوں کو ایسا نام دے دیا' ایسا کلام دے دیا کہ اس نے رانجھا خدا کا نام بنا لیا۔ "رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی" قوالی ہوتی ہے تو لوگ کہتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ' حق اللہ ھُو۔ اس حد تک وارث شاہؒ نے کمال کر دیا۔ گویا کہ جلوے والا آیا اور اس نے اندھیرے کو بھی جلوہ بنا دیا۔ ایسا آدمی آ جائے تو وہاں بھی نور پیدا کر دیتا ہے۔ تو چراغ جلا دیا وارث شاہؒ نے۔ اسی طرح آپ کو کیا پتہ "سیف الملوک" کیا ہے۔ سیف الملوک ایک لفظ ہے جو کسی بادشاہ کا نام ہے یا کسی جھیل کا نام ہے۔ لیکن اتنا پتہ ضرور ہے کہ یہ میاں محمد صاحبؒ کا نام ہے۔ میاں محمد صاحبؒ نے ایک معمولی سی کہانی کو جو پریوں کا قصہ ہے' جنوں کا قصہ ہے' اس کو داستانِ فقر بنا کے پیش کر دیا۔ یعنی سیف الملوک کو بادشاہوں کی تلوار بنا دیا۔ نورانی انسان ہو تو ایک سادہ کہانی کو بھی نورانی بنا جاتا ہے۔ امیر خسروؒ نے ایک قصہ لکھا ہے لیلیٰ مجنوں کا' آپ کو تو پتہ ہے۔ جامیؒ نے بھی لکھا ہے لیلیٰ مجنوں کا قصہ۔ حالانکہ لیلیٰ کیا اور مجنوں کیا مگر

یہ وہ مقام ہے جہاں آ کے ان لوگوں نے اپنے جلوے عام کر دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایک شعر میں صاحبِ عرفان امیر خسروؒ بیان کر رہے ہیں کہ

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

یعنی پتہ نہیں کون سی منزل تھی جہاں ہم رات کو تھے۔ منزل بیان نہ کرتے کرتے بھی بیان کر رہے ہیں کہ

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو

خسروؒ سے پوچھو کہ تو کہاں تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں تو اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔ اور کون سی جگہ ہے جہاں وہ جلوہ نہیں ہو گا' بس صرف تیرا رخ پھرنے کی دیر ہے' اگر تو ٹھیک ہو گیا تو جلوہ وہیں پر ہو گا۔ صرف اپنا کعبہ درست ہونا چاہیئے۔ بلکہ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ کعبہ تیری جبینِ شوق ہے۔ اگر جبینِ شوق نہ ہو تو کعبہ ہی کوئی نہیں۔ اگر نگاہ نہ ہو تو جلوہ ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر سماعت نہ ہو تو نغمہ ہی کوئی نہیں ہے۔ بچے جلوہ' بڑے جلوہ' درخت جلوہ بلکہ ساری کائنات جلوہ۔ ہر ایک چیز کو غور سے دیکھتے جاؤ۔ وقت گزر جائے گا اور پھر جلوہ نظر آئے گا۔ اگر طور کو دیکھو اور دیکھتے چلے جاؤ تو جلوہ نظر آ جائے گا۔ یہ ہے مخلوق سے خالق کو دریافت کرنا۔ تو یہ جلوے کا کام ہے۔ یوں کہو کہ کثرت سے وحدت کی تلاش کرنا ہے۔ یہ سارے بے شمار لوگ جو ہیں یہ سب ایک ہی لوگ ہیں' ایک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں اور ایک جیسا خیال ہے۔ تو کثرت سے وحدت کی تلاش جلوہ ہے اور وحدت سے کثرت کی تلاش بھی جلوہ ہے۔ بندوں سے خدا اور خدا سے بندے

ڈھونڈنا بھی جلوہ ہے۔ اسی کائنات سے آپ کو جلوے ملیں گے۔ یہاں نہ خیر ہے اور نہ شر ہے' خیر والے کے لیئے یہ کائنات خیر ہے اور شر والے کے لیے یہ شر ہے۔ ماننے والوں کے لیئے یہ پوری کائنات عبادت گاہ ہے اور باغیوں کے لیئے بغاوت کی جگہ ہے' عبرت کدہ ہے' باغیوں کے لیئے وقت کا عبرت کدہ ہے اور ماننے والوں کے لیئے یہ عبادت گاہ ہے۔ اس کے جلوے ہر طرف عام ہو رہے ہیں ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا
وحدت کے ہیں یہ جلوے' نقش و نگارِ کثرت
گر سرِّ معرفت کو پاوے شعور تیرا

تو یہ کائنات اچھے آدمی کے لیئے جلوہ ہے اور برے کے لیئے جلوے کی رکاوٹ ہے۔ تو اچھا برا کون ہوا؟ آپ خود ہوئے! ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی اگر الگ الگ خیال رکھتے ہوں تو ان کو کائنات الگ الگ راز دے گی۔ یہ خوبی ہے کائنات کی۔ آپ یہ دعا کرو کہ یہ کائنات آپ کو اپنا راز بھی دے اور اپنے ذریعے اللہ کا راز بھی دے۔

سوال :۔

یہ کس طرح پتہ چلتا ہے کہ خدا بندے کی تلاش میں ہے؟

جواب :۔

رحمتِ حق انسانوں کا شکار کرتی ہے' گناہ میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو شکار کر کے لاتی ہے اور وہ ان کی تلاش میں ہے۔ کیسے تلاش میں

ہے؟ اگر انسان غافل ہے تو اسے جگاتی ہے۔ ہمارا حاصل دراصل اس کی عطا ہے اور یہ ہماری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے۔ رحمتِ حق جو ہے وہ سورج کی کرنوں کی طرح اندھیروں کے تعاقب میں جاتی ہے اور روشنی فراہم کرتی ہے۔ رحمتِ حق جو ہے یہ گناہ گاروں کے تعاقب میں جاتی ہے کہ کدھر غافل پھرتے ہو، اِدھر آؤ۔ پھر کوئی نہ کوئی جلوہ خود یا کوئی جلوہ دینے والا بندہ وہاں پہنچ جائے گا اور آپ کا احساس بدل جائے گا۔ یہ ہے رحمتِ حق۔ رحمتِ حق وہ واقعہ ہے جو آپ کو حق کی طرف رجوع کرائے، وہ واقعہ حادثہ بھی ہو سکتا ہے اور تکلیف بھی ہو سکتی ہے، پریشانی بھی ہو سکتی ہے، وہ غریبی بھی ہو سکتی ہے، وہ مہربانی بھی ہو سکتی ہے، وہ عنایت بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیئے ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ کی طرف رجوع کرائے وہ رحمتِ حق ہے۔ تو اللہ اپنے بندوں کی تلاش میں ہوتا ہے اور یہ ٹھیک بات ہے۔ اسے پتہ ہے کہ اس نے ہمارے لیئے خزانے مقرر کر رکھے ہیں، خزانے نیکی کے اور عرفان کے۔ جو اِدھر اُدھر پھر رہا ہے وہ اسے کہے گا کہ واپس آ جا۔ وہاں آگے کوئی بندہ ملے گا کیونکہ رحمتِ حق کو بندے، بندوں کے پیچھے لے کے پھرتے ہیں اور اس کو گناہ سے نکالتے ہیں۔ انسان خدا کی تلاش کرتے کرتے، خدا کے بندے تک پہنچ جاتا ہے اور خدا کا بندہ اس کو خدا کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ سارے بندے فانی ہیں، بتانے والا بھی اور سننے والا بھی، چل سو چل، میلہ ختم ہو جاتا ہے، جب تک میلہ ہے تب تک یہ رونقیں ہیں۔ آپ میلہ انجوائے کرو اور اپنا رخ صحیح رکھو۔ رخ یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ کی طرف دیکھیں "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" ہم اللہ کے ہیں،

اسی کے نام سے یہاں ہیں اور ہم اس کی طرف جانے کے لیئے تیار ہیں۔
ہم یہاں صرف میلہ دیکھ رہے ہیں اور میلہ تو اسی نے دکھایا ہوا ہے۔ ہم
اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ شکر ادا کرنے والوں کے لیئے یہ کائنات بڑا راز
ہے اور یہ کائنات بڑا جلوہ ہے۔ گلہ کرنے والے کے لیئے یہ کائنات
آزمائش ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ گلہ کرنے والا آزمائش سے بچ نہیں سکتا اور
شکر کرنے والا لطف سے بچ نہیں سکتا۔ شکر کرنے والے کو لطف مل کے
رہے گا۔ گلہ نہ کرو تو یہ زندگی بھی لطف بن جائے گی اور اگر تم گلہ کرو
گے تو یہ زندگی آزمائش بن جائے گی۔ آزمائش سے بچنا بڑا مشکل ہے۔
زندگی کو ہم خود ایسے آزمائش بناتے ہیں کہ یہ کوئی حالات ہیں' یہ کوئی
واقعات ہیں' یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اگر دیکھیں تو دن اچھا گزر رہا ہے اور
وقت اچھا گزر رہا ہے یعنی جو ہوا اچھا ہوا' جو ہو رہا ہے اچھا ہو رہا ہے اور
جو ہو گا اچھا ہو گا۔ صرف اتنا کہنے سے حالات بدل جائیں گے' اتنا کہنے
سے حالات درست ہو جائیں گے کیونکہ وہ سب جانتا ہے۔ ایک غریب
سائل ایک جگہ پر آیا' وہاں اونچا اونچا بول رہا ہے' ان سب کو Openly
Address کر رہا ہے کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس پیسے لینے
آتے ہیں' ہم خود ہی آپ کو دے دیں۔ جیب میں ہاتھ مارا مگر جیب خالی
تھی۔ پھر کہتا ہے کہ پیسے ہیں ہی نہیں' ہم دیں کیا' اگر ہوتے تو میں آپ
کو کئی دفعہ دے دیتا۔ اس کی بات کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ لوگوں نے
اس کے سامنے پیسوں کا ڈھیر لگا دیا۔ پھر اس نے کہا کہ یا اللہ پیسے نہیں
دینے تھے مگر تو دینے سے باز نہیں آتا' تو ہی دیتا ہے اور ہمیشہ تو ہی دیتا
ہے۔ اس نے آدھے پیسے رکھ لیئے اور آدھے پیسے پھر لٹا دیئے۔ کہتا ہے

بس مجھے جتنی ضرورت ہے میں لے چلا ہوں اور باقی تیرے فقیروں کو دے چلا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ خوشگوار خیال والوں کے لیے یہ کائنات خوشگوار ہے' ظریف کو ظرافت مل جائے گی' رونے والے کو رونے کا وقت مل جائے گا' وہ قبرستان میں گیا تو اس کے پاؤں کے نیچے کھوپڑی آ گئی تو اس نے رو کر یہ شعر کہا۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو پڑ گیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسی کا سرِ پُر غرور تھا

یعنی کہ اس کے پاؤں سے مردے کی ہڈی ٹوٹ گئی' کھوپڑی ٹوٹ گئی اور اس کھوپڑی نے آواز دی کہ اے بے خبر دیکھ کے چل' میں بھی کبھی کسی پرغرور انسان کا سر ہوتا تھا اور آج میں اس حالت میں پہنچا ہوا ہوں۔ ایک جگہ دو آدمی تھے۔ ایک ہنس رہا تھا اور دوسرا رو رہا تھا۔ اس نے پوچھا تو ہنس کیوں رہا ہے۔ کہتا ہے مجھے تیرے رونے پہ ہنسی آ رہی ہے۔ اور تُو کیوں رو رہا ہے؟ تیری ہنسی پہ تو مجھے رونا آ رہا ہے۔ تو بات اتنی ہے۔ رونے والا رو رہا ہے اور ہنسنے والا ہنس رہا ہے۔ یہ کائنات دونوں کے لیئے الگ جلوہ ہے۔ جو فانی ہے اس کو اس کائنات میں فنا نظر آئے گی' وہ کہتا ہے کہ چار دن کا میلہ ہے' بس سب گئے' ہر شے فنا ہو گئی۔ اور جو باقی کے ساتھ متعلق ہو جائے گا وہ کہتا ہے کہ ہر شے باقی ہے' ہر چیز موجود ہے' اس کا جلوہ عین موجود ہے اور ہر جا عین ظہور ہے۔ تو یہ آپ کا اپنا خیال ہے۔ لہٰذا آپ اپنے خیال کی اصلاح کرو' اپنا

نام آپ خود رکھو' اپنے برگلے آپ بند کرو' کچھ فیصلے اللہ کی طرف سے خود کر لو۔ پہلا فیصلہ یہ کرو کہ تم نے راضی رہنا ہے کہ نہیں رہنا۔ راضی وہ ہے جو تقاضا نہ کرے۔ جو سائل ہوتا ہے وہ آواز لگاتا ہے' سوال پورا ہوا اور وہ جائے اپنا کام کرے مگر طالب ہوتا ہے دروازے پر بیٹھنے والا اور وہ سوال نہیں کرتا۔ بس طالب ہونا جو ہے وہ بہت بہتر ہے کہ وہیں کے ہو رہو' جو وہ عطا کرتا ہے اس میں راضی ہو جاؤ۔ وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔

سوال :۔

شکر کی کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب :۔

شکر کی پہلی صورت یہ ہے کہ گلہ نہ ہو' بندوں کا گلہ بھی نہ ہو' خالق کا گلہ نہ ہو' زندگی کا گلہ نہ ہو اور شب و روز کا گلہ نہ ہو۔ زندگی کا حاصل اور محرومی کے مطابق جائزہ نہ لو۔ شکر کی تعریف یہ ہے کہ زندگی کو حاصل اور محرومیوں کی شکل میں نہ تولو کہ کیا کھویا اور کیا پایا ہے۔ آپ نے نہ کھویا ہے اور نہ پایا ہے بلکہ اس کا مال اس کے گھر واپس آیا ہے۔ بس یہ سیدھی سادی بات ہے۔ اس میں کھونا نہیں ہے اور پانا نہیں ہے' صرف آنا ہے اور چلے جانا ہے۔ اور شکر کی بات یہ ہے کہ زندگی میں اپنی Comfort کو' عافیت کو' عطا کرنے والے محسنوں کو تلاش کرو اور محسن کے احسان کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے شکر کی یہ شکل بتائی ہے کہ جس نے انسان کا شکر نہ ادا کیا اس نے میرا کیا شکر ادا کرنا ہے۔ اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو' یہ First and foremost ہے' انتہائی اہم

ہے۔ اور جب ان کا شکر ادا کر لیا ہے تو اپنے محسنوں کا بھی شکر ادا کرو۔ اپنے ان قواء کا شکر ادا کرو جو آج تک مفلوج نہیں ہوئے۔ ہاتھ کا شکر ادا کرو کہ اس کی مہربانی ہے کہ ابھی تک چل رہا ہے ورنہ ہاتھ شل ہو جاتے ہیں۔ جو گیا اس کو بھول جا اور جو بچا اس کا شکر ادا کر۔ شکر کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ شکر تکالیف میں گنگناتا ہے۔ تکالیف کا اعلان نہ کرنا شکر کی انتہائی شکل ہے۔ تکلیف کا اظہار نہ کرنا' شکر کے درجے میں داخل ہونے کے برابر ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تکلیف کو برداشت کرنا' آدھا شکر ہے۔ پھر تکلیف پہ مسرت کر کہ اللہ کو یہی پسند ہے۔ کسی زمانے میں اس نے راحت کی چٹھی لکھی تھی' وہ بھی اسے بڑی پسند تھی اور وہ بھی اس نے لکھی تھی۔ اب یہ چٹھی آ گئی ہے تو یہ بھی پسند کر۔ چٹھی تو اس کی ہے۔ پھر اور چٹھی آئے گی کہ دستخط کر کے فوراً" آ جا تو وہ بھی قبول کرنا۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ شکر کرنے والا انسان اپنی نعمتوں میں جو اس کے پاس ہیں' اس میں لوگوں کو شریک کرنا پسند کرتا ہے۔ تو آپ اپنی نعمتوں میں ان لوگوں کو شریک کرنا جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ تو اپنی آسائشوں میں اور حاصل ہونے والی نعمتوں میں ان لوگوں کو شریک کر جن کے پاس یہ آسائشیں اور یہ نعمتیں نہیں ہیں۔ شکر فیاض ہوتا ہے اور دوسروں کو عطا کرتا ہے۔ شکر غریب ہو کے بھی فیاض ہوتا ہے۔ غریب بھی بڑا سخی ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ سوال کیا گیا کہ غریب سخی کیسے ہو سکتا ہے؟ غریب اس طرح سخی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑ دے تو وہ سخی اور غنی ہو گیا۔ اگر آپ تکلیف میں ہیں تو لوگوں سے اپنے حالات پوشیدہ رکھیں۔ اگر آسانی میں

سے گزر رہے ہیں تو لوگوں کو اس میں شریک کریں۔ آپ اپنے غم میں لوگوں کو Involve نہ کرنا' شریک نہ کرنا کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی غم بڑے ہیں۔ تو یہ شکر کی تعریف ہے۔ آپ دوسرے لوگوں کو اپنے اعمال سے' اپنے مال سے اور اپنے خیال سے آسانی عطا کریں۔ یہ زندگی کا شکر ہے کہ لوگوں کی زندگی سے Burden کم کریں' لوگوں کو آسانیاں دیں۔ یہ زندگی کا شکر ہے کہ یہ زندگی کسی اور زندگی کے کام آئے۔ شکر کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان ہمہ حال سجدے کی کیفیت میں رہے۔ شکر سرنگوں ہو جاتا ہے۔ شکر پھل دار شاخ ہے جو جھک جاتی ہے۔ گلہ بے ثمر شاخ ہے جو اکڑ جاتی ہے۔ شکر کے اندر Wisdom ' دانائی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو شخص Complaint ' گلہ' شکوہ اور شکایت کا پروگرام بنائے گا وہ ٹوٹ جائے گا۔ شکر کرنے والے کا پروگرام نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس کو بنا بنایا ملتا ہے۔ شکر کرنے کی بے شمار حالتیں ہیں۔ ہر حال شکر والا حال ہے۔ شکر ایک عادت ہے' ایک کیفیت ہے' ایک مزاج ہے۔ شکر کرنے والے ہر حال میں شکر کریں گے۔ اپنی زندگی بناؤ' ضرور بناؤ لیکن زندگی کو بوجھ نہ بناؤ کہ ہارٹ ٹربل ہو جائے۔ زندگی گزر رہی ہے تو بس گزر رہی ہے' آج کا دن گزرا تو شکر ہے کہ آج کا دن تو گزر ہی گیا' شام آئی ہے آج کی' کیونکہ صبح آپ کہہ رہے تھے کہ شام نہیں ہو گی' دن بڑا مشکل ہے' کیسے گزرے گا۔ مگر یہ گزر گیا۔ پھر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی تب مرنے کا ایک وقت آئے گا' پھر کیا ہو گا؟ سب ہو ہی جائے گا۔ اس لئے یہ وقت کشاں کشاں گزرتا جا رہا ہے' آپ سکون سے' آرام سے' اللہ کے رحم سے اور شکر سے چلتے جائیں۔ اب کسی پیغمبر نے نہیں آنا اور

مسلمانوں کو دِقت یہ ہو رہی ہے کہ آپ نے ماضی سے رابطہ کرنا ہے' مستقبل سے رابطہ نہیں کرنا۔ پرانے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ جہاں کوئی تعلیم سمجھ نہیں آتی تھی تو نیا پیغمبر آ جاتا تھا۔ مگر اب نہیں آئے گا۔ اب اولیاء کرام سے رابطہ ہو گا۔ جس بزرگ سے آپ کی نسبت ہو' اس کے لیے میں آپ کو بات بتا رہا ہوں۔ جس بزرگ سے آپ کی نسبت ہو' ماضی میں اس کے نام سے وابستہ ہو جانے کے بعد' اپنے عمل کا جائزہ لے لو۔ وہ کام کرو جو انہوں نے کیا کہ یہ کام وہ کیا کرتے تھے۔ یا وہ کام نہ کرو جو آپ کے خیال میں ان کو پسند نہ ہو۔ پھر آپ کو فیض مل جائے گا۔ کسی بزرگ کی پسند کا خیال رکھنا ہی اس سے فیض لینے کے برابر ہے۔ آج کی زندگی میں کل کے بزرگوں کا خیال رکھنا فیض ہی فیض ہے۔ آج کے دور کا انسان بڑا مصروف ہے۔ کسی نے پوچھا کہ تو کیسے یاد کر رہا ہے؟ کہتا ہے میں ماضی کو یاد کر رہا ہوں' ہمارے بزرگ ہیں' ہم ان کو مانتے ہیں۔ جن کو آپ مان رہے ہیں تو ان کا فیض تو ہو گیا۔ یہ زندگی جس میں لوگ کسی کو نہیں مانتے' آپ ماننے والے پیدا ہو گئے اور یہ فیض کی دلیل ہے۔ فیض کی ابتدا یہ ہے کہ انسان ماننے والا بن جاتا ہے۔ ماننے والا یقین سے مانے تو فیض لینے والا بن جاتا ہے۔ پھر جب اس بزرگ کا عمل آپ کی زندگی میں اتر جائے تو پھر یہ اور قسم کا فیض ہو گیا۔ اگر آپ کا عمل ان کی خوشنودی کا باعث بن جائے تو پھر آپ کے لئے اور طرح سے آسانی آ گئی' فیض آ گیا۔ تو آپ اپنے اعمال کو ان کی نسبت سے کیا کرو' بزرگوں کو یاد رکھا کرو اور شکر کیا کرو کہ آپ کو اسلام عطا ہوا۔ آج لوگوں کو اسلام کی بات سمجھ نہیں آ رہی۔ جب سمجھ آئے

گی تو کافر چیخیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ وقت آئے گا کہ جب کافر جو آج مال پر اتراتا ہے اور فخر کرتا ہے زندگی کی کامیابی پر، وہ زور سے چلائے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا! اس دن کے لیئے آپ آج ہی فیصلہ کرو۔ اس دن میں خوش رہنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ آج کا غم بھی قبول کرو۔ بس ہمیشہ کے لیئے زندگی خوش ہو جائے گی۔

سوال :۔

کیا ہمیں تبلیغ کرنی چاہیے؟

جواب :۔

جب تک آپ کو بات کی سمجھ نہ ہو تو آپ بات کو بیان نہ کرنا اور اگر کافروں کے علاقے میں تبلیغ کرنے چلے گئے تو وہ آپ کو ماریں گے۔ تو بیان کرنے سے پہلے اس کی اجازت ہوتی ہے، پھر آپ بیان کریں۔ آپ اگر سمجھے بغیر جا کے بیان کرنا شروع کر دو کہ صاحبان، مہربان، سنو اسلام کی بات، تو دوسرے آدمی آپ کو اڑا کے رکھ دیں گے۔ حکومت اسلام نافذ نہیں کر سکتی۔ میں نے آپ کو ایک بات بتائی تھی کہ ہمارے ہاں تبلیغ کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ تبلیغ بغیر تعلق ہو رہی ہے۔ تو آپ تعلق پہلے بناؤ اور تبلیغ بعد میں کرو۔ جو آدمی آپ کو نہیں مانتا وہ آپ کی بات ہی نہیں مانتا اور جو آپ کو مانتا ہے وہ آپ کے کہنے پر سب کچھ ہی مانتا ہے، اس حد تک کہ لوگ ایک دوسرے کے کہنے پر گناہ کر لیتے ہیں۔ تو ماننا جو ہے وہ تعلق کا ماننا ہوتا ہے۔ اس لیئے آپ پہلے تعلق بناؤ اور بے تعلق تبلیغ سے باز آؤ۔ ایسے ہی کسی سے کلمہ

نہ سننا شروع کر دینا۔ آپ کو تبلیغ کا حق ہے۔ آپ پہلے تعلق بناؤ پھر تبلیغ کرو تاکہ ان کو آپ کی بات سمجھ آئے اور آپ کو ان کی بات سمجھ آئے۔ خالی تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ۔ اگر آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو اس کے لیئے آپ کو اجازت لینی پڑے گی کہ میں نے تبلیغ کرنی ہے۔ آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ تبلیغ نہ ہی کرو۔ خواہ مخواہ لوگ آپ کو پریشان کریں گے اور آپ کا مذاق اڑائیں گے۔

اب آپ لوگوں کے لیئے دعا کرنی چاہیئے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی اور دنیاوی طور پر کامیاب زندگی عطا فرمائے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان مشکلات کو دور فرمائے جو آپ کے دنیا کے راستوں میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اور جو آپ کے دین کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ آپ کو آپ کے حقوق مل جائیں۔ آپ پر آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ پر خاص مہربانی فرمائے۔

و صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

○...☆...○

ے
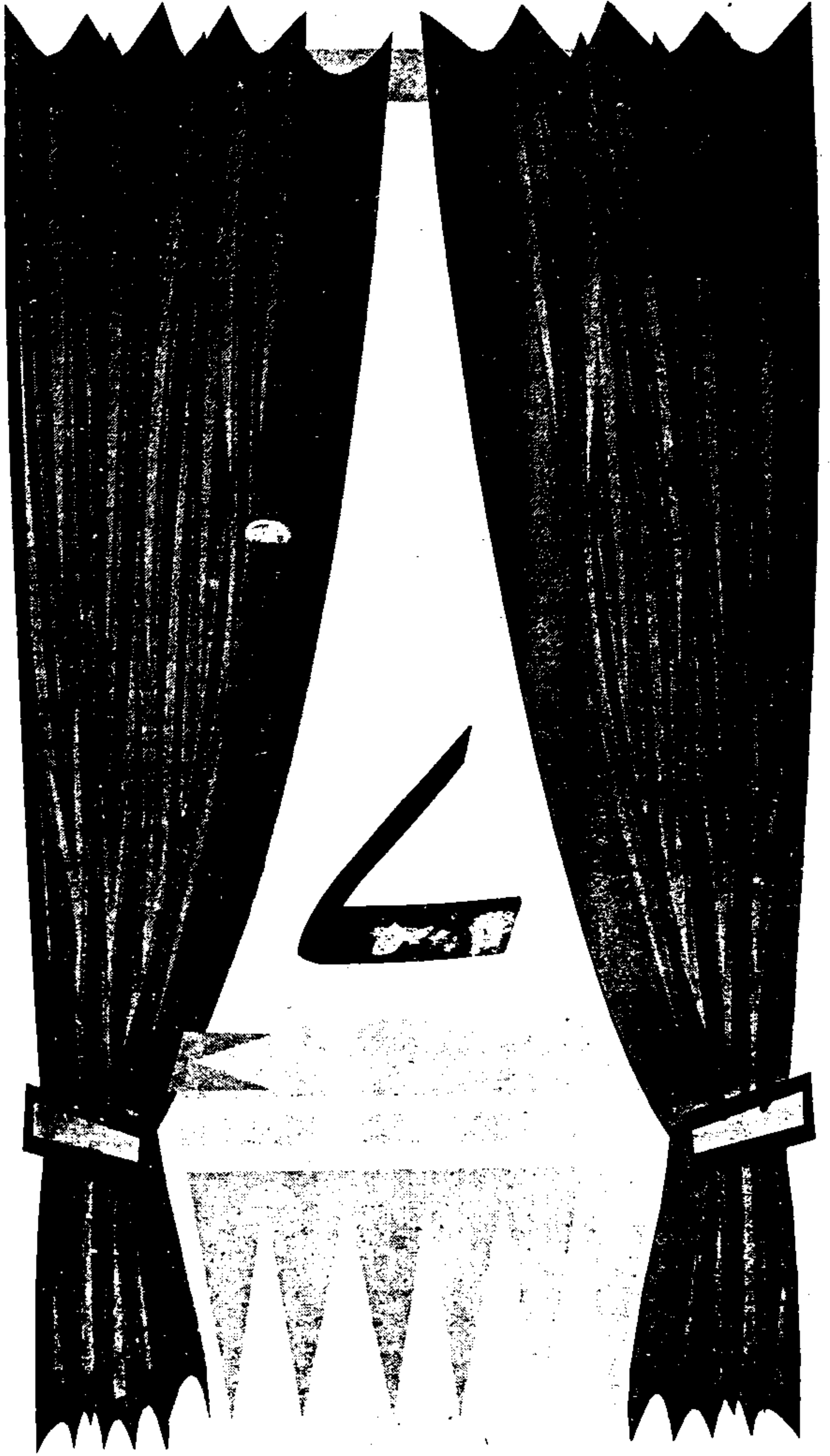
۱ تصورِ شیخ کا مدعا اور مفہوم کیا ہے؟

۲ کیا دعا سے واقعات بدل سکتے ہیں اور مسائل حل ہو سکتے ہیں؟

۳ توبہ کے بعد توبہ کیوں کی جاتی ہے ؟

۴ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عروج سے نوازا تو پھر انسان میں شر کیسے پیدا ہو گیا؟

سوال :۔

تصوّرِ شیخ کا مدعا اور مفہوم کیا ہے؟

جواب :۔

انسان جب زندگی میں سفر کر رہا ہو تو سفر کرتے کرتے، غلطی کا یا راستہ چھوڑنے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ وہاں پر اصلاح کرنے کے لیئے نیکی موجود ہوتی ہے کہ یہ نیک راستہ ہے اور اس پر آپ چلتے جائیں۔ وہ راستہ انسان کو یاد بھی رہتا ہے لیکن جب کوئی نیک دوست ہم سفر ہو تو یہ فطری بات ہے کہ انسان کا وہ راستہ پکا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بات کو یاد رکھنے کی بجائے "شخص" کو یاد رکھنا آسان ہے۔ اس طرح انسان کے ذہن میں خیر اور شر کا خیال قائم رہتا ہے۔ یوں صداقت کی بات یاد رہتی ہے۔ عام طور پر جو انسان ہیں وہ اپنی سمجھ پر زیادہ زور نہیں دیتے۔ زندگی کے اندر سفر کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔ سفر ساری دنیا یہیں کرتی ہے۔ کچھ لوگ انجام کے حوالے یا نتیجے کے حوالے سے سفر کرتے ہیں۔ مثلاً" کوئی شخص محنت کر رہا ہو اور پھر اسے پتہ چلے کہ محنت Fruitful نہیں ہوئی، نتیجہ نہیں لائی، چاہے وہ محنت عبادت کی ہی ہو۔ تو کچھ لوگوں

کے لئے محنت کا جواز یا محنت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ Fruitful ہو' نتیجہ خیز ہو۔ اگر ایک آدمی ریسرچ میں کامیاب ہو گیا اور امتحان میں فیل ہو گیا تو اس کی ریسرچ کو لوگ نہیں مانیں گے کہ یہ شخص علم والا ہے کیونکہ وہ تعلیم میں کامیاب نہیں ہوا۔ دنیا کا سب سے بڑا ڈرامہ نویس شیکسپیئر تھا۔ آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں' سب نے سنا ہو گا۔ کہتے ہیں کہ وہ تیسری جماعت میں سکول سے بھاگ گیا تھا' کہیں اس کو کوئی بچہ پیارا لگا تو اس نے اٹھا لیا اور اس پر چوری کا مقدمہ بن گیا۔ لیکن بچ بچا ہو گیا۔ پھر وہ کسی تھیٹر کمپنی میں جا کے ملازم ہو گیا اور اسے تھیٹر میں پردہ اٹھانے اور گرانے کی نوکری مل گئی۔ تو وہیں سے اسے سوجھ بوجھ پیدا ہوئی۔ ڈرامے میں کبھی بولنا شروع کر دیا اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔ جب لکھنا شروع کر دیا تو اس نے چھتیس ڈرامے لکھے۔ دنیا کے نقاد اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ دنیا کا کوئی کردار ایسا نہیں جو اس کے ڈراموں سے باہر ہو۔ کچھ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ فطرت ڈکٹیشن دے رہی تھی اور شیکسپیئر ڈرامہ نویس کے طور پر لکھ رہا تھا۔ تو اس کے پاس تعلیم تو نہیں تھی لیکن علم بہت زیادہ تھا۔ اسی طرح سقراط ان پڑھ تھا لیکن علم والا تھا۔ پھر سرکار دو عالمؐ کی ذات گرامی ۔

امی مگر فخریباں، صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

آپؐ امی ہیں لیکن فخریباں آپؐ کا لقب ہے۔ تو تعلیم کی بات نہیں بلکہ علم کی بات ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ علم جو ہے وہ تعلیم کے بغیر بھی آ سکتا ہے' اور اکثر آتا ہے۔ تو علم کا حوالہ سوچنا پڑے گا اور پھر کہنا پڑے گا کہ علم جو ہے یہ اللہ کا فضل ہے۔ تعلیم مکتب کی کرامت ہے اور علم فیضانِ

نظر ہے۔ یہ عطائے الٰہی ہے۔ اسی بات کو اقبالؒ نے کہا کہ ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم نے انسان کو اپنی روح کے ساتھ زندہ کیا۔ تو اللہ کی روح تک جب انسان پہنچتا ہے تو وہ اپنے حالات زمانہ سے ہٹ کے ہی وجود سے روح تک پہنچتا ہے۔ پھر تو علم ہی علم ہوتا ہے۔ اگر آپ پاکستان اور انڈیا کے ایسے شعراء کو دیکھیں تو پھر آپ کہیں گے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی علم ہے۔ شاعروں میں تو آپ اقبالؒ کا نام لیں گے کہ اس کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی عنایت ہے کہ وہ ایسی بات کرتا ہے جو کہ کوئی خاص ہی بات ہے' اس بات کا رنگ اور ہے' انگ اور ہے اور مزاج اور ہے۔ اگر آپ اقبالؒ سے پوچھو کہ یہ سارا علم آپ نے کہاں سے لیا تو پھر اقبالؒ آپ کو بتاتا ہے کہ یہ علم جو ہے یہ پیر رومیؒ سے ملا۔ اقبالؒ تسلیم کرتا ہے کہ مجھے یہ فیض پیرِ رومیؒ سے ملا ہے ورنہ اقبالؒ کے پاس جو تعلیم تھی اس کے بارے میں خود کہتا ہے ؎

پڑھ چکا میں سب علومِ شرق و غرب
رُوح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

اقبالؒ کے پاس ویسٹ کی ساری تعلیم ہے' فلسفہ بھی ہے' لاء بھی ہے' لٹریچر بھی ہے اور دوسرے علوم بھی ہیں مگر اس کی روح میں درد اور کرب ابھی باقی تھا۔ مگر جب اسے علم ملا تو اس نے کہا کہ یہ علم مجھے مولانا رومؒ کی نگاہ سے ملا۔ خود مولانا رومؒ نے اپنی کہانی بڑی واضح لکھی

ہے۔ وہ اپنے دور کے بڑے عالم تھے۔

ایک روز وہ مسجد میں، مکتب میں بچوں کو تعلیم دے رہے تھے، فقہ اور حدیث پڑھا رہے تھے۔ وہاں پر ایک درویش آئے۔ وہ اپنے انداز کے پرانے لباس میں ملبوس تھے۔ انہوں نے کتابیں دیکھ کر مولانا رومؒ سے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ تم کیا جانو، یہ وہ علم ہے جو تیری سمجھ سے باہر ہے۔ وہ درویش کامل تھے، انہوں نے مولانا رومؒ کی ساری کتابیں اٹھا کر وضو کرنے والے تالاب میں ڈال دیں۔ مولاناؒ بڑے پریشان ہوئے، انہوں نے کہا تم نے میری زندگی کی ساری محنت ضائع کر دی، میں تباہ اور برباد ہو گیا۔ جب مولاناؒ رونے لگے تو اس درویش نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور خشک کتابیں باہر نکال دیں۔ مولانا رومؒ نے دیکھا کہ ساری کتابیں خشک تھیں۔ اس درویش نے گرد بھی جھاڑ دی۔ تو مولاناؒ کہنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ درویش بولے کہ تو کیا جانے کہ یہ کیا ہے؟ بس یہ کہنا تھا کہ مولاناؒ کے تعلیم کے وجود کو آگ لگ گئی۔ اور پھر درویش آگے آگے اور مولاناؒ ان کے پیچھے پیچھے۔ بھاگے، دوڑے لیکن درویش غائب ہو گیا۔ کچھ روائتیں ہیں کہ وہ دو سال بعد ملا اور کچھ کہتے ہیں کہ

تین سال بعد اس نے زبان کھولی۔ تب مولاناؒ نے کہا کہ تین سال ہوئے اور اب آ کے آپ نے بات کی ہے، آپ نے یہ مجھے کیا سزا دی ہے۔ وہ درویش کہنے لگے کہ تیرے تین سال لگے ہیں لیکن میں تیرے انتظار میں بیس سال بیٹھا رہا کہ کہیں تو Mature ہو، شعور میں آئے تو میں تجھ سے بات کروں۔ بات یہ ہے کہ وہ جو تو علم دے رہا تھا وہ جہالت پر مبنی ہے اور جب تک تجھے اصل کا پتہ نہ ہو تو تُو کیا پڑھائے گا۔ پھر مولاناؒ کو

جب اس نے راز اور رموز بتائے تو پھر مولانا رومیؒ نے لکھا کہ ۔

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

تو مولاناؒ کو علم کہاں سے ملا؟ شمس تبریزؒ سے ملا۔ ان کی بہت ساری نظمیں ہیں جو اپنی مستی کے عالم میں انہوں نے کہیں ۔

دم ہما دم علیؓ علیؓ

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کہاں سے علم ملا تو انہوں نے کہا کہ مجھے "باب العلم" سے علم ملا۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ کہ مجھے علم مولا علیؓ کی ذاتِ گرامی سے بہ نفسِ نفیس ملا۔ پھر اگر آپ مولا علیؓ سے پوچھو کہ علم کہاں سے ملا تو انہیں علم مدینہ۔العلم سرکارؐ کی ذاتِ گرامی سے ملا اور سرکارِؐ دو عالم کو علم اللہ تعالیٰ سے براہ راست ملا۔ تو گویا کہ علم کا راستہ جو ہے یہ سینہ بہ سینہ چلتا ہے اور تعلیم کاراستہ' کتاب بر کتاب چلتا ہے۔ کتاب کا علم جو ہے وہ دیرپا نہیں ہوتا' یاد نہیں رہتا اور ٹھہرتا نہیں ہے اور سینے کا علم جو ہے یہ قائم رہتا ہے' سنی ہوئی بات اور سنانے والا چہرہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ اگر بات کے ساتھ ساتھ بات سنانے والے کی یاد قائم ہو جائے تو کہتے ہیں کہ تصوّرِ شیخ قائم ہو گیا۔ مثلاً" یہ بات تو فلاں ہمارے بزرگ نے بتائی تھی اور بزرگ کا ٹائم آ گیا لیکن بات یاد رہ گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ایک عنایت ہے۔ سورۂ یوسف آپ پڑھو تو اس میں ایک بات ہو رہی ہے اور بیان ہو رہا ہے کہ اس عورت نے دروازے بند کر دیے۔ قالت ھیت لک اچانک ایک واقعہ ہوا تو اللہ نے کہا یوسف اعرض عن ھذا اے

یوسف اس کام سے اعراض کر جا۔ یعنی کہ ایک واقعہ ہو رہا ہے اور وہ واقعہ یوسف علیہ السّلام کے ساتھ ہو رہا ہے' واقعہ جو ہے وہ ترغیب ہے اور اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز آتی ہے۔ یوسف اعرض عن ھذا یہ فقرہ جو ہے یہ کہیں سے آتا ہے کہ یوسف اعراض کر جا' گریز کر جا۔ اب یہ Sentence جو ہے کہاں سے آیا ہے کیونکہ وہاں کوئی انسان نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک آواز تھی یا کچھ لوگ کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی آواز تھی۔ پیغمبر کے لیئے تو پھر اللہ ہی کی آواز ہوتی ہے۔ تو گویا کہ زندگی میں جہاں کہیں قدم کے ڈگمگانے کا اندیشہ ہوتا ہے' وہاں پر کسی نہ کسی چیز کی آواز آ جاتی ہے' کسی نہ کسی چہرے کی یاد آ جاتی ہے۔ اکثر لوگ جو نیک ہوتے ہیں ان کو پاس بٹھا کر پوچھا جائے کہ کیوں تو اتنا نیک ہوا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں خدا کے خوف سے تو نیک نہیں ہوا بلکہ میں اپنے ابا کے خوف سے نیک ہوا ہوں۔ یعنی کہ نیکی کا ابتدائی بلکہ ابتدائی سے لے کر آدھے سے زیادہ راستہ انسان ماں باپ کے خوف سے طے کرتا ہے۔ کچھ لوگ سماج میں بدنامی کے ڈر سے نیک ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ ہوتے نیک ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی لگن جو ہے یہ دیر سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں باپ کا چہرہ یاد آ جاتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ میرے باپ کو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے متعلق کوئی غلط خبر پہنچ جائے اور ابا جان کے دل میں اس سے ملال ہو کہ بیٹے کے بارے میں غلط خبر آ گئی ہے۔ تو یہ بھی باپ کی خدمت ہے کہ آپ اپنی خبریں جو ہیں اپنے باپ کے حق میں اچھی پیدا کریں۔ تو یہ شیخ کا تصوّر ہے۔ تصوّر کے ذریعے چلتے چلتے وہ صورت یاد آ

جاتی ہے۔ کبھی آپ طالب علم کو دیکھیں، طالب علم تو آپ بھی رہے ہوں گے، کہتے ہیں کہ امتحان میں کوئی سوال اٹک جائے تو اگر اچانک استاد کا چہرہ یاد آ جائے تو پھر سوال حل ہو جاتا ہے۔ ایسا واقعہ ضرور ہوتا ہے اور سوال حل ہو جاتا ہے۔ آپ یہ بھی دیکھیں کہ آپ مشکل مرحلے سے گذر رہے ہوں تو اگر مانوس چہرہ آپ کے پاس سے گذر جائے تو پھر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ صرف چہرہ گذر گیا ہے اور اس نے کچھ کیا نہیں۔ تو وہ چہرہ جو آپ کے دل کو قرار دے، وہ آپ کے ذہن کو بھی بیدار کر دیتا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اور وہ چہرہ جو آپ کے دل کو پریشان کرے وہ ذہن کو بھی پامال کر دیتا ہے۔ تصوّرِ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کا چہرہ جب زندگی کے صحرا میں یاد آ جاتا ہے تو زندگی کو نخلستان بنا جاتا ہے۔ اسی طرح چہرے کی داستان چلتی ہے کہ درود شریف چہرے کے قرب کے لیئے ہے اور اس کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا والضحیٰ چہرہ، زلف واللیل والضحیٰ چہرہ، یہی چہرہ نشان وجہ اللہ ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو، اللہ کا چہرہ ہے۔ اصل میں اللہ کا اپنا چہرہ تو ہے کوئی نہیں ۔

یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ
ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ

خدا کا تو اپنا چہرہ ہی کوئی نہیں ہے۔ تو گویا کہ چہرے کا علم جو ہے یہ تصوّرِ شیخ کا علم بنتا ہے کہ وہ چہرہ جب یاد آ جائے تو زندگی میں اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے۔ خاص طور پر جب آپ تذبذب میں ہوں، فیصلہ نہ کر سکیں، تو

جس موڑ پر وہ چہرہ آپ کو فیصلے کا راستہ بتائے تو وہ فیصلہ آپ کے لئے صحیح ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوں ضرور ہوتا ہے ایک راستہ ادھر کو جا رہا ہے تو ایک راستہ ادھر کو جا رہا ہے۔ ایک غلط ہے اور ایک صحیح ہے۔ جب آپ غلط راستے پر چلتے ہیں تو آپ کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور شیخ کا چہرہ یاد نہیں رہتا۔ صحیح راستے پر چلیں تو آپ کے شیخ کا چہرہ نمایاں رہتا ہے۔ تو گویا کہ پھر وہ راستہ صحیح ہو گیا۔ صرف چہرے کی یاد سے راستہ صحیح ہو جاتا ہے۔ تو بات اس طرح ہے کہ شیخ اپنا تصور یوں دیتا ہے کہ جس طرف شیخ کا تصوّر قائم رہتا چلا جائے' وہ راستہ صحیح ہے۔ کیونکہ غلط راستے پر وہ تصور قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لیے آپ کے پاس یہ پہچان بن جاتی ہے کہ میں نے کیا کام کرنا ہے' وہ کام کرنا ہے جس کام کے بعد وہ تصور ختم نہ ہو جائے۔ زندگی میں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنے کی یہی ایک پہچان ہے اور یہی ایک واحد فارمولا رہ جاتا ہے کہ اس راستے پر میں گیا تو تصور مجھ سے چھن گیا۔ کیا چھن گیا؟ کہ وہ تصور چھن گیا اور وہ جلوہ گری ختم ہو گئی۔ تو پتہ چلتا ہے کہ کہیں نہ کہیں غلطی ہو گئی ہے۔ غلطی والے کہتے ہیں کہ شیخ کے پاس گئے تو اس دفعہ وہ ٹھیک طرح سے ملے نہیں ہیں ضرور مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ اگر آپ نیکی کر کے جائیں تو شیخ استقبال کریں گے "ہاں بھئی آ گئے ہو ہم تو آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ سب ٹھیک ہے' قربانی دے آئے ہو؟ وہ کیسا واقعہ تھا' ہاں چلو ٹھیک ہے منظور ہے"۔ انہیں پتہ ہوتا ہے۔ گویا کہ تصور شیخ قائم رہے' شیخ کا قرب رہے تو وہی راستہ صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً" ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں "اللہ اللہ" اگر اس عالم میں اللہ کریم کے محبوبؐ

یا آپ کے کوئی محبوب تشریف لائیں تو آپ اپنے اس ماحول کا جائزہ لیں کہ وہ پاکیزہ ہے یا نہیں۔ یعنی اگر ہم اللہ کا قرب مانگتے ہیں کہ یا اللہ مہربانی فرما، تو جس ماحول میں بیٹھ کے ہم اللہ کو پکار رہے ہیں، اگر وہ ماحول اللہ کو پیش کرنے والا ہو گا تو ہی اسے بلائیں گے۔ یعنی جب آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں تو پہلے ماحول کو پاکیزہ کرتے ہیں اور پھر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اگر انسان کی زندگی میں، گھر میں ایسا ماحول ہو کہ شیخ اچانک وہاں آ جائیں اور وہ شخص یہ کہے کہ یہ اس وقت کیوں آئے ہیں تو اس کی زندگی ہی غلط ہو گئی۔ جو انسان ہمہ وقت ایسی حالت میں تیار نہیں پایا جاتا جس حال میں اس کا مقدس بزرگ وہاں پہنچ سکے تو وہ حالت غلط ہے۔ یعنی کہ پھر آپ اپنی زندگی میں اپنی حالت کو، اپنے حال کو اس کی موجودگی کے حوالے سے اصلاح کرتے ہیں۔ تو آپ اللہ کی موجودگی بھی سمجھ لو اور اللہ والوں کی موجودگی بھی سمجھ لو۔ گویا کہ زندگی میں وہ شخص جس کو یہ یقین ہو کہ میرا شیخ میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے، تو وہ شخص غلطی نہیں کرے گا اور گناہ نہیں کرے گا۔ مثلاً" ایک آدمی شیخ کے پاس گیا۔ شیخ نے اس کو بتایا کہ تم آج ان ان راستوں سے ہو کے آئے ہو۔ اسے یقین ہو گا کہ میرے حال سے یہ باخبر ہے اور محرم ہے۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ شیخ میرے حال سے باخبر ہے تو ہر وقت اس کا چہرہ یاد رہتا ہے اور کبھی آواز بھی آ جاتی ہے۔ تو وہ اس چہرہ کی موجودگی میں کیسے غلط جگہ جائے گا۔ تو شیخ کا تصور جو ہے یہ خود بخود ہی غلط راستے سے نجات کی راہ ہے اور اس کے ذریعے آپ غلط راستے سے بالکل نجات پا جاتے ہیں کیونکہ اس تصور کی وجہ سے ہی بچنے کے لیئے یہ واقعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ

وہ شخص پھر کوئی غلط کام نہیں کر سکتا اور اس ماحول میں شیخ کو نہیں بلا سکتا۔ مثلاً" آج کسی گھر میں رقص ہو رہا ہے' ڈسکو ہو رہا ہے تو پتہ چلا کہ شیخ بھی شہر میں آ گئے ہیں' تو پھر آپ ایسی حرکت نہیں کر سکیں گے جس سے آدمی کو یہ یقین ہو کہ میرا شیخ ہر دم میرے ساتھ ہے' میرے ہر حال سے باخبر ہے تو کبھی اس کا حال برا حال نہیں ہو گا۔ شیخ اپنا تصوّر اس وقت مرید کو دیتا ہے جب اسے یہ پتہ چل جائے کہ مرید کی حالت خراب نہیں ہوتی۔ ورنہ تو پھر شیخ کو مرید کے ساتھ برائی کے راستے پر بھی جانا پڑ جائے گا۔ اس لیئے جب مرید برائی کے راستوں سے دور رہے تو شیخ کا تصوّر ساتھ ساتھ چل پڑتا ہے کیونکہ نیک راہوں پر ہی تو شیخ چلنے والا ہوتا ہے اور چلانے والا ہوتا ہے۔ اس لیئے تصوّرِ شیخ اس مرید کو دیا جاتا ہے جو اس تصوّر کو غلط راستوں پر نہ لے جائے۔ یہ شیخ کا سایہ ہے۔ تو تصوّر شیخ ہی آپ کی زندگی میں آپ کو سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز بتا جاتا ہے۔ تصوّرِ شیخ ہی آپ کو غلط راستے سے صحیح راستے کی طرف لے جاتا ہے۔ زندگی میں جب آپ فیصلے نہ کر سکو تو وہاں تصوّرِ شیخ فیصلہ کرا دیتا ہے اور یہی ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو اپنے آپ کے علاوہ کسی اور طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی۔ یہ تو بڑی مہربانی ہوتی ہے۔

حصارِ وقت کو میں توڑ کر نکل نہ سکا
تیرے جمال کا پہرہ لگا رہا ہر سُو

جب آپ غلطی کی طرف جانے لگتے ہیں تو آپ کا شیخ آگے سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ کدھر جا رہے ہو۔ گویا کہ شیخ کا تصوّر حصار بنا دیتا ہے۔ شیخ کا تصوّر نیکی پر مائل کر دیتا ہے۔ شیخ کا تصوّر آپ کے راستے کو

جگمگا دیتا ہے اور آپ کے باطن کا فیصلہ کرا دیتا ہے اور یہ ان لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو اس تصور کو ملوث نہ کریں۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو تصوّرِ شیخ عطا نہیں ہوتا کیونکہ ان کی زندگی ویسے نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے پوچھا تو خدا کو یاد کیوں نہیں کر رہا تو وہ کہتا ہے کہ میں اس حال میں خدا کو کیسے بلاؤں کیونکہ زندگی میری پاکیزہ نہیں ہے۔ اب میں خدا کو بلاؤں تو کس حال میں بلاؤں کیونکہ میری زندگی تو پاک نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک یہ بھی ادب کا ایک مقام ہے کہ "ہماری زندگی اس قابل نہیں ہے"۔ اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ سرکارؐ گھر میں تشریف لاتے ہیں تو آپ اس وقت دعوت دو گے کہ سرکارؐ ہمارے گھر بھی تشریف لائیں جب آپ کا گھر پیش کرنے کے قابل ہو گا۔ اگر آپ کے گھر میں نیک لوگوں کا نیک بزرگوں کا اور نیک روحوں کا آنا جانا ہے تو خود بخود گھر کی دیواریں نیک ہونا شروع ہو جائیں گی اور بہت ساری غلط تصویریں اترنی شروع ہو جائیں گی۔ آپ کے گھر میں بزرگوں کے دو چار چکر لگ جائیں تو آپ کے گھر کے قصے بدل جائیں گے' دیواریں بدل جائیں گی' رستے بدل جائیں گے' سامان بدل جائے گا اور آٹومیٹک ہی گھر کی حالت بدل جائے گی' دیواروں پر خانہ کعبہ کی تصویریں لگ جائیں گی تو آپ کے گھر میں یہ جو شیخ آتے ہیں' بزرگ آتے ہیں' پیر صاحب آتے ہیں تو ان کا دو چار مرتبہ آپ کے گھر میں آنا جانا یہ اثر کرتا ہے کہ گھر کا سارے کا سارا نظام بدل جاتا ہے۔ اگر آپ کا انگریز دوست آئے تو وہاں پر رقص والی تصویر لگ جائے گی۔ یہ سب خود بخود ہی ہوتا ہے کہ جیسی آپ کی Association ہو' جیسی وابستگی ہو تو ویسی ہی زندگی خود

بخود بن جاتی ہے۔ اس لئے شیخ جب اپنا تصور دیتا ہے تو آپ کی زندگی پاکیزگی کی طرف مائل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ تصورِ شیخ جو ہے یہ پاکیزگی کی ضمانت ہے۔ اور یہ ہمیشہ رہتا ہے۔ مثلاً" آپ نے دو سوالوں میں جواب دینا ہے کہ فلاں چیز یہ ہے یا وہ ہے یعنی آپ سے سوال پوچھا گیا کہ زندگی یہ ہے یا زندگی وہ ہے۔ جب تصورِ شیخ مل گیا تو پھر وہ صحیح جواب دے گا۔ تو گویا کہ تصورِ شیخ صحیح فیصلہ کرا دیتا ہے' صداقت بتا دیتا ہے اور زندگی میں پاکیزگی پیدا کر دیتا ہے۔ اس راستے پر تصورِ شیخ چلائے گا جو راستہ چلنے کے قابل ہو۔ اس جگہ پر آپ درود شریف بیٹھ کے پڑھیں گے جو جگہ بیٹھنے کے قابل ہو۔ اگر گھر اس قابل نہیں تو پھر سرکار دو عالمؐ کو دعوت نہیں دیں گے اور اگر گھر مقدس ہو جائے اور پاکیزہ ہو جائے تو پھر سرکارِ گرامیؐ کو دعوت دیتے ہیں۔

سوال :۔

کیا دعا سے واقعات بدل سکتے ہیں اور مسائل حل ہو سکتے ہیں؟

جواب :۔

یہ تیرے ہی سپرد ہے۔ یہاں انسان کی کوئی کوشش کام نہیں آ سکتی۔ انسان اللہ سے کہتا ہے کہ یہ مریض ہے' بیمار ہے' میرا رشتہ دار ہے' مجھ سے بڑا ہی پیار کرتا ہے؟ اب یہ تیرے ہاتھ میں ہے کہ یا اللہ تو اس کی صحت کی حفاظت کر۔ تو یہاں پر دعا پیدا ہو جاتی ہے۔ یا جس مقام پر ڈاکٹر نے جواب دے دیا تو وہاں پر دعا کا مقام پیدا ہو جاتا ہے۔ تو دعا جو ہے وہ اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ دعا کا معنی قوت کو بلانا' وہ قوت جو آپ کی قوت

کو کسی نتیجے کی طرف لگا دے۔ لیکن اصل میں جو صاحبانِ قوت ہیں، دعا وہ بھی کرتے ہوں گے۔ دعا شرط نہیں ہے، دعا Condition نہیں ہے، یہ نہ کہنا کہ "یا اللہ ہم تمہیں مانیں گے اگر تو تُو نے یہ دعا قبول فرما لی" میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ اللہ کریم جو ہے اپنے مقرّبین کی دعا بھی کبھی کبھی نظر انداز فرما دیتا ہے۔ اللہ تو اللہ ہے، اللہ مالک جو ہوا۔ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ کتنے ایسے بزرگ ہیں جن کی دعاؤں کو اللہ کریم نے قبول نہیں فرمایا۔ خاص طور پر نوح علیہ السلام کا واقعہ جو ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے دعا مانگی تو ان کو بیٹا اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔ اور کتنے ہی پیغمبر ہیں جن کے باپ ان کے دین پر نہیں آئے۔ انہوں نے بھی دعا مانگی ہو گی لیکن منظور نہیں ہوئی ہو گی۔ اسی طرح پیغمبر ہیں اور بیوی دین پر نہیں ہے، تو دعا تو مانگی ہو گی۔ مقصد یہ ہے کہ دعا قبول ہونا شرط نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا تعلّق ہے وہ دعا بنتا ہے کہ یا اللہ ایسا واقعہ ہو جائے یا پھر جو واقعہ ہو رہا ہے اس کے ساتھ آپ کی رضا مندی شامل ہونی چاہیئے۔ دعا یہاں آ کے کام آتی ہے۔ دعا سے اگر وہ مسائل حل نہ ہوں تو کم از کم مسائل کی حقیقت سمجھ آ جاتی ہے کہ

میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دعا کا مقام کب پیدا ہوتا ہے یا دعا کی ضرورت کب پیدا ہوتی ہے؟ دعا کی ضرورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب آپ کے اندر ایک ایسی خواہش پیدا ہو جو آپ کی کوشش سے حاصل نہ ہو سکے لیکن اس کا حاصل ہونا ممکن ہو۔ تو جب کوشش سے کچھ حاصل نہ ہو سکے تو وہاں آپ دعا کرتے ہیں۔ یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ جو چیز کوشش سے آپ حاصل کر سکتے ہیں اس کے لیئے آپ دعا

نہیں کرتے۔ جہاں آپ کی کوشش' آپ کی استعداد ختم ہو جاتی ہے لیکن خواہش ابھی باقی ہوتی ہے تو وہاں آپ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ میری خواہش ہے' مجھ میں ہمت نہیں ہے مگر اس کو حاصل کرنا ہے کہ یہ بات میری آرزو میں ہے تو اس لئے تو مہربانی فرما اور میری یہ آرزو پوری کر کیونکہ یہ میری ہمت سے باہر ہے۔ اس کے لئے آپ میں کوئی عمل بھی پیدا ہو سکتا ہے اور بغیر عمل کے بھی وہ بات پوری ہو سکتی ہے۔ زندگی جو ہے کوشش بھی ہے لیکن کوشش کے علاوہ بھی ہے یعنی زندگی نصیب بھی ہے اور کوشش بھی ہے' کون سا ناکام آدمی ہے جو کوشش نہیں کرتا' کون سا مزدور ہے جو کوشش نہیں کرتا اور کون سا گناہ گار ہے جو کوشش نہیں کرتا۔ یہ سب کوششیں ضرور ہوتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اچھا نصیب مانگا جائے۔ نصیب اس کو کہتے ہیں جس کے اندر کوشش جزا کی حق دار ہو اور سزا کی حق دار نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ یہ واقعہ صحیح ہو جائے۔ دعا سے کیا ہوتا ہے؟ یا تو وہ آرزو ختم ہو جاتی ہے یا پوری ہو جاتی ہے۔ دعا کا معنی ہے کہ یہ فیصلہ میں نے اللہ میاں کے سپرد کر دیا۔ مثلاً" یا اللہ بیٹا عطا فرما اور یہ مسائل میرے خود ساختہ ہیں۔ اس لئے جو بزرگ ہیں وہ یہی دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہم ان دعاؤں سے بھی توبہ کرتے ہیں جو تجھے پسند نہیں ہیں۔ ہم وہ دعا بھی نہیں کرنا چاہتے جو تیری بارگاہ میں قبول نہیں ہے۔ سب سے مقبول دعا اور سب سے بہتر دعا اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی یہ ہے کہ یا اللہ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما' یا اللہ مجھے بزرگوں کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرما' جو اللہ کے احکام ہیں وہ آپ کی دعا میں آنے چاہئیں۔

دعا یہ کریں کہ یا اللہ میرے پاس جو وسائل ہیں وہ اس طرح استعمال ہوں کہ میں تیرے قریب ہو جاؤں۔ مال' اینٹ' گارا' پتھر' روڑا' مکان' سامان یہ بھی وسائل ہیں' وسائل میں آپ کا ذہن بھی شامل ہے' وسائل میں آپ کا دل شامل ہے' آپ کی صحت شامل ہے' آپ کی قوت شامل ہے' آپ کی زندگی کے تعلقات شامل ہیں اور آپ کی وابستگیاں شامل ہیں۔ یہ سارے آپ کے وسائل ہیں۔ یا رب العالمین جن وسائل کو میں زندگی کہہ رہا ہوں ان وسائل کا وہ استعمال عطا فرما کہ زندگی کا انجام تیرے قرب میں ہو۔ وسائل تو آپ نے استعمال ضرور کرنے ہیں۔ مثلاً" نظارے دیکھ کر آپ نے بینائی ختم کر لینی ہے۔ اس لیئے دعا یہ کریں کہ آپ کی بینائی ان نظاروں میں صرف ہو جو نظارے منظور ہوتے ہیں تاکہ گمراہی نہ دیکھنی پڑے اور عبرت کے نظارے نہ دیکھنے پڑیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول نظارے دکھائے۔ اسی طرح سماعت ہے' سماعت یعنی کان کا سننا بھی آپ کے وسائل میں سے ہے۔ کان کے سننے کے لیئے قرآن پاک کی تلاوت سب سے بہتر ہے۔ نعتِ رسولِ کریمؐ سب سے بہتر ہے۔ حبیب پاکؐ کی آواز سب سے بہتر ہے' شیخ کی آواز سب سے بہتر ہے' نیک انسانوں کی آواز سب سے بہتر ہے۔ اگر کان کے اندر وہ نغمات سنے جائیں جن نغمات کے پیچھے گناہ حرکت کرتا ہے یا تھرکتا ہے یا دھڑکتا ہے تو پھر سمجھو کہ آپ کے کان نے آپ کا وسیلہ بن کے آپ کو گمراہ کر دیا مثلاً" اچانک کان میں ایک آواز آ گئی اور وہ آواز ہیجان پیدا کر گئی۔ یہ گمراہی کی دلیل ہے۔ کان کے اندر آواز جو جاتی ہے یہ آپ کے دل کو Capture کر لیتی ہے' گھیر لیتی ہے اور اگر دعوتِ گناہ ہو تو آپ کا وجود

میلانِ گناہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ دعوت نیکی کی ہو تو آپ کا وجود نیکی کی طرف چلا جائے گا۔ اس لیئے کان کے وسیلے کا استعمال یہ ہے کہ کان ان آوازوں کو سنیں جو آوازیں صداقت کے راستے کی طرف لے جا رہی ہیں۔ کیونکہ اس دنیا میں دونوں آوازیں آ رہی ہیں' حق کی بھی اور جھوٹ کی بھی۔ دونوں سرگرم عمل ہیں اور فٹا فٹ بولتے جا رہے ہیں۔ کان نے یہ Discrimination کرنی ہے' تمیز کرنی ہے کہ میرے لیئے کون سی آواز اچھی ہے۔ ایک آدمی جو نووارد' معصوم اور بھولا بھالا ہو اور گھر سے داتا صاحبؒ کے عرس پر جائے تو جب وہ بھاٹی چوک پر پہنچے گا تو ساری آوازیں شروع ہو جائیں گی۔ ان سب کو وہ عرس کی آوازیں سمجھتا ہے۔ اگر کہیں تھیٹر کی آواز آ گئی تو آپ اس کو عرس کی آواز نہ سمجھ لینا' تھیٹر ضرور لگے گا' میلہ ضرور ہو گا' سودا ضرور بکے گا' دوکان دار ضرور آئیں گے' وہ واقعہ بھی ضرور ہو گا' مجمعے ضرور لگیں گے مگر یہ سب داتا صاحبؒ کا عرس نہیں ہے۔ آگے جاؤ گے تو عزیز میاں قوالی ضرور کرے گا' اور بھی لوگ قوالی کریں گے۔ قوالی جو ہے یہ بھی داتا صاحبؒ کی آواز نہیں ہے' جس کام کو آپ چلے ہیں' اس کام کے راستے میں اس کام کے نام کے حوالے سے بے شمار آوازیں آ جاتی ہیں اور وہ اکثر آوازیں اس راستے کو روک دیتی ہیں جس راستے پر آپ چل رہے ہوں۔ مثلاً" آپ حج کرنے جا رہے ہیں' حج کے نظام میں اگر پیچیدگی پیدا ہو جائے تو آپ بے کیف ہو سکتے ہیں کہ "چھوڑو جی یہ پاسپورٹ واپس کرو' منہ پر دے مارو اسے"۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ کی کیفیت ٹوٹ جائے گی۔ اگر آپ سرکارِ دو عالمؐ کے روضے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی

نے آ کے کوئی ایسا واقعہ کر دیا تو آپ کی کیفیت خراب ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس راستے پر چلنے والا بڑی احتیاط سے چلے۔ اپنے وسیلے کو احتیاط سے استعمال کرے تا کہ Reaction' ردِّ عمل غلط نہ ہو جائے۔ ذہن کا استعمال آپ کو نیکی بدی کی تمیز کرائے گا۔ ذہن اگر صرف پیسہ ہی سوچے یعنی پیسہ کمانا' پیسہ جمع کرنا ہی سوچے تو وہ حسن کے خیال سے محروم ہو جائے گا۔ کوئی نمازی اگر کہے کہ مجھے تو کچھ بھی زندگی میں نہیں ملا' بس میرے لئے دو نمازیں ہی رہ گئی ہیں' جس آدمی کو پیسہ ملا ہے اور اگر وہ پیسے کو گمراہی میں استعمال کر رہا ہے تو تیری نماز اس کی گمراہی سے بہت بہتر ہے۔ گویا کہ وسائل کا استعمال یاد رکھنے والی بات ہے۔ بینائی' سماعت' وجود' رشتے داریاں' وابستگیاں' مال دنیا' اینٹ گارا اور پتھر' یہ سارے وسائل آپ کے استعمال میں آتے ہیں اور یہ ہمیشہ ساتھ نہیں رہیں گے' نہ بینائی رہے گی' نہ ذہن رہے گا' اور نہ کوئی دنیا رہے گی۔ یہ سب کچھ بتانِ وہم و گماں ہو جائے گا۔ یہ ہر چیز آپ چھوڑ دیں گے اور چھوڑنے کے بعد فوری طور پر Direct result' نتیجے کا بٹن دبا دیا جائے گا۔ Net result' آخری نتیجہ نکل آئے گا کہ آپ نے اپنے وسائل کا استعمال کیسے کیا۔ کیونکہ یہاں سے آپ نے کچھ لے کے تو جانا نہیں ہے اور یہیں پر آپ غلطی کر بیٹھتے ہیں اور یہ بڑی Important' اہم بات ہے کہ آپ نے یہ دنیا کا مال جو اٹھایا ہے اس مال کو برائے مال ہی اٹھا لیا ہے۔ یہاں پر غلطی ہو گئی کیونکہ یہ مال برائے استعمال تھا تاکہ نتیجہ نکلے۔ مگر آپ نے مال کو برائے مال ہی جمع کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی جب ختم ہو گی تو مال کے طور پر مال جمع ہو گا اور عمل کے طور پر

جمع "زیرو" ہو گا۔ اس لیے اس بات کا خیال رہے کہ وسائل تو ختم ہو جاتے ہیں' چھن جاتے ہیں اور جدا ہو جاتے ہیں۔ کہیں وسائل کا اجتماع آپ کو بے عمل نہ کر کے رکھ دے۔ پیسے کا اجتماع صرف پیسے کی خاطر جو ہے یہ بے عملی ہے بلکہ بد عملی ہے۔ زندگی کے وسائل کا اجتماع بغیر استعمال کے بد عملی ہے۔ اس لیئے آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ اپنے وسائل کا استعمال اس انداز سے کرنا ہے تاکہ آپ کا نتیجہ یہ نکلے کہ نیک عمل کر رہا ہے۔ نیک عمل کیا ہے؟ یہاں سے مال اٹھایا' کچھ اس کے حوالے کیا' کچھ اس کے حوالے کیا تو اس طرح نیک عمل بن گیا۔ تو گویا کہ اپنے وسائل کو نیک اعمال میں ڈھالنا چاہیئے اور یہ دعا مانگی چاہیئے۔ یااللہ ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم اپنے ملنے والے لوگوں کے ساتھ نیکی کی خاطر ملیں۔ اگر دو بندے دوست ہیں تو دونوں بدی کی راہ پر چل سکتے ہیں اور دو دوست نیکی کی راہ پر چل سکتے ہیں۔ دعا کریں کہ یا اللہ ہمارے مال کو نیک راستے کا سفر بنا' ہمارے وسائل کو نیک راستے کے لیئے لگا۔ اور نیک راستہ ہر راستے میں ملے گا۔ کوئی وقت ایسا نہیں کہ نیکی بند ہو جائے اور کوئی وقت ایسا نہیں کہ بدی بند ہو جائے۔ مسجد کے اندر عین ممکن ہے کہ انسان گمراہ ہو کے نکلے اور عین بت خانے میں بیٹھا ہوا انسان جو ہے وہ وہاں سے نیکی کی راہ لے کے نکلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک ایسا نظام رکھا ہوا ہے کہ۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ کون سی جگہ ہے اور کہاں سے کیا مل سکتا ہے' ہر چیز ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ انسان جو ہے وہ اپنے حال میں رہ سکتا ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی

چاہیئے کہ آپ کے وسائل جو ہیں وہ اللہ کے راستے میں استعمال ہوں۔ بس یہی زندگی ہے۔ سب سے بڑا کام یہ ہے کہ میری آپ کی جان جو ہے وہ اللہ کے راستے میں استعمال ہو تو اس طرح جان محفوظ ہو جائے گی کیونکہ جس نے دی تھی اس کو واپس لوٹا دی۔ جان دینے والا وہ ہے' اس طرح جیسے باپ کسی بیٹے کو پیسے دے اور باپ کہے کہ تھوڑے سے پیسے میرے لیئے بھی رکھو۔ بیٹا کہتا ہے' نہیں' ہم آپ کو نہیں دیتے۔ تو انسان یہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے کہتا ہے زندگی فری' اس کی کوئی Payment نہیں ہے' قیمت نہیں لیتا' اس میں سے کچھ لمحات میری طرف سے تمہیں دیئے جاتے ہیں۔ جب اللہ واپس مانگے تو انسان کہتا ہے یہ تو بڑا مشکل ہے' آپ نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا۔ اللہ کہتا ہے ہم آپ کو سو روپے دیتے ہیں اور انہیں سال بھر استعمال کرو' اس کو رکھو اور ہمارے لیئے صرف اڑھائی فی صد دے دو تو انسان کہتا ہے کہ یہ تو بڑا مشکل ہے۔ پیسہ دینے والا وہی اللہ ہے' کون آدمی ہے جو خدا کی طرف سے اس کو سمجھ کر استعمال نہیں کرے گا' صرف وہ جس کو یہ یقین ہو گا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ملا۔ جب آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ دولت تمہیں خدا کی طرف سے نہیں ملی اور یہ آپ کا دعویٰ ہو جائے تو زندگی وہیں گمراہ ہو گئی۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کی طرف سے ملا ہے اور اسی کی طرف لوٹا دیا جا رہا ہے تو پھر آپ کی زندگی آسودہ حال ہو جائے گی۔ اس لیئے دعا جو ہے وہ مسائل حل کرے یا نہ کرے لیکن آپ کی اصلاح کر دیتی ہے۔ دعا کا ہونا اصلاح کی ضمانت ہے۔ دعا کا ہونا تقربِ الٰہی کی ضمانت ہے۔ دعا مانگنے والا اللہ سے کبھی

گمراہی کی دعا نہیں مانگتا۔ ایسی دعا کوئی نہیں مانگے گا۔ دعا بذاتِ خود آپ کے مقصد کی اصلاح ہے یعنی کہ آپ اس چیز کی دعا مانگو گے جو ویسے ہی نیک مقصد ہو۔ اس لیے دعا کا تصوّر بذاتِ خود ایک ایسا تصوّر ہے کہ آپ کا راستہ خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے۔ "یا اللہ مہربانی فرما! دعا یہ ہے کہ حج کی تمنا پوری کرا" آپ کو پتہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گا۔ آپ یہ نہیں مانگیں گے کہ یا اللہ میری چوری کرنے کی تمنا پوری کر۔ گویا کہ دعا کا تصور، دعا کو تسلیم کرنا، دعا کو ماننا اور دعا مانگنے کے عمل سے آدھی زندگی تو ویسے ہی اصلاح میں آ جاتی ہے کیونکہ یہ چیز بڑی ضروری ہے اس لئے آپ غور کریں کہ انسان کے لئے کوئی شے نئی نہیں ہے۔ اپنی زندگی میں سے، اس کے استعمال میں سے، اس کے وسائل میں سے، ساری چیزیں آپ نے دریافت کرنی ہیں تاکہ جب آپ زندگی چھوڑیں تو فوری طور پر دوسرے سفر پر روانہ ہو جائیں۔ کون سا سفر؟ خدا کا سفر اور سچائی کا سفر۔ تو یہ زندگی یا تو جزا بن جائے گی یا سزا بن جائے گی اور اسے آپ خود بناتے جا رہے ہیں۔ اس لئے اس زندگی کے وسائل میں آپ کو سب کرنا ہے۔ تو دعا کا مقام یہ ہے۔

سوال :۔

توبہ کے بعد توبہ کیوں کی جاتی ہے؟

جواب :۔

اب ایک آدمی جس کی زندگی کثرتِ تضاد میں ہے یعنی زندگی اضداد کی حامل ہے وہ آدمی نیکی بدی ملا کے چلتا ہے اور وہ سچ جھوٹ کو ملا۔

کے چل رہا ہوتا ہے تو ایسے آدمی کی توبہ کا فیصلہ کمزور ہو جائے گا۔ توبہ ایک فیصلہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنی اس برائی سے ہٹا کے نیکی کی طرف گامزن کرنا اور اس فیصلے کا گواہ اللہ کو بنانا۔ توبہ آپ کا فیصلہ ہے' یہ جتنی گہرائی سے ہو گا' جتنی صداقت سے ہو گا' اس کی منظوری وہاں اللہ کے ہاں ہے۔ توبہ اللہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ توبہ آپ کا فیصلہ ہے۔ اگر آپ کا فیصلہ نہ بدلے تو پھر آپ توبہ نہ کرو۔ اس لئے اپنی Will Power کو' ارادے کو توبہ کے حوالے سے مضبوط کرو یا توبہ کو Will Power کے حوالے سے مضبوط کرو۔ توبہ منظور ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ بندے کے اندر اتنی Will' قوتِ ارادی پیدا ہو جائے۔ توبہ کے معنی ہیں راستہ مڑ جانا' واپس آ جانا' بیک ہو جانا' چلتے چلتے ایک راہ سے دوسری راہ پر پلٹ جانا۔ یعنی جب آپ ایک راستے کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ راستہ آپ کے مالک کی پسند کا نہیں ہے تو آپ وہاں سے پلٹ جائیں۔ پلٹ جانے کا عمل پھر واپس اسی جگہ آنے کا عمل تو نہیں بن سکتا۔ تو گویا کہ توبہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ پلٹ آنا' پھر گناہ ختم ہو جاتا ہے اور یادِ گناہ بھی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ آپ نیکی میں Involve ہو گئے' آپ نیکی کے راستے پر چل پڑے۔ توبہ کے بعد اگر گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فیصلہ کرنے والا انسان ہے وہ کمزور ہے اور اس کو گناہ نے دبوچ لیا ہے۔ گناہ دبوچ لے تو پھر مدد کے لئے آپ اللہ کو پکارتے جائیں اور پھر توبہ کرتے جائیں۔ اگر گناہ ہوتا ہے تو آپ توبہ کرتے جائیں تاکہ اتنی بچت ہو جائے کہ اگر آپ کو موت آ جائے تو توبہ کی حالت میں آئے اور گناہ کی حالت میں نہ آئے۔ یہ ضروری بات ہے کہ موت معذرت میں

آئے اور تکبّر میں نہ آئے۔ اس لیے میں کہتا ہوں جو شخص اللہ کو پکارنے والا ہو، اللہ کے بندوں کو پکارنے والا ہو تو وہ حالتِ گناہ میں تو اپنے گھر میں ان کو دعوت نہیں دے گا۔ یہاں تصورِ شیخ جو ہے آپ کو نجات دیتا ہے اور آپ کا نیک خاندان آپ کو نجات دیتا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو گناہ، جو ارادہ اور جو بُرائی، مخفی ہے، تنہائی میں ہے، تاریکی میں ہے اور دل میں ہے، اس نے چھت پہ چڑھ کے بولنا ہے، دنیا میں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو مخفی رہا ہو بلکہ ہر مخفی گناہ Announce، مشہور ہو جاتا ہے، اسی طرح بزرگوں کا جو علم باطن ہے وہ بھی ظاہر ہو کے رہا۔ یہ ایسا سسٹم ہے کہ ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس لیئے آپ یہ دعا کیا کریں کہ آپ کے باطن کے اندر بھی کوئی خرابی نہ رہ جائے۔ جب آپ نے اللہ کے پاس فیصلہ کر لیا کہ یا اللہ میں اس بات سے توبہ کرتا ہوں تو آپ پھر اس غلطی سے بچ جاؤ۔ اس لیئے بزرگوں نے کہا کہ توبہ شکنی کے گناہ سے بچو یعنی توبہ توڑنے کے گناہ سے بچو۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ توبہ کو قائم کرنے کے لیئے یہ ایک ضروری چیز ہے کہ آپ کے ہم سفر اچھے ہونے چاہئیں، آپ کی مشاورت اچھی ہونی چاہیئے، آپ کے دوست اچھے ہونے چاہئیں، آپ کے دوست ہم خیال ہونے چاہئیں اور آپ بزرگوں کی صحبت سے الگ نہ بیٹھنا بلکہ ان کے خیال میں بیٹھنا، اور ان کی یاد کو قائم رکھنا، اس لیے کہ آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے آپ کو اس بات سے ضرور بچائیں کہ آج تنہائی کے اندر جو جرم ہوتا ہے، خیال ہوتا ہے، اس نے Publically Announce ہونا ہے۔ کہیں ایسی حالت نہ ہو کہ کل کو آپ شرمندہ ہوں یعنی آپ

محنت بھی کریں، وہ گناہ بھی ہو اور اس میں شرمندگی اور ندامت بھی ہو اور پھر سزا الگ سے ملے۔ اس لیئے سماج میں جو آپ کا وقار موجود ہے، جو عزت موجود ہے اس کے تحفّظ کے لیئے توبہ قائم کرلو۔ شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ کا نام ستّارالعیوب ہے۔ ستّارالعیوب کا معنی ہے گناہ کو چھپانے والی ذات۔ حالانکہ آپ اپنے گناہ نہیں چھپاتے مگر وہ چھپاتا ہے۔ اس لیئے جب تک گناہ چھپے ہوئے ہیں، اس سے پہلے کہ گناہ ظاہر ہوں، آپ توبہ کر کے نجات پالیں۔ گناہ کا آؤٹ ضرور ہو گا۔ اس سے پہلے کہ آؤٹ آئے آپ اس سے توبہ کرلیں کیونکہ آؤٹ ہو گا تو یہ Announce ہو گا۔ توبہ کا معنیٰ ہے کہ آپ کہیں کہ یا اللہ مجھ سے کوتاہی ہو گئی، ہر وہ چیز جو تجھے پسند نہیں ہے اور وہ میرے اندر ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں، چاہے وہ میری ریاکاری کی عبادت ہی ہو، جو عبادت میں نے دنیا کو دکھانے کے لیئے کی ہے، اس ریاکاری سے میں توبہ کرتا ہوں بلکہ میں ہر اس عمل سے توبہ کرتا ہوں جو تجھے ناپسند ہے۔ تو اس چیز سے توبہ کرو جو اللہ کو ناپسند ہے۔ یااللہ میری توبہ کو قائم رہنے کی توفیق عطا فرما! تو آپ Finalتوبہ کریں، ہمیشہ رہنے والی توبہ، Permanent توبہ، Unbreakable توبہ، پھر Mistake نہ ہو، غلطی نہ ہو ----- اللہ تعالیٰ توبہ کو قائم رکھے۔

سوال :-

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عروج سے نوازا تو پھر انسان میں شر کیسے پیدا ہو گیا؟

جواب :-

یہ سوال بڑی دفعہ ہو چکا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ جب آپ زمین پر خلیفہ بنا رہے ہیں اور آپ نے جنت بنائی ہے تو دوزخ کیوں بنا رہے ہیں؟ بس یہ اللہ کی منشاء ہے۔ منشاء سمجھ آئے تو پھر سارا واقعہ آپ کو بہت جلدی سمجھ آ سکتا ہے۔ مثلاً" شیطان کا یہ بھی سوال تھا کہ اللہ نے مجھے بات سمجھائی نہیں ہے' آدمؑ کو آپ نے سارے اسماء سکھا دیئے مگر میرے ساتھ آپ نے کوئی رعایت نہیں کی۔ ایک اور سوال بھی لوگ کرتے ہیں کہ ہمیں تو شیطان گمراہ کرتا ہے مگر شیطان سے پہلے تو شیطان نہیں تھا تو اس کو کس نے گمراہ کیا۔ گمراہ کرنے والی ذات کو شیطان کہتے ہیں اور شیطان بذاتِ خود پہلے گمراہ ہو گیا تو اس کو کس نے گمراہ کیا۔ یہ ایک راز ہے کہ شیطان گمراہ ہے کہ شیطان راہ پر ہے۔ ممکن ہے وہ ایک راہ ہی ہو یعنی شر کی راہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے خیرہٖ و شرہٖ من اللّٰہ تعالٰی خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ ایک راستہ بتایا جا رہا ہے۔ شر کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ آپ نے یہ جو سوال کیا ہے' اس دنیا کے اندر' انسانوں کی دنیا میں اور اس وقت جب ہدایت آ چکی ہے تو اب یہ سوال نہیں بنتا۔ ورنہ یہ سوال تو پہلے دور کا سوال تھا۔ آپ اللّٰہ تعالیٰ کی شفاعت پر اگر غور کریں تو وہ رؤف ہے' رحیم ہے اور غفّار ہے۔ غفّار کا معنی ہے بخشنے والا' خطا کو بخشنے والا۔ اگر وہ غفّار ہے تو انسان ضرور خطا کار ہو گا۔ اگر اللہ انعام دینے والا ہے تو انعام حاصل کرنے والا انسان ضرور ہو گا۔ اگر وہ قہار ہے تو قہر برداشت کرنے والا انسان بھی ہو گا۔ تو گویا کہ اللہ کی اپنی صفات کے حوالے سے'

اس کی مخلوق میں وہ چیزیں ضرور ہوں گی۔ اس کی تخلیق کے اندر دو طرح کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی تمنّا کریں گے اور تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دین کی تمنّا کریں گے، آخرت کی تمنّا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو "احسن تقویم" اچھی صورت میں پیدا کیا اور ثم رددنہ اسفل سٰفلین پھر انسان بہت ہی نیچے گر گیا۔ اسفل سٰفلین تک انسان نے پہنچنا ہے۔ یہ انسان کے مقام ہیں۔ وہ اسفل سافلین کب بنتا ہے؟ اگر وہ روگردانی کرے گا تو گناہ ہو گا۔ اگر اللہ حکم نہ دے اور پیدا کر کے پھینک دے تو پھر خیر شر، نیکی بدی، کا کوئی حوالہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پرانے زمانے میں آدمؑ جب تشریف لائے تو اس کے بعد شادیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اب بیٹا ہوتا ہے، بیٹی ہوتی ہے تو شادی ہو جاتی ہے۔ جب قانون بن گیا تو جائز، ناجائز پیدا ہو گیا اور حلال حرام پیدا ہو گیا۔ جوں جوں حوالہ چلتا ہے، قانون نافذ ہوتا ہے۔ جہاں جہاں دین آتا گیا وہ حوالہ بنتا گیا اور اب آپ کے پاس ہدایت آگئی ہے کہ یہ خیر ہے اور یہ شر ہے۔ اس لیئے آپ خیر کے حوالے سے ہی عمل کریں۔ شجرِ ممنوعہ تک جانا ہی باعثِ شر ہے۔ شجرِ ممنوعہ رکھا ہی اسی لیئے گیا تھا کہ اس کی تمنّا ہو۔ یہ ایک الگ راز ہے۔ انسان کو خلیفۃ الارض بنانا تھا، اگر شجرِ ممنوعہ استعمال نہ ہوتا تو انسان جنت میں رہتا اور اس طرح نیچے کون آتا؟ اگر انسان نیچے نہیں آتا تو خلیفہ کون بنتا۔ جنت کی تعریف میں نے آپ کو بتائی تھی کہ جنت وہ مقام ہے جس سے معزول ہونے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جائے۔ جس مقام کو کھونے کے بعد دوبارہ پانے کی تمنّا ہو اسے جنت کہتے ہیں۔ تو یہ

جنت کی تمنّا ہے اور یہ انسان کو عطا ہوئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا کہ انسان اس جنت میں چلا جائے گا جسے چھوڑ کے آیا تھا۔ اس لیئے یہ باتیں غور کرنے والی ہیں۔ لیکن آپ کو دین کے حوالے سے اللہ نے جو حکم دیا ہے آپ وہ مانتے جائیں اور اس کی حکم عدولی جو ہے وہ پھر دوزخ بن جائے گی۔ اب آپ کے لیئے مسئلہ بڑا آسان ہو گیا۔ جو سرکارِ دو عالمؐ نے راستہ بتایا ہے آپ اس پر چلتے جائیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے' یہ جنت ہے اور اس راستے کے علاوہ دوزخ ہے۔ بلکہ یہاں تک فقراء کہتے ہیں کہ سرکارؐ کا قرب ہی جنت ہے اور سرکارؐ سے دوری ہی دوزخ ہے۔ اس لیئے گناہ جو ہے وہ حکم کے علاوہ چلنا ہے۔

اب آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے' آپ پر زندگی آسان ہو جائے اور زندگی کا باطن آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم پھر وہی دعا کرتے ہیں کہ یا ربّ العالمین ! اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما! ہم آپ سے یہی سوال کرتے جائیں گے کہ ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔ یہی ہمارا پہلا سوال ہے اور یہی ہمارا آخری سوال ہے۔ یا ربّ العالمین! تمام حاضرینِ مجلس کی نیک تمنّائیں قبول فرما! آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

.... ☆ ....

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1-	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2-	دل دریا سمندر	(مضامین)
3-	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4-	شب چراغ	(اردو شاعری)
5-	The Beaming Soul	
6-	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
7-	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
8-	شب راز	(اردو شاعری)
9-	بات سے بات	(نثر پارے)
10-	گمنام ادیب	(خطوط)
11-	گفتگو-۱	(سوال جواب)
12-	گفتگو-۲	(سوال جواب)
13-	گفتگو-۳	(سوال جواب)
14-	گفتگو-۴	(سوال جواب)
15-	گفتگو۵	(سوال جواب)
16-	گفتگو۶	(سوال جواب)
17-	گفتگو-۷	(سوال جواب)
18-	گفتگو۸	(سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز ○ ۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

مصنف